# چادر پوش ولیؒ

(تذکرہ سلطان العصرؒ)



تسوید و تحقیق : صاحبزادہ السید نور عالم الگیلانی القادری
زاد اللہ تعالیٰ قدرہ و ادام ظلہ علیٰ رؤس المسترشدین



صوفی نہ شیخِ عالم مسند نشیں ہوں میں
سب کچھ ہوں اور پُوچھو تو کچھ بھی نہیں ہوں میں

ظاہر ہوں اور چُھپا بھی ہوں آنکھوں میں جیسے نُور
عالم میں سیر کرتا ہوں خلوت گزیں ہوں میں

انوار برادران
دارُ الفیض حضرت سُلطانُ العصرؒ
آستانۂ عالیہ قادریہ پیر شاہ (بہاول نگر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# فرمان

## حضرت ابن عطا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

"بعض بندے ایسے بھی ہیں جن کا اتصال خدا کے ساتھ اس طرح ہے کہ ان کی آنکھیں اُسی کے نور سے روشن ہیں اُن کی حیات اُسی کے دم سے قائم ہے اور یہ اتصال انہیں صرف یقین کی صفائی اور دائمی نظر کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے چونکہ وہ اس کی ذات سے زندہ ہیں اس لیے انہیں ابھی تک موت نہیں آئی۔"

الولی ریحان اللہ فی ارضہ

صفحۂ زمین کے گلستان میں ولی ایک خوشبودار پھول کی مانند ہے

# چادر پوش

# ولیؒ

(تذکرہ سُلطان العصر)

تسوید و تحقیق : صاحبزادہ السید نور عالم الگیلانی القادری

زاد اللہ تعالیٰ قدرہ وادام ظلہ علیٰ رؤس المسترشدین

انوار برادران

دارُالفیض حضرت سُلطانُ العصر

آستانۂ عالیہ قادریہ پیر شاہ (بہاول نگر)

بارِاول: ........................ مارچ 2002ء
(برموقع عرس حضرت سلطان العصرؒ)

اہتمام: ........................ کنور امتیاز احمد

مطبع: ........................ المطبعۃ العربیہ پرنٹرز

قیمت: ........................ -/125 روپے

## نذرِعقیدت

میں اپنی اس ناچیز مساعی کے اس ثمرۂ سبک مایہ کو نہایت خلوص اور ارادت کے ساتھ آسمانِ طریقت کے تابندہ آفتاب شیخ العرب والعجم مسند آرائے ملک یقین مخدوم العالم حضرت اقدس ذوالفضل والجاہ سیدنا مرشدنا ومولانا مخدوم سید علی احمد شاہ صاحب گیلانی قادری والجیلانی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے نام نامی اسمِ گرامی سے منسوب ومعنون کرنے کی جسارت کررہا ہوں جو عالم اسلام اور جہانِ تصوف وروحانیت کے وہ بطلِ جلیل تھے جن کی مثال شاید کہیں صدیوں ہی میں مادرِ ایام پیدا کرسکے کہ:

ہوتا ہے کوہ ودشت میں پیدا کبھی کبھی
وہ مرد جس کا فقر خزف کو کرے نگیں

خاکسار

سید نور عالم قادری عفی عنہٗ

# سوانح حیات

## آیت من آیات اللہ

حجتہ اللہ علی العباد، برہان من اللہ، مظہر انوار مصطفےؐ ذوالفقارِ علی المرتضےؓ، معدن البرکات القدسیہ محبوبِ غوث الوریٰؒ نائبِ علی احمدؒ امام الحق، سلطان العصر شیخ کبیر الحضرۃ غوث الکاملین غیاث الطالبین سیّدنا ولی محمد شاہؒ القادری الگیلانی قدس اللہ سرہٗ العزیز



# چادر پوش ولیؒ

# حرفِ چند

کیا مژدہ جاں بخش سنائے گا قلم آج
کاغذ پہ جو سو ناز سے رکھتا ہے قدم آج

بلاشبہ یہ وہ مقام ہے جہاں قلم سو ناز و انداز سے کاغذ پر قدم رکھتا ہے کیونکہ یہ تذکرہ ان ہستیوں کا ہے۔ ''جن کے فرشتے بھی پلکیں جھکا کے نام لیتے ہیں'' حوریں بھی آب فردوس سے وضو کر کے جن کے نام اقدس کو اپنے ہونٹوں کی زینت بناتی ہیں جن کی خاکِ کفِ پا حور و غلماں کا سنگھار ہے ان کے دیس کے خاروں کی بھی صفت میں اگر گل کاری مقصود ہو تو عندلیبوں سے دفتر گل کا کاغذ منگا کر ہی مدحت کا باب رقم کیا جا سکتا ہے۔ جہاں کے ذرات نے صاحبؐ معراج کے پائے مبارک سے شرف پا لیا وہ رات ہی مہر گر ہیں۔ ان کے غلام امام وقت ہیں اور جن کا نور ہی بزم ظہور کی رونق ہے۔اللہ رب العزت کا صد ہزار بار شکر ہے کہ اس نے اس ناچیز کو وہ سعادت عظمی بخشی کہ میں دربار اہل بیت کا شانہ خاندانِ نبوت کے چشم و چراغ نور عین مصطفیٰ اور نائب غوثِ جلی جمالِ طریقت حضرت سیدنا ولی محمد شاہ قدسؒ اللہ کے حالات زندگی رقم کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں اور امید ہے طالبانِ حق و موضت کے لیے اس مرد قلندر کا تذکرہ جمال راہِ سلوک میں مینارہ نور ثابت ہو گا۔ بلاشبہ یہ فیض و کرم امامی و مرشدی زینت المعرفت گنج العلوم سید خورشید محی الدین گیلانیؒ کا ہے جن کے سایہ الطاف و رحمت نے میری حوصلہ افزائی کی اور آج میں اس قابل ہوا کہ اس ولی کامل کے ذکرِ جمیل سے عقائد و روحانیت سے بیزار قوم کو پھر سے عظمت اولیاء کی طرف متوجہ کر سکوں اور اولیاء کی تعلیمات سے روشناس کرا سکوں۔ بلاشبہ غوث العباد جناب سید ولی محمد شاہؒ قدس اللہ سلسلہ قادریہ کے حقیقی وارث ہیں جنابؒ کی ساری زندگی صفا اور تزکیہ

کے کٹھن مرحلوں کو طے کرنے میں گزری۔ اور آخرکار انسانیت کے اس مقام رفیع کو پا لیا جہاں ایک طرف اولیاء خلیفہ اللہ فی الارض کی مسند پر جلوہ افروز ہوتے ہیں تو دوسری طرف حضرت سید الانبیاءﷺ کی نیابت کبری کے منصب جلیلہ پر متمکن ہوتے ہیں اور چونکہ انہوں نے اپنے آپ کو محبوب خدا کی محبت میں فنا کر دیا ہوتا ہے انہیں بھی مقام محبوبیت عطا ہو جاتا ہے اور زمین پر خلیفۃ اللہ اور مظہر انوار خدا اور نائب محبوبِ خدا ہوتے ہیں۔

حضرت اقدس و اکملﷺ کا فرمان اقدس ہے۔

شیخ اپنی قوم میں اسی طرح ہے "جیسے نبیؑ اپنی امت میں"

اللہ تعالی ہمیں اپنے دوستوں کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ یہی وہ راستہ ہے جو اللہ کے حبیبِ اقدسؐ کے قدموں تک لے جاتا ہے حضرت غیاث الکاملین جمالِ طریقت سیدنا ولی محمد شاہؒ قدس کے بارے میں جناب کے مرشد کامل مخدوم سید علی احمد گیلانی نے فرمایا تھا کہ ولی گلشنِ غوثیت کا گلِ سرسبد ہے جو فنا فی الغوثیت کے پانی سے سیراب ہوتا ہے اور جب یہ گلاب کا پودا پھلے پھولے گا تو اس کی خوشبو آہستہ آہستہ عالم و رنگ و بو کو معطر کرے گی۔

اس کے ساتھ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اپنے عصر کی روحانیت اور تصوف میں حضرت سید ولی محمد شاہ قدس کا مقام ولایت وہی ہے جو جغرافیائی اعتبار سے کسی ملک میں ایک سربفلک پہاڑ کا ہوتا ہے آپ کی زندگی اس گئے گزرے دور میں وہ مینارہ نور ہے جس میں بیک وقت ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے لیے بہترین لائحہ عمل ہے آپ کے طالب علمی کے دور میں طلباء کے لیے محنت اور مقصدیت سے لگ کا سبق ہے علماء کے لیے تواضع وسعت ظرفی، استغناء، خلوص اور جرات و استقامت کا اسوہ ہے جبکہ پیران عظام اور مشائخ کرام کے لیے علم دوستی، امت سے محبت اور دینی اقدار سے گہری وابستگی کا بھرپور پیغام ہے وہ بظاہر ہم میں نہیں رہے لیکن ان کے روشن کیے ہوئے چراغ صدیوں تک شاہراہ حیات کو جگمگاتے رہیں گے روشنیاں بکھیرتے رہیں گے وہ اس نور یزدانی کی کرن تھے جس کے مقدر میں زوال ہے ہی نہیں۔ کبھی بھی نہیں

اس لیے یہ کہنا بجا ہے کہ آپ اپنے عہد کے کامیاب ترین انسان تھے جو چاہا اسے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ لیا قربِ مصطفیؐ سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہو سکتی ہے؟ آپ کی کامیابی اور کامرانی کی اصل سند ان ہزار ھادلوں میں آپ کی محبت و الفت ہے جن سے کسی مسلک اور تفرقے کی بو نہیں آتی۔

اب ہم ایسے مشفق رہنما کو کہاں پائیں گے اب ان کی یاد ان کے تذکرے ہمارے لیے بڑا سہارا بن سکتے ہیں ان کی مثالی زندگی کے مختلف گوشوں کو اجاگر کر کے ہم اپنی اور اپنی آئندہ آنے والی نسلوں سکتے ہیں۔ اگر ہم نے اس سے بے اعتنائی برتی تو یہ ہماری بے حسی اور ناعاقبت اندیشی کا بہت بڑا ثبوت ہو گا۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت اپنے محبوبِ ﷺ مکرم کے صدقے میری اس کاوش کو قبول فرمائے۔ قارئین کرام سے استدعا ہے کہ وہ تفصیلی طور مجھے مطلع فرمائیں تا کہ آئندہ مکمل اور جامع حالات زیرِ قلم آ سکیں۔

خاکپائے خورشید گیلانیؒ

سیّد نور عالم شاہ گیلانی القادری عفی عنہ

# تقریظ

سلسلۂ عالیہ قادریہ کے گل سرسبد شیخ الآفاق حضرت شاہ کمال رحمتہ اللہ تعالیٰ (م981ھ) بغداد سے برصغیر ہند و پاک و بنگلہ دیش میں تشریف لائے اور کیتھل شریف میں مقیم ہوئے۔ آپ نے نہ صرف برصغیر میں بلکہ برصغیر سے باہر بھی اسلام کی تبلیغ کی، بھٹکے ہوؤں کو راہِ راست دکھلائی اور غیر مسلموں کی ایک کثیر تعداد کو مشرف بہ اسلام کیا۔ اشاعت اسلام کے ساتھ آپؒ نے سلسلۂ عالیہ قادریہ کو بھی وسعت دی۔ آپؒ کے وصال کے بعد آپؒ کے پوتے رؤس الاولیاء حضرت شاہ سکندر رحمتہ اللہ علیہ (م1023ھ) زیب سجادہ ہوئے اور اپنے جدِ محترم کی طرح روحانیت و طریقت کے میدان میں طالبانِ حق کی رہنمائی فرماتے رہے۔ آپؒ سے فیض پانے والے حضرات کی تعدد بہت زیادہ ہے۔ مگر شیخ سر ہند حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شیخ طاہر بندگی لاہوری رحمہم اللہ تعالیٰ دو ایسی شخصیات ہیں جنہوں نے حضرت شاہ سکندر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے اپنے آپ کو وابستہ کیا۔ ان دونوں حضرات کے روحانی اور عمرانی کارنامے اب تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں۔ حضرت شاہ سکندر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے اولاد و احفاد میں روحانیت کے علمبردار، علماء و فضلاء، شعراء و ادبا اور خلق خدا کے رہنما ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ اقلیم شعر میں حضرت سیّد علی سیّدؒ اور روحانی و سیاسی زندگی میں آفتاب ولایت حضرت سیّد علی احمد گیلانی رحمہم اللہ تعالیٰ کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں۔ مؤخرالذکر ماضی قریب کے بلند پایہ روحانی بزرگ تھے جن کی روحانی رہنمائی میں ایک زمانے نے راہ حق پر چل کر اپنی عاقبت سنواری۔ تحریک پاکستان کے دوران موصوف نے اپنے اخباری بیان کے ذریعے مسلمانان برصغیر کو بالعموم اور اپنے متبعین، مخلصین اور مریدین کو

بالخصوص قیامِ پاکستان کے لئے ووٹ دینے کی ہدایت کی۔

شیخ الآفاق حضرت شاہ کمال قدس سرہٗ العزیز کے ایک صاحبزادے حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم المعروف بہ حضرت شاہ محسن کمال قدس سرہٗ العزیز کیتھل شریف سے قبولہ شریف تشریف لائے اور یہاں آباد ہوئے۔ موصوف کی چھٹی پشت میں حضرت سیّد پیر شاہؒ قبولہ شریف سے اپنے اہل و عیال اور مال و منال کے ساتھ ضلع بہاولنگر کے ایک مقام پر آ بسے۔ یہ جگہ بعد میں آپ کے اسم گرامی سے منسوب ہو گئی اور اب یہ بستی ''پیر شاہ'' کے نام سے جانی پہچانی جاتی ہے۔ یہ بستی اسم با مسمّٰی ٹھہری۔ یہاں نہ صرف سادات کرام کا مسکن ہے بلکہ یہاں ہر وقت اولیائے کرام اور صوفیائے عظام کی آمدورفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ انہی حضرت سیّد پیر شاہؒ کی چوتھی پشت میں سلطان العصر حضرت سیّد ولی محمد شاہ قدس سرہٗ العزیز 1916ء میں حضرت سیّد سید علی شاہؒ کے ہاں پیدا ہوئے۔ اس طرح شیخ الآفاق حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہٗ العزیز اور سلطان العصر حضرت سیّد ولی محمد شاہ قدس سرہٗ العزیز کے درمیان گیارہ پشتوں کا فاصلہ بنتا ہے۔ سلطان العصر حضرت سیّد ولی محمد شاہ قدس سرہٗ العزیز کو سلسلۂ قادریہ میں آفتابِ ولایت حضرت سیدعلی احمد گیلانی قدس سرہٗ العزیز نے خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

زیرِنظر کتاب سلطان العصر حضرت سیّد ولی محمد شاہ قدس سرہٗ العزیز کے چوتھے اور سب سے چھوٹے صاحب زادے سیّد نور عالم القادری نے تالیف کی ہے اور تصنیف کا حق ادا کیا ہے۔ کتاب، بالخصوص تحقیقی کتاب لکھنا کتنا مشکل ہے اس کا اندازہ وہی حضرات کر سکتے ہیں جنہیں تحقیق سے واسطہ ہے۔ یہاں ''کوہ کندن و کاہ برآوردن'' والا معاملہ ہوتا ہے۔ کتنی ہی کتابوں کے مطالعہ کے بعد ایک آدھ جملہ کام کا میسر آتا ہے۔ اس طرح تحقیقی کتب لکھنے کے لیے وقت اور روپے کے مصرف کے ساتھ ساتھ دماغ سوزی سے بھی سابقہ پڑتا ہے۔ پھر دستیاب مواد کو سلیقے اور ترتیب سے آراستہ کرنا، مواد کے مصدقہ اور غیر مصدقہ ہونے کا تعین کرنا، زبان و بیان کا لحاظ رکھنا...... یہ سب ایسی باتیں ہیں جو محقق کی راہ میں رکاوٹیں بنتی ہیں اور محقق کے لیے خلجانِ جاں

کا سبب بنتی ہیں۔ اور جب معاملہ اپنے خاندان کی شخصیت کی سوانح عمری کا ہو تو معاملہ اور بھی دگرگوں ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ایسے میں شخصی احساسات و خیالات، نسبی تفاخر اور خاندانی عصبیت در آتی ہے۔ مصنف کے قلم پر یہ چیزیں غالب آ جاتی ہیں اور تحقیق کی خصوصیات دب جاتی ہیں۔

یوں کہنا چاہیے کہ زیرِ نظر کتاب ایک سعادت مند بیٹے کی طرف سے اپنے عالم بے بدل، متعہ اللہ الباری بالعلم و العمل اور ولیٔ کامل والد کو خراجِ عقیدت ہے۔ اگرچہ مصنف نوعمر ہیں۔ لیکن تحریر کی پختگی اس بات کی غماز ہے کہ انہوں نے اپنے والد ماجد کی شخصیت علمیت اور شفقت سے بہرۂ وافر پایا ہے۔ کتاب کے مطالعے سے موصوف کے علم کی وسعت اور تحریر کی جامعیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ بالخصوص جہاں وہ تصوف کی اصطلاحات کی وضاحت کرتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ سلطان العصر حضرت سیّد ولی محمد شاہ قدس سرہٗ العزیز کی روح ان میں حلول کر گئی ہے اور حضرتؒ کے خیالات کو وہ الفاظ کا جامہ پہنا رہے ہیں۔ اس طرح یہ کتاب سوانح احوال کے ساتھ علم تصوف کا ایک خزینہ بھی بن گئی ہے۔ جس سے تصوف کے مبتدی اور منتہی، دونوں یکساں طور پر مستفید ہو سکتے ہیں۔

کتاب کے مصنف نے اپنے علم اور تجربے کی بنیاد پر دستیاب مواد کو پرکھا ہے اور کتاب میں جگہ دی ہے۔ سوانحی کتب دلچسپ بھی ہو سکتی ہیں اور غیر دلچسپ بھی۔ زیرِ نظر کتاب کے مصنف نے آیاتِ قرآنی، احادیث نبی ﷺ، اقوالِ بزرگان وصوفیائے کرام کے ساتھ ساتھ معروف صوفی شعراء کے اشعار سے اپنی تحریر کو مزین کر کے، اسے جاذبِ توجہ اور قابل مطالعہ بنا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تحریر میں کہیں پیچیدگی یا جھول نہیں آتا۔ طرزِ تحریر سادہ اور اندازِ بیان موثر ہے۔

کسی بھی سوانح عمری میں، صاحب تذکرہ کے احوال و افکار کے ساتھ اس کے معاصرین کے علاوہ اس کے خاندان اور نیاگان کا تذکرہ ایک بدیہی امر ہے۔ زیرِ نظر کتاب بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ مگر مصنف نے اس قسم کے تذکرہ کو طوالت سے بچایا ہے اور اختصار سے ایسی شخصیات اور واقعات کا ذکر کر کے آگے بڑھ گئے ہیں۔

سب سے اہم بات، جو اس کتاب کا ما بہ الامتیاز ہے، یہ کہ مصنف نے کسی مقام پر نسلی و نسبی تفاخر سے اپنے قلم کو آلودہ نہیں کیا ہے یا کسی شخصیت کو کم تر ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اپنے والد ماجد کی شخصیت پیش کرنے میں ''شفقت پدری'' پر ''ادب پسری'' کو غالب نہیں آنے دیا ہے اور حالات و واقعات کو ان کی معروضی کیفیت میں پیش کیا ہے۔

زیر نظر کتاب ایک شخصیت کا تذکرہ ہونے کے علاوہ بہت سے عہد ساز شخصیات کے تذکرے اور علاقے کی تاریخ کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔ یہ کتاب مختصر ہونے کے باوجود بیش بہا معلومات کا خزانہ بن گئی ہے اور اپنے موضوع کے اعتبار سے اولین اور معتبر ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اہل علم و فضل اس کتاب کو بنظر استحسان دیکھیں گے۔ سلطان العصر حضرت سیّد ولی محمد شاہ قدس سرہٗ العزیز کے وابستگان کے علاوہ دوسرے حضرات بھی اس سے مستفید ہوں گے۔ میری دعا ہے کہ اس کتاب کے مصنف سیّد نور عالم القادری کی سعی عنداللہ وعندالناس مشکور ہو۔ آمین ثم آمین۔

بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

پرنسپل
گورنمنٹ اسلامیہ ڈگری کالج
سانگلہ ہل

خاکپائے درویشان
سیّد خورشید حسین بخاری

# حرفِ آغاز

میرے پاس حضرت سید ولی شاہؒ کے چھوٹے صاحبزادے جناب سید نور عالم تشریف لائے۔ مجھے ایک مسودہ عطا کیا جو کہ بہاول نگر کی بہت بڑی روحانی شخصیت کی سوانحِ حیات پر مبنی تھا۔ حکم تھا کہ اس پر اپنی رائے تحریر کروں۔

ویسے تو تصوف و فلسفہ میرا محبوب موضوع رہا ہے مگر پہلی مرتبہ مجھے تصوف پر کچھ لکھتے ہوئے جھجک سی محسوس ہوئی۔ اس کی ایک وجہ شاید یہ بھی ہوسکتی ہے کہ میں بنیادی طور پر ناقد نہیں ہوں۔ اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ابھی تو میری طالب علمی کا ابتدائی دور ہے۔ اور اس ابتدائی دور میں اتنی بڑی ہستی پر کیا تحریر کرسکوں گا۔ لیکن حکم تھا سو زیرِ مطالعہ سوانحِ حیات بعنوان ''چادر پوش ولی'' کا مطالعہ شروع کیا اس کے مطالعے کے دوران جہاں حضرت سید پیر ولی شاہؒ کی ذات بابرکات کے کئی اسرار مجھ پر کھلے وہیں مجھ پر منکشف ہوا کہ کبھی رنگوں سے کھیلنے والا اور کبھی لطیف سے شعر کہنے والا خاموش سا سنجیدہ سا شخص (سید نور عالم) اس قدر گہرا بھی ہے۔

میں ان کی بہت سی خوبیوں سے شناسا تھا۔ ان کی فہم و فراست کا قائل بھی، یہ بھی جانتا تھا کہ انہوں نے زندگی کا ایک بڑا حصہ مطالعہ ہی میں صرف کر دیا۔ لیک اکثر حیرت بھی ہوتی کہ انہوں نے کبھی اپنی علمیت کا رعب نہیں ڈالا۔ وہ ہر طرح کے علوم پر کتب پڑھتے نظر آئے۔ دنیاوی، دینوی، شاعری و فلسفہ خاص طور پر **Fine Arts** سے جڑے ہوئے علوم ان کی خاص دلچسپی رہے۔

انہوں نے دو سال قبل مجھ سے جب ذکر کیا کہ پیرِ کامل سید ولی شاہؒ کی سوانح حیات تحریر کر رہا ہوں تو مجھے اندازہ بھی نہ تھا کہ آپ اس قدر بڑا نثر پارہ تخلیق کر پائیں گے۔ اب جبکہ یہ کتاب میرے زیرِ مطالعہ ہے تو جہاں پر مرشدِ کامل سید ولی شاہؒ کی ہستی

کے رموز آشکار ہو رہے ہیں۔ وہیں مجھ پر ایک بڑا تخلیق کار سید نور عالم کی صورت میں منکشف ہوا۔

انہوں نے حضرت سید ولی شاہ ؒ کی حیات کو مختلف ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ اور ہر دور کو وضاحت و عقیدت سے بیان کیا ہے۔ خاص طور پہ انہوں نے ان ادوار کو جو عنوان دیے ہیں وہ قابلِ تحسین ہیں۔

میں نے سوانحِ حیات میں برموقع اشعار سے بھی خوب حظ اٹھایا۔ مثلاً وہ فقیری کے حصول میں کیے گئے جن کا کر کرتے ہوئے اس شعر کو مثالیہ بناتے ہیں۔

بھیک فقیری کٹھن ہے لوکاں بھانے کھیل
جُھگا پُھو کے اپنا تاں صاحب سے میل

ایک مقام پر حضرت پیر ولی شاہؒ کو اپنے مرشد کے درشن ہوتے ہیں۔ وہاں مصنف ان کے جذبات کو اس شعر سے اجاگر کرتے ہیں۔

لاکھ پیالے بھر پیئے مستی چڑھی نہ نین
اک قطرہ گر گیان کا جن مست کیا دن رین

ایک اور جگہ وہ مرشد کے فلسفے پر لکھتے ہوئے اس شعر سے وضاحت کرتے ہیں۔

ہر کہ خدمت کردا او مخدوم شد
ہر کہ نخوت کردا او محروم شد

یہ تو چند ایک مثالیں تھیں۔ اسی طرح وہ بروقت اشعار کے استعمال سے تحریر کو پر اثر بناتے ہیں۔ انہوں نے جس طرح واقعات کو بنا ہے وہ یقیناً ایک ذمہ دار لکھاری ہی کر سکتا تھا۔

میرے خیال میں کسی کی سوانحِ حیات تو لکھنا ویسے ہی مشکل کام ہے اور پھر جب یہ تصوف اور فلسفے کے حوالے سے ہو تو اور بھی مشکل کام ہو جاتا ہے کہ موضوعِ گفتگو شخصیت کی جھلک بھی نظر آئے اور اس کی تعلیمات و فلسفہ کی بھی وضاحت ہو اور اس کے ساتھ ساتھ لکھنے والے کے اپنے فلسفہ اور مافی الضمیر کا بھی پتہ چلتا رہے۔ یہ یقیناً ایک مشکل کام ہے عین اسی طرح جس طرح دنیا داری کے ساتھ ولایت کی منازل طے

کرتا ہوں۔ اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں سید نور عالم نے بہت کامیابی سے اپنا فلسفہ اور موضوعِ گفتگو ہستی کی تعلیمات کو اس سوانحِ حیات کی صورت میں پیش کیا ہے۔ یہ کام اتنا آسان اور اتنا سادہ نہیں تھا شاید یہی وجہ ہے کہ سید نور عالم نے قریباً دو سال تحقیق و تحریر کی غرض سے عمومی دنیاوی کاموں میں دلچسپی نہ لی گو کہ مصنف کو حضرت سید پیر ولی شاہؒ کا تحریری مواد نہ ہونے کے برابر ملا اور شاید اس سوانحِ حیات میں تاخیر کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ انہیں آپ حضرت کے متعلق بہت سی معلومات کی تصدیق کے لیے بہت سے لوگوں سے ملاقاتیں بھی کرنا پڑیں۔ ان کے پھیلائے ہوئے علوم (جو کہ سینہ بہ سینہ سفر کر رہے تھے) کو جستجو کر کے تحریری شکل دی۔

آپ کی عنایات و کرامات کو بیان کیا۔ آپ کا عام لوگوں سے رویہ اور آپ کی دلچسپیوں کے بارے میں تحریر کیا۔ آپ حضرت کا شعری ذوق بھی کمال تھا۔ موضوعِ تحریر ہستی سید پیر ولی شاہؒ کا فیضان عام تھا اور یہ فیضان اب بھی جاری ہے۔ اب جب آپ پر تحریر کی گئی کتاب پر کچھ لکھنے کا شرف حاصل ہو ہی رہا ہے تو میں ماضی کی کھڑکی سے جھانک رہا ہوں مجھے یاد آ رہا ہے کہ ہمارے بچپن میں اپ حضرت جب کبھی بھی ہمارے ہاں تشریف لاتے تو میرے اور میرے بڑے بھائی اقبال بدر کے درمیان شعروں کا مقابلہ کروایا کرتے اور جیتنے والے کو اپنی جیب سے انعام عطا فرمایا کرتے۔ اسی حوصلہ افزائی نے ہم بھائیوں میں مقابلے کی فضا پیدا کی اور زیادہ سے زیادہ اشعار یاد کرنے کی طرف راغب کیا۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے پہلا شعر بھی اسی مقابلے کے لیے کہا تھا ہو سکتا ہے وہ شعر اب قابلِ فکر نہ ہو لیکن وہ شعر آپ حضرت کی برکت سے میرے شعری سفر میں پہلا قدم تھا۔ جس پر مجھے اب بھی وہ الفاظ یاد ہیں جب آپ حضرت نے میرے والدِ محترم سے فرمایا تھا یہ بچہ یقیناً ایک دن کوئی بڑا کام کرے گا۔

گو کہ میں ابھی تک اس سطح کا کوئی بڑا کام تو نہیں کر سکا مگر سفر میں ضرور ہوں اور ان کی دعاؤں کے اثر میں ہوں۔ اس سوانحِ حیات کے بارے میں لکھا تو بہت کچھ جا سکتا ہے لیکن بہتر ہو گا کہ سوانحِ حیات ہی کو پڑھا جائے۔

جہاں تک میں سمجھتا ہوں کسی بھی شخص اور کاص طور پر عالم، فاضل اور صاحبِ

طریقت ہستی کا عرس منا لینا ہی کافی نہیں۔ بلکہ ان کی فیوض و برکات، کردار و تعلیمات کو محفوظ کرنا یقیناً انتہائی محبت اور عقیدت کا ثبوت ہے۔ اور میں اس لازوال و بے مثال ہستی کے ساتھ سید نور عالم کی عقیدت اور محبت پر انہیں مبارک پیش کرتا ہوں اور آپ کی تعلیمات تحریری صورت میں محفوظ ہونے پر آپ حضرت سے عقیدت رکھنے والے تمام لوگوں کو مبارک پیش کرتا ہوں۔

اعجاز ثاقب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

کسی بھی شخص کی سوانح عمری اور خصوصا روحانی تذکرہ مرتب کرنا ایک مشکل، محنت طلب کام ہے اور روحانی تذکرہ میں نے اس لیے کہا کہ واقعات کا تسلسل و تواتر اور حقائق کے لیے جستجو مسلسل کرنی پڑتی ہے اور ذمہ داری کا بار بڑھ جاتا ہے۔

تذکرہ حضرت سید ولی محمد شاہؒ بہ موسوم ''چادر پوش'' میری اپنی خواہش تھی کہ حضرت صاحب کا تذکرہ ضرور تحریر کیا جائے۔

یہ نیک کام آپ کے سب سے چھوٹے صاجزادے جناب نور العالم گیلانی صاحب نے تقریباً دو سال کی تحقیق اور محنت کے بعد تمام و اکمل کیا ہے اور حلقہ عقیدتمندوں سے فرداً فرداً ملاقات کی ہے۔

اس تذکرہ کی ضرورت و اہمیت اس لیے بھی تھی کہ ضلع بہاول نگر خصوصاً اور پورا پاکستان عموماً حضرت صاحب کے فیوض و برکات، کرامات و دعاؤں سے فیض یاب ہوا ہے اور حضرت صاحب کا فیض اب بھی جاری ہے جس کا مستفیض ایک میں بھی ہوں۔

اللہ ربّ العزت جناب سید نور العالم گیلانی صاحب کو اس جزائے خیر کی اپنی و دنیاوی برکات سے نوازے۔

محسن رضا جوئیہ
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
انجمن فیصل کالونی بہاول پور

# رحمت بیکراں

از پروفیسر صاحبزادہ سید فخر حسین بخاری زید علمہٗ وفضلہٗ

میں ہوں اک بندہ خطاوار و خطا پرور مگر
ہے اسی نسبت سے اس کی مجھ پہ رحمت کی نظر

اس کی رحمت سے اگر مایوس میں ہو جاؤں گا
پھر کہاں پر، کس ڈگر پر راستہ میں پاؤں گا

میں تو اپنی غفلتوں سے کر رہا ہوں سازشیں
پھر بھی کرتا ہے وہ مجھ پر رحمتوں کی بارشیں

میری غفلت بے کنار و بے شمار و بے حساب
اس کی رحمت بے کنار و بے شمار و بے حساب

# حمد باری تعالیٰ

ہر اک جا تو ہی تو جلوہ نما ہے
خدایا تو میرا مشکل کشا ہے
تو ہی رب محمد مصطفیٰ ﷺ ہے
تو ہی مقصودِ قلبِ اولیاء ہے
میرے لب پہ تیری حمد و ثناء ہے
تیرا لطف و کرم ہے اور کیا ہے
تو باسط تو ہی منظّم تو ہی مالک
سبھی مخلوق کو تو پالتا ہے
تیرا ''لاتقنطو'' فرمان ہے مولا
اسی کا عاصیوں کو آسرا ہے
دکھا دے شوکتِ اسلام پھر سے
سپاہِ کفر سے پالا پڑا ہے
ہمارے واسطے اتنا ہے کافی
تو ممدوحِ لسانِ مصطفیٰ ﷺ ہے
تیرے انوار کے ہر سمت جلوے
تیرا ہی نور ہر سو بولتا ہے
تیرا اے نور بیڑا پار ہو گا
تو مردِ حق غلامِ مصطفیٰ ﷺ ہے

سید نور العالم گیلانی القادری

# دعا

مولا آنکھیں پرنم ہیں ہونٹوں پر فریاد ہے
زبان لڑکھڑا رہی ہے تیرا بندہ تیرے در
پر سر جھکائے کھڑا ہے میرا کوئی ٹھکانہ نہیں
مجھے اپنی رحمت کی چادر میں چھپائے میرا سر شرم
سے جھکا ہوا ہے میرے آنسوؤں کی لاج رکھ لے
میرے لیے اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دے
تیرے سامنے تیرا بندہ دامن دراز کیے ہوئے
ہے اے میرے جسم و جاں کے مالک مجھے وہ طاقت
عطا کر کہ میں اچھے برے کی تمیز کر سکوں اس
جہاں کے پیدا کرنے والے ہر چیز تیرے گیت
گا رہی ہے ہر چیز میں تیری کار اگری نمایاں
ہے روز قیامت خدایا تو خوش ہو اور نبی ﷺ
تو میں کہہ سکوں گا کہ میری مرادیں پوری ہوئیں

سید نور عالم القادری عفی عنہ

# شاہِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم

کری او رے نجر ہمری طرف شاہِ مدینہ ﷺ
رتیاں رے کٹیں کیسے ہوا مشکل ہوا جینہ
نیناں مورے برسیں توری یاد میں اکثر
ے ساقی پلا ایسی ھووے روشن مورا سینہ
کرپا جو توری ہووے موہے پار لگیو
بگڑی ہے پون آقا مورا ڈولے ہے سفینہ
ہم تو ہیں تورے بانورے لج اکھیو رے ہمری
چرنوں میں پڑا ہوں تورے اے ماہِ مبینہ
ہیں کون و مکاں تورے تورے ارض و سما بھی
تو نور اعلےٰ نور تیرا عطر پسینہ

سید نور عالم القادری

# غوثِ اعظم دستگیرؓ

مظہرِ انوارِ یزداں غوثِ اعظم دستگیرؓ
نائبِ شاہِ رسولاںؐ غوثِ اعظم دستگیرؓ

تاجدار ملکِ عرفاں غوثِ اعظم دستگیرؓ
افتخارِ بزمِ خو باں غوثِ اعظم دستگیرؓ

صاحبِ لطفِ فراواں غوثِ اعظم دستگیرؓ
باعثِ احیائے ایماں غوثِ اعظم دستگیرؓ

آپؓ رزمِ حق و باطل میں ہیں شمشیر علیؑ
آپؓ سے شیطان ہے لرزاں غوثِ اعظم دستگیر

ہے معطر آپؓ سے گلزارِ آل مصطفیٰ
آپ ہیں حسنِ گلستان غوثِ اعظم دستگیرؓ

جس طرف سے آپ فرمائیں گزر اس سمت کا
ذرہ ذرہ مہر ساماں غوثِ اعظم دستگیرؓ

عارفوں کے رہبر و سلطان و سرور آپ ہیں
اولیاء ہیں تابعِ فرماں غوثِ اعظم دستگیرؓ

دم قدم سے آپ کے ہیں دو جہاں کی رونقیں
آپ ہیں جانِ بہاراں غوثِ اعظم دستگیرؒ

چارہ گر ہیں مونس و غم خوار لاچاروں کے ہیں
مدعائے غم نصیباں غوثِ اعظم دستگیرؒ

جس نے تھاما ان کا دامن واصلِ حق ہو گیا
حق کا در دربارِ جیلاں غوثِ اعظم دستگیرؒ

قَدَمِی ھٰذِہٖ آپ کی عظمت کا ہے ادنی سا عکس
آپ ہیں محبوب سبحاں غوثِ اعظم دستگیرؒ

ہے مریدی لا تخف فرمان آقا آپ کا
اس پہ ہر عاصی ہے نازاں غوثِ اعظم دستگیرؒ

آپ نے ہی آشنا بندوں کو مولا سے کیا
رہنمائے نوعِ انساں غوثِ اعظم دستگیرؒ

اک نگاہ مہر میرے تیرہ دل پر کیجئے
آپ ہیں مہر درخشاں غوثِ اعظم دستگیرؒ

مجھ کو بھی حاصل ہو یا میراں حضوری کا شرف
آپؒ کے صدقے میں قرباں غوثِ اعظم دستگیرؒ

آپ کی آرام گاہ ہے جب ہی ہے بغداد کی
سرزمیں جنت بداماں غوثِ اعظم دستگیرؒ

گوہرِ دریائے ایقاں غوث اعظم دستگیرؒ
پیشوائے پیشوایاں غوثِ اعظم دستگیرؒ

ظاہر و باطن میں قول و فعل میں ہیں سر بسر
کاشفِ اسرارِ قرآن غوثِ اعظم دستگیرؒ

اک نظر انوارِ مضطر پر بھی یا پیرانِ پیر
یہ بھی ہے رحمت کا خواہاں غوثِ اعظم دستگیرؒ

# یا شاہ کمالؒ گیر دستم

کونین کی بہار رخ شہ کمالؒ ہے
محبوب کردگار رخ شہ کمالؒ ہے
تسکین جان زار رخ شہ کمالؒ ہے
ہستی کا اعتبار، رخ شہ کمالؒ ہے
ذاتِ حضورؐ حاصل ہر دو جہان ہے
گیتی کا افتخار رخ شہ کمالؒ ہے
یہ آئینہ ہے نورِ الٰہی سے مستنیر
اس درجہ بے غبار رخِ شہ کمالؒ ہے
وہ دل ہے مثل عرش معلیٰ کہ ضوفگن
جس دل میں میرے یار رخ شہ کمالؒ ہے
جو کیف لازوال سے ہر بے قرار کو
کرتا ہے ہم کنار رخ شہ کمالؒ ہے
کرتا نہیں جو بے رخی غیروں سے بھی کبھی
وہ فخر روزگار رخ شہ کمالؒ ہے
آلِ نبیؐ کے باغ میں، گلزار غوثؓ میں
مانند نو بہار رخِ شہ کمالؒ ہے
اس دل کے آئینے میں جدھر دیکھتا ہوں میں
ہر سمت نو بہار رخ شہ کمالؒ ہے
تاج سر شہاں پہ مشرف ہے نقش پا
عرفان کا سنگار رخ شہ کمالؒ ہے

انوؔار اس پہ کیجیے اب ختم منقبت
قدرت کا شاہکار رخ شہ کمالؒ ہے

سید انوؔار گیلانی

# دامانِ علی احمدؒ

بڑے خوش بخت ہیں دنیا میں مستان احمدؒ
رواں ان پر ہے ہر دم بحرِ فیضانِ علی احمدؒ

سدا مدہوش ہی رہتے ہیں رندان علی احمدؒ
بھلا کیوں غمزدہ ہوں عشق بازانِ علی احمدؒ

خدا کے فضل سے ان پر ہے دامانِ علی احمدؒ

یہ ہے دھوکے کی دنیا اور کیا رکھا ہے دنیا میں
غم دنیا ہے دنیا میں غم عقبےٰ ہے دنیا میں

ہوا غم دور آ کر کامل اکمل کی دنیا میں
ہوئے دونوں جہاں ان کے ہوا جو ان کی دنیا میں

بھلائیں پھر بھلا کیوں کہ یہ احسانِ علی احمدؒ

یہی تو ہے در غوث الوریٰؓ اس در کے بنجاؤ
گناہ دھل جائیں گے اس گھر آپ گھر کے بنجاؤ

خلوصِ دل ہے گر دل میں تو پھر دلبر کے بنجاؤ
کبھی ہٹنا نہ تم اس راہ سے رہبر کے بنجاؤ

یہی تو ہے در جانانہ جانانِ علی احمدؒ

یہی ہے کیتھلی در جو بنا ولیوں کا کاشانہ
یہی ہے قادری در خاص جیلانیؓ کا میخانہ

کمالیؒ جام میں مضمر مئے وحدت کا پیمانہ
یہ ساغر پی لیا جس نے ہوا وہ خود سے بیگانہ

الٰہی کر کرم کہلائیں رندانِ علی احمدؒ

اسی محفل میں ہر دکھیا دلوں کا کام بنتا ہے
اسی محفل میں کیف آور کمالیؒ جام ملتا ہے

اسی محفل میں جلوہ یار کا بے دام ملتا ہے
اسی محفل میں ہر اہل نظر کو رام ملتا ہے

نبھائیں صدق دل سے ہم جو فرمانِ علی احمدؒ

اگر یاد آوری میں یار ہی کی خاتما ہو گا
زبان پر اس کے ہی یا مصطفیٰؐ یا مرتضیٰؑ ہو گا

لبوں پر نعرہ حسنینؓ یا غوث الوریٰؓ ہو گا
اسی کے چار سو نور خدا جلوہ نما ہو گا

خدارا بن کے دکھلا دو فدائیانِ علی احمدؒ

قسم خورشیدؒ کے جلوؤں کی وہ ہے شان یکتائی
ہوا مقبول ان مقبول نظروں کا تمنائی

علی احمدؒ کے دیوانوں تمہاری بات بن آئی
اے عاجزؔ ایسے بنجاؤ کہیں وہ اپنا شیدائی

پکارے خود خدا یہ ہیں غلامانِ علی احمدؒ

# صاحب عرفان

ولی ہیں صاحبِ عرفان ہیں بابا ولی شاہؒ
خدائے لم یزل کی شان ہیں بابا ولی شاہؒ
نہیں ممکن کہ ہو ہم سے بیاں شانِ ولایت کا
نبوتؐ کا گلِ ریحان ہیں بابا ولی شاہؒ
گلستان کمالی کے گلِ بے خار ہیں واللہ
چراغ محفلِ جیلان ہیں بابا ولی شاہ
بھلا کیوں نہ ہمیں ہو ناز ان کی ذاتِ والا پر
بزرگانِ سلف کی آن میں بابا ولی شاہؒ
یہ دینِ حق کے شیدائی غلام ساقیِ کوثر
سراپا حاملِ قرآن میں بابا ولی شاہؒ
غریبوں بے نواؤں بیکسوں کے حامی و ناصر
بڑے ہی محسنِ انسان ہیں بابا ولی شاہؒ
کروں کیا عرض میں لطف و کرم کا آپ کے آقا
بڑے احساںؔ پر احسان ہیں بابا ولی شاہؒ

منشی عبدالسلام احساںؔ القادری

# ولی شاہؒ

جبینیں شوق سے جھکتیں تیرے دربار ولی شاہؒ
جنوں بڑھتا ہی جاتا ہے کہ دو دیدار ولی شاہؒ
زمانہ کیوں نہ روئے گا لپٹ کر آستانے سے
تیرے غم میں بھی روئے ہیں سبھی کہسار ولی شاہؒ
ہے مرقد پہ سجی دیکھی تیری تصویر پیاری سی
خیالوں میں بسایا ہے تیرا شاہکار ولی شاہؒ
نسیمِ صبح بھی آ کر تیرا طواف کرتی ہے
گھٹائیں ابر رحمت ہیں تیرے دربار ولی شاہؒ
ہو منبع نورِ ہدایت کا سمندر ہو ولایت کا
پھنسی منجدھار میں نیا لگا دو پار ولی شاہؒ

سید نور عالم القادری

# صاحب حال

جس طرح مشاہدہ کا بیان مشاہدہ نہیں ہوتا اسی طرح صاحب حال پڑھنے یا سننے والی بات نہیں وہ دیکھنے والی شے ہے۔ اس کے جلوے خرد اور جنوں کی سرحدوں پر ہوتے ہیں۔ جذب اور سلوک کے درمیان ایک منزل ہے۔ جسے حال کہتے ہیں۔ جہاں اہل عقل کی حد ہے وہاں سے صاحب حال کی سرحد شروع ہوتی ہے۔ وہ ایسا صاحبِ جنوں ہے جو خرد کی گتھیاں سلجھا چکا ہے۔

اس کی نگاہ سات رنگوں سے بہت آگے ہوتی ہے وہ اس کائنات میں ایک نئی کائنات دریافت کر چکا ہوتا ہے اس پر عجیب عجیب انکشافات ہوتے ہیں۔ اس پر راز ہائے سربستہ کھلتے ہیں۔

وہ زمین و آسمان کے انوکھے رشتوں کا مسافر ہوتا ہے۔ صاحب حال قطرے میں قلزم اور ذرے میں صحرا دیکھنے کی قدرت رکھتا ہے۔ وہ ذات اور صفات کے تعلق سے آشنا ہوتا ہے کہ عیاں کا رابطہ ہر حال میں نہاں سے قائم ہوتا ہے۔ صاحب حال خود ہی آخری سوال ہے اور خود ہی آخری جواب۔ وہ جو دیکھنے میں خاک نشیں نظر آتا ہے۔ حقیقت میں عرش نشیں ہے۔

اس کی پیشانی زمین پر ہوتو سجدہ گاہ آسمان پر ہوتی ہے۔اس کا دل اس کی آنکھ میں ہوتا ہے اور آنکھ دل میں ہوتی ہے۔

صاحبِ حال نمی دانم کے پردے میں دانائی کے چراغ جلاتا ہے اس کی خاموشی میں جمالِ گفتگو کے جلوے ہوتے ہیں۔ اس کی محفل میں گردشِ زماں و مکاں رک سی جاتی ہے۔ اس کا انداز نظر جدا ہوتا ہے۔ وہ معمولی سے واقعہ کو غیر معمولی اہمیت دیتا ہے۔ درخت سے پتا گرے تو پکار اٹھتا ہے۔

پتا ٹوٹا ڈال سے لے گئی پون اڑا
اب کے بچھڑے کب ملیں گے دور پڑیں گے جا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صاحب حال سے ملاقات ہوئی۔ ایک دور کا پیغمبرؑ اپنے دور کے صاحب سے مل کر حیران رہ گیا۔ کہ یہ کون سا علم ہے؟

کتاب کا علم! کتاب کا علم تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھی تھا۔ بلکہ کتاب ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس تھی۔ صاحب حال کسی اور زمانے کے واقعات میں مصروف تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے زمانے کا حال دیکھ رہے تھے۔ نتیجہ ''ھذافراق بینی وبینکم'' یعنی جدائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عرفان میں شک نہیں ہوسکتا آپ کے مقام پر شک نہیں ہوسکتا۔ آپ کی بصیرت پر شک نہیں آپ کے عصا، ید بیضا اور کلیمی پر شک نہیں۔ لیکن صاحب حال آپ کی پہچان میں نہ آ سکا۔ صاحب حال کا علم ''لدنی'' ہے مخفی ہے وہ علم جو کتاب میں نہیں وہ صرف جنوں سے ملتا ہے۔ نظر سے ملتا ہے نصیب سے ملتا ہے۔ یقیناً اسے اللہ تعالیٰ کا خصوصی مظہر کہنا چاہیے۔

ایک صاحب حال مولانا روم سے ملا! بولا مولانا یہ علم کیا ہے؟ مولانا نے کہا۔ اسے آپ نہیں جانتے۔ صاحب حال نے اپنا علم ظاہر کیا مولانا بولا یہ کیا علم ہے صاحب حال بولے۔ جسے تم نہیں جانتے بس پھر اس کے بعد مولانا روم غلام شمس تبریزؒ ہو کر رہ گئے۔

مولانا بھی صاحب حال ہو گئے۔ پیر روی کی صحبت میں مرید ھندی صاحب حال ہو گئے بلکہ صاحب اقبال ہو گئے۔

صاحب حال صاحبِ عشق ہوتا ہے صاحبِ وجدان ہوتا ہے سب سے بڑی بات کہ صاحبِ نصیب ہوتا ہے۔

یہاں تک بھی کہا جاتا ہے کہ ''فقراء کرام سے سرزد ہونے والی کرامتیں بھی حضورؐ کی رحمتوں کے جلوے ہیں۔ حضور اکرمؐ کو نورِ خدا کہا جاتا ہے اور ولی چونکہ مظہر عشق نبی ہتھو ہے۔ اسے مظہر نبی ﷺ یا مظہر نور خدا کہا جا سکتا ہے۔ پیر کو عشق میں صورت ظلِ الہٰ کہنا جائز ہے۔ مولانا رومؒ نے اسے یوں کہا ہے۔

ہر کہ پیر و ذات حق رایک ندید
نے مرید و نے مرید و نے مرید

صاحب حال کو مرد حق آگاہ کہا گیا ہے کبھی اسے صرف مرد مومن بھی کہتے ہیں صاحب حال حق و آگہی حق شناسی کے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے۔

جہاں وہ اناالحق کہہ اٹھتا ہے۔ اس ایک اناالحق میں کتنی حقیقتیں پنہاں ہوتی ہیں۔ یہ کوئی صاحب حال ہی جانتا ہے۔ دیکھنے والی بات یہ ہے کہ اس کائنات میں کوئی ہے جو پردے کے پیچھے موجود ہے جس کا قرب انسان کو صاحب حال بنا دیتا ہے ایسی ذات جو نظر ملا کر انسان کو بدل کے رکھ دیتی ہے۔ دیکھنے والے بے خبر رہتے ہیں اور بدلنے والا بدل چکا ہوتا ہے وہ ذات علم لدّنی کے خزانے لٹاتی ہے اور پھر صاحب حال جہاں جہاں سے گزرے راستے جگمگا اٹھتے ہیں۔

صاحب حال بنانے والی ذات پہ سلام ہو

جن لوگوں کو اس دنیا میں رہ کر گیان عرفان حاصل ہوا ان پر گزرنے والے واقعات سے معلوم ہو گا کہ ہر ایک پر الگ الگ کیفیات مرتب ہوئیں۔ الگ الگ تجربات سے گزرنے نتیجہ یکساں تھا کہ اس کی ذات کی پہنچان انسان کے بس میں نہ ہے۔ کچھ لوگ مسلسل استغراق میں رہے۔ اور استغراق میں انہیں حق شناسی عطا ہوئی۔ کسی کو تنہائیوں میں گوہر مراد ملا کسی کو محفلوں میں راز ملا کسی نے قوالی میں پایا کسی کو دعا نصیب ہوئی۔ کوئی مسرتوں میں سرشار کر دیا گیا۔ کسی نے مشاہدے میں کسی نے مجاہدے میں انسان اس کی راہ پر گامزن ہو جائے تو کسی نہ کسی صورت میں اس بے صورت کا جلوہ مل ہی جائے گا۔ وہ ذات اپنے چاہنے والوں کو الگ الگ مقامات پر نوازتی ہے۔

وہ دار پر بھی ملا، اور سنگ دریار پر بھی ہر اک نے اپنے آپ کو صاحب منزل ہی سمجھا کچھ لوگ خاموش رہ کر منزل پا گئے کچھ لوگ گویائی کے چراغ جلا کر روشن ہو گئے۔ کچھ محبوب بنا دیئے گئے۔ کچھ محبّ یہی تو کمال ہے عطا کرنے والے کا کہ دل بھی اس نے بنایا، دلبری بھی اس نے پیدا فرمائی، جلوے بھی اس نے عطا کیے اس ذات کی طرف سے ملنے والی ہر شے اعجازِ منزل ہے۔

اس لیے ہم تاریخ میں دیکھتے ہیں کہ ایسے لوگ بھی آئے جو فقیر تھے اور سر پر تاج تھا۔ ایسے محرم راز بھی آئے جن کے پاس یاد الٰہی تھی اور فاقہ تھا۔

ایسے لوگ بھی آئے جو اللہ کی راہ میں سب کچھ نثار کرتے رہے ان کا مقام بلند و بال ہے۔ انہوں نے خون سے کربلائیں سیراب کیں انہوں نے کسمپرسیوں میں نبی ﷺ کی ذات پر سلام بھیجا۔ سلام تو وہ کہ اے بادصبا آج خراماں خراماں چلو آج ارض حرم میں جاؤ اور حضرت زین العابدینؓ کا اس روضہ پر سلام کہو جس میں نبی محترمؐ ہیں۔ سلام کا یہ انداز بس انہیں کا حصہ ہے ان کی قربانیاں تسلیم و رضا کے لیے تھیں اور تسلیم و رضا کے لیے رخصت ہوئے۔ ان کے نقش قدم وقت نے محفوظ کر لیے۔

ان کے آستانے آباد رہ گئے ہر زمانے میں انہی کے جلوے رہے حکومتیں آتی ہیں چلی جاتی ہیں بادشاہ آئے چلے گئے۔ کتنے ظلِ سبحانی آئے اور آخر کار فنا کی پستیوں میں غرق ہوئے۔

درویش لوگ اس کے راستوں پر چراغ جلاتے ہیں اس کے راہ پر چلنے والی سنگتیں تیار کرتے ہیں اس کے راستوں کو آسان بناتے ہیں یہی لوگ رہتی دنیا تک نیک نامی کی آغوش میں رہیں گے زمانے بدل جائیں صدیاں بیت جائیں ولی کا آستانہ اس کی رونقیں اور برکتیں ختم نہ ہوں گی۔

یہ اللہ کریم کا احسان ہے کہ وہ اپنی راہ پر چلنے والوں کو اپنی راہ کی آسانیاں اور جلوے عطا فرماتا ہے وہ ان لوگوں کو آمادہ سفر کرتے ہے اور ان لوگوں کے سفر میں اپنی عنایات کو شریک سفر رکھتا ہے اور ان کو اپنے قرب کی منزل عطا فرماتا ہے۔

اگر آج لوگوں میں کوئی انتشار خیال ہے تو اس لیے کہ وحدت عمل نہیں وحدتِ فکر وعمل عطا کرنا وقت کے صاحب حال کا کام ہے صاحب حال بنانے والی نگاہ کسی وقت بھی مہربانی کر سکتی ہے۔ وہ نگاہ ہی مشکل کشا ہے نجانے کب کوئی صاحب حال قطرہ شبنم کی طرح نوک خار پر رقص کرتا ہوا آئے اور لوگوں کے دل و نگاہ میں سماتا ہوا وحدت عمل پیدا کر جائے اور ایک بار پھر

ہاتھ آ جائے مجھے میرا مقام اے ساقی

واصف علی واصف

# موضع پیر شاہ

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا کیں دولت از گفتار خیزد

برصغیر میں شریعت اسلامیہ کی ترویج اور تصوف و روحانیت کے احیاء کے لیے اولیاء کرام نے گراں قدر خدمات سرانجام دیں ہیں اور اپنی عظمتوں کے نور سے جہاں کو منور کیا اور یہیں آسودہ خاک ہو کر اپنی جائے مدفن کو شہرتِ لازوال سے ہمکنار کیا۔

دنیا بھر میں چھوٹے چھوٹے گاؤں وجود میں آتے ہیں اور ناپید ہو جاتے ہیں۔ کبھی کبھی یہ گاؤں قصبے کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور پھر شہر بن جاتے ہیں اور اپنے نام سے زندہ رہتے ہیں لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ کسی گاؤں میں کوئی غیر معمولی شخص پیدا ہوا اور اس شخص نے غیر معمولی کارنامے انجام دیے اور تاریخ میں ایک جاودانی مقام حاصل کر لیا۔ تاریخ کا یہ بڑا آدمی اپنی جائے ولادت کو بھی شہرتِ دوام بخش دیتا ہے اور چھوٹا سا غیر معروف گاؤں بڑے بڑے نامی گرام مشہور شہروں کا ہمسری کا دعویدار ہو جاتا ہے۔

اگر یہاں کی تاریخ کا بہ نظر غائر مشاہدہ کیا جائے تو ہمیں جو ابتدائی معلومات حاصل ہوتی ہیں ان کے مطابق ڈیرہ غازی خاں کے ساتھ سید حضرت علی احمد گیلانیؒ کا نام مبارک ہونٹوں پر مچل جاتا ہے آپ نے اپنے قدمِ میمنت لزوم سے اسے نوازا اور سنوارا ہے اسی طرح ملتان کے ساتھ بہت سے اولیاء کرام کا تصور ذہن میں آ جاتا ہے۔ چشتیاں شریف حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کے نام سے جانا جاتا ہے تو گیرے شریف اور خواجہ غلام رسولؒ لازم وملزوم ہیں۔

ایسے ہی قصبہ پیر شاہ کی شہرت حضرت سلطان العصر سید ولی محمد شاہ قدس اللہ کے

نام کے ساتھ ہے گو کہ اس کے بانی حضرت سید پیر شاہؒ ہیں۔

حضرت سید ولی محمد شاہ قدس اللہ جن کے علمی روحانی مقام سے ہر اک آگاہ ہے ان کی صحبت میں بیٹھنے والا یقین و معرفت کی روشنی سے سرشار ہو جاتا ہے شعور اور عرفان الٰہی سے سیراب اور فیضاب ہو جاتا ہے یہ سلسلہ یونہی چلتا رہتا ہے چراغ سے چراغ جلتا رہتا ہے اسی طرح ان بزرگوں کے کشف و کرامات کے بارے میں سوچا جائے تو ایک تصور سے دوسرا تصور روشن ہو جاتا ہے۔ کوئی علاقہ اولیاء اللہ کے بغیر نہیں رہا چاہے وہ لاہور میں داتا صاحبؒ کی صورت میں ہوں یا اجمیر میں معین الدینؒ کی صورت میں اولیا اللہ رضا الٰہی کی خاطر اپنا سفر جاری رکھتے ہیں۔

ایسے میں انہیں مخصوص مقام کی طرف کوچ کرنے کا حکم ملتا ہے تو وہ اپنا رختِ سفر باندھ لیتے ہیں ایسے ہی حضرت شاہ محسنؒ کو اپنے والد کی جانب سے قبولہ شریف کی سرزمین کو اپنا مرکزِ تبلیغ و ترویج معرفت بنانے کا حکم ملا تو آپ نے یہاں جلوہ افروز ہو کر دلوں کو معرفت کی روشنی سے سرشار کیا ستم رسیدہ افراد کی دلجوئی کی اور پیغامِ حق دیا۔
جب ایک جگہ صوفیاء کرام اپنا حلقہ وسیع کر لیتے ہیں تو ایسی جگہ کا انتخاب کیا جاتا ہے جہاں کے افراد محروم کرم ہوں جن کے دلوں کے دریچے شعور کے تازہ اور معطر جھونکوں سے نا آشنا ہوں جو علم و ایمان حقیقت طریقت و عرفان کا مفہوم سمجھنے سے عاری ہوں یہ اس جگہ ایمان اور شعور کے اجالے بکھیرنے کے لیے کوئی چراغ جلا دیتے ہیں کوئی ایک شمع ولایت طلوع کر دی جاتی ہے اور کسی صاحب کمال کو وہاں مامور کر دیا جاتا ہے۔ جو وہاں دلوں کی سرزمین میں ایمان وایقان نیکی سچائی اور احترام انسانیت کے بیج بوتا ہے اور جذبہ ایثار توبہ استغفار، تشکر و امتنان اور انسان دوستی کی اعلیٰ اور آفاقی اقدار کو پورے خلوص اور محنت سے فروغ دیتا ہے اور تزکیہ نفس اور تطہیر قلب کے ذریعے قربِ الٰہی کے حصول کا تصور اجاگر کرتا ہے۔

برصغیر پاک و ہند کی سرزمین میں ہر دور میں اللہ تعالیٰ نے رشد و ہدایت کی شمع جلانے کے لیے صوفیاء اور عارفین کا سلسلہ جاری رکھا ہے ان سلاسِ طریقت میں کتھل شریف کے خطہ مقدس کو تسلیم شدہ اہمیت حاصل ہے ہندوستان میں آباد کیا جانے والا یہ

شہر دنیا بھر کے لائق لوگوں کی توجہ کا مرکز بنا رہا اور آج بھی قدم قدم پر یہاں اللہ تعالیٰ کے نور کا باڑا بنتا ہے اور حضرت اقدس ﷺ کی رحمت کی گھنی چھاؤں سایہ فگن ہے اور بے شمار بزرگان دین کے مزارات مرجع خلائق ہیں۔

ان صوفیاء و عارفین حق نے اپنے اپنے عہد میں اپنے وجودِ مسعود سے اس سرزمین کو زینت بخشی اور اپنی سیرت و کردار سے یہاں کے لوگوں کو متاثر کیا اور آج بھی یہاں ایسے جلیل القدر اولیاء کرام آرام فرما ہیں جن کے وجود سے کیتھل کی سرزمین رشکِ وادی ایمن بنی ہوئی ہے اس لیے کسی شاعر نے سرزمین کیتھل کو یوں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

در جہاں شہرے ندیدم ہمچو کیتھل خوش مقام
زانکہ آسودند در وے اولیاء صاحب کرام

کیتھل شریف کی روحانی عظمت اور شہرت میں سب سے زیادہ عمل دخل محرم حریم جلال غوث الآفاق حضرت شاہ کمال لال دیال قدس اللہ سرہ العزیز اور آپؒ کے پوتے روس الاولیا حضرت شاہ سکندر محبوب الٰہی قدس سرہ کا ہے جن کی بزرگی اور عظمت کے نور نے دنیا کو منور کیا اور بلاشبہ انہی دو ہستیوں کی برکت انفاس کے فیض نے یہاں کی فضا کو روحانیت سے پر کر دیا اور انوار و تجلیات کا گہوارہ بنا دیا۔

حضرت شاہ کمال لال دیالؒ کے صاحبزادے حضرت شاہ محسن قدس سرہ اللہ نے قبولہ شریف کی سرزمین کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا اور سنوارا اور پھر قبولہ شریف سے اگلے خانۂ ویراں میں ایک چراغ روشن ہوا اسکی ایک کرن ایک مرد حق جس نے یہاں شجر ولایت کی آبیاری کی اور بجھی ہوئی شمع معرفت کو شعورِ آگہی کا نور دیا اپھر اس چراغ کے نور نے غبارِ ناامیدی کا صفایا کیا اور یہاں کے بے ثمر لوگوں کو ثمرِ آگہی عطا کیا اس طرح یہ خانۂ ویراں بقعۂ نور بن گیا ایک دشت بیاباں آستانۂ کرم میں تبدیل ہو گیا جو آج پیر شاہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

موضع پیر شاہ اس وقت تحصیل و ضلع بہاولنگر کا ایک گاؤں ہے جو پاکستان کے صوبہ پنجاب ڈویژن بہاول پور کے شرقی اضلاع میں سے ایک ہے اس کی شرقی حدیں

پاک بھارت کو جدا کرتی ہیں۔موضع پیر شاہ کے نام پر غور کیا جائے تو ہم پر جن معنوں کا انکشاف ہوتا ہے ان میں لفظ ''پیر'' کے معنی مرشد، بزرگ اور بوڑھا برآمد ہوتے ہیں دیکھا جائے تو پیر شاہ اپنی خصوصیات سے آراستہ دکھائی دیتا ہے۔تقریباً صدیوں سے یہ نگری یہاں مروت، شائستگی، تہذیب، ملنساری، سلیقہ شعاری اور انسانیت کے اجالے بکھیر رہی ہے۔ یہاں ہر عہد میں ''بزرگ'' ہستیاں جلوہ آرا ہوتی رہی ہیں جنہوں نے یہاں کے رہنے والوں کو آدرش دیا کہ وہ زندگی میں نیک کام کریں تا کہ آخرت کا بھلا ہو۔

اس نکتہ نظر سے یہ بستی مرشد کے فرائض سر انجام دیتی رہی ہے۔ اب نام کے دوسرے حصے یعنی ''شاہ'' کی طرف آئیں تو شاہ کے کئی معنی ہمارے سامنے آتے ہیں جن میں ایک تو آقا و مالک کی صورت میں نظر آتا ہے۔تو بادشاہ، فقیروں اور سیدوں کا لقب بھی ''شاہ'' ہوا کرتا ہے۔ دولہا، عمدہ اور معزز و بہترین بھی شاہ کے معنوں میں مستعمل ہی طریق روحانیت میں یہاں بادشاہان معرفت حضرت شاہ کمال کیتھلؒ حضرت شاہ محسن کمالؒ اور حضرت سید علی احمد گیلانیؒ کا فیضان لایزال سایہ کناں ہے یہ بستی ابتداہی سے فقراء اور سادات کا مسکن رہی ہے غرضیکہ ان تمام حوالوں سے موضع پیر شاہ کو مثالی حیثیت حاصل ہے۔ جس کو عہد حاضر میں حضرت سید ولی محمد شاہؒ قدس اللہ سرہ العزیز نے دوام بخش دیا۔

حضرت سید پیر شاہؒ قبولہ شریف سے اپنے مال مویشیوں کے ساتھ یہاں قیام پذیر ہوئے اور اپنے نام پر اس کی اساس رکھی اس وقت یہاں ہری ہری گھاس گھنی جھاڑیاں جنڈ، کری، اوکاڑیوں کے درختوں کی بہتات تھی۔ کچی مٹی سے دیواریں اور سرکنڈا سے بنے چھپر یہاں کی خوبصورتی میں اضافے کا سبب بنے یہاں کا رقبہ زرخیز اور میدانی ہے اور میٹھے پانی کی نعمت بھی میسر ہے۔ مویشی پالنا اور کھیتی باڑی یہاں کا محبوب مشغلہ ہے۔

اس مقام پر دریائے ستلج طویل سفر طے کر کے تیزی سے مغرب کی جانب بڑھتا ہے یہاں پہنچتے ہی اس کا بیٹ نسبتاً چوڑا ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہی سے منٹگمری موجودہ

ساہیوال اور روجھانوالی موجودہ بہاولنگر کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے اس کے دونوں کناروں پہ خود رو پودے قدرتی نباتات کے گہرے جھنڈ نظر آتے ہیں۔ موجودہ صورت میں اس علاقہ میں زیادہ تر کیکر، بیری، شیشم، سفیدے کے درخت کی تعداد زیادہ ہے۔ بیٹ کا زیادہ تر حصہ آباد ہو چکا ہے جہاں فصلیں لہلہاتی ہوئی نظر آتی ہیں پیر شاہ سے تقریباً ۷۰ میل کے فاصلے پر سلیمانکی ہیڈ ورکس ہے جہاں سے نہریں نکال لی گئی ہیں جن میں سے ایک نہر تو پاکپتن کو سیراب کرتی ہے جبکہ دو نہریں فورڈ واہ اور ہاکڑہ ضلع بہاولنگر کی چار تحصیلوں کو سیراب کرتی ہیں جن میں بہاولنگر، منچن آباد، ہارون آباد، فورٹ عباس اور تحصیل چشتیاں شامل ہیں دریائے ستلج بہاول پور کی شمالی سمت سے گزر کر پنجند کے مقام پر دریائے سندھ میں جا ملتا ہے۔

یہاں آبپاشی کا قدیم ذریعہ رہٹ ہے اب انکی جگہ ٹیوب ویل نے لے لی ہے جو اپنی تک تک سے فضا کے سکوت کو توڑتے رہتے ہیں روزمرہ زندگی سادہ اور قدرتی حسن سے مالا مال ہے مرد و زن طویل قامت ہیں کرتے کھلے تہمند، شلوار اور پگڑیاں مردانہ لباس میں شامل ہیں دودھ، گھی، گوشت مرغوب غذائیں ہیں۔ رفتہ رفتہ اونٹ، گھوڑے، گدھے کی جگہ اب ٹریکٹر، موٹر سائیکل، کاروں نے لے لی ہے۔ بھینس، گائے، بکریاں لوگ شوق سے پالتے ہیں میلے ٹھیلے تو علاقے کی شان سمجھے جاتے ہیں جب دنگلوں میں جوان کبڈی کشتی کے فن کر مظاہرہ کرتے ہیں تو دور دور تک ڈھول ڈھمکوں کی آواز سنائی دیتی ہے۔ یہاں خاص و عام گھوڑوں کا رقص بھی بڑے شوق سے دیکھتے ہیں اس علاقہ میں جوئیہ قوم کثرت سے پائی جاتی ہے۔

پیر شاہ کا کل رقبہ ۱۸ مربع اراضی پر مشتمل ہے جو دو بھائیوں میں برابر تقسیم ہوتی تو ۹ مربع ن نصف بنتا مگر ۹ مربع اراضی سید غلام رسولؒ پسران سید پیر شاہؒ نے اپنا حصہ ۲۷۳ روپیہ سکہ رائج الوقت میں بلاقی رام کو فروخت کر دیا اور باقی ماندہ پر اپنا تسلط قائم رکھا بلاقی رام کے بیٹے مقند لال، گوپال بہاری لال شیوی لال جنہوں نے حضرت سید ولی شاہؒ قدس اللہ سرہ العزیز سے تعلیم بھی حاصل کی اور ۴۷ء کے انقلاب میں یہ سب نقل مکانی کر کے بھارت چلے گئے اور ان کا رقبہ مہاجرین کو الاٹ کر دیا گیا۔

پیر شاہ کی آبادی چند سو نفوس پر مشتمل ہے کامل راہنماؤں کی تکون میں پیر شاہ مرجع خلائق ہے مغرب کی طرف کھائی بودلہ واقع ہے جہاں شیخ شاہ محسن کمال قدس سرہ کے خلیفۃ الوقت پیر بودلہ محو استراحت ہیں ان کے متعلق مشہور ہے کہ جب سرکار محسن کمالؒ کھائی تشریف لاتے تو شیخ جناب کو قبولہ شریف چھوڑنے جاتے جب واپس آتے تو انہیں حضرت محسن شاہؒ کمال چھوڑنے کھائی تشریف لاتے اس طرح کے آنے جانے سے یہ مثل مشہور ہو گئی کہ ''کھائی دا راہ قبولے نوں''۔

کھائی بودلہ کے متعلق یہ سنا جاتا ہے کہ یہ سات دفعہ غرق ہو چکی ہے جس کا ثبوت آج بھی پرانی ٹھیکروں سے ملتا ہے شمال کی طرف قبولہ شریف جو آج بھی ہیر رانجھا کی یاد تازہ کرتا ہے۔ جنوب مغرب میں قبلہ عالم مہاروی صاحبؒ یعنی کہ اس کے اردگرد بے شمار صاحب کمال روحانی پیشوا ہستیاں جلوہ افروز ہیں حضرت پیر شاہ کی آمد نے یہاں فیضِ لایزال کی کرنیں منور کیں ان کے بے داغ ہاتھوں نے اس لالہ صحرائی کی حنا بندی کی آپؒ نے بستی ھذا اس کو رضائے الٰہی کی خاطر آباد کیا تھا۔

آپ کی آمد سے پہلے یہاں کیا تھا؟ جنگل، صحرا، جھاڑ جھنکار اور دشت و بیاباں آپؒ نے اسے گلستان کی صورت بخشی آپ کے تین صاحبزادگان تھے۔ (۱) حضرت سید غلام محی الدینؒ (۲) حضرت سید غلام رسولؒ اور حضرت سید امیر شاہؒ (لاولد) ان میں سید غلام محی الدینؒ کے ایک صاحبزادے حضرت سید گاہی شاہؒ تھے حضرت شاہ محسن کمالؒ کے بعد اس سلسلہ عالیہ میں جس ہستی نے شہرت دوام حاصل کی وہ سید گاہی شاہؒ کے فرزند ارجمند حضرت سید علی شاہؒ ہیں جو سخی سیدن شاہؒ کے لقب سے مشہور ہیں جن کا دربار عالیہ پیر شاہ کے مغرب کی جانب برلبِ شاہی سڑک اپنی بہار آفرینی سے جگمگا رہا ہے آپؒ کی عارفانہ شان کا مشاہدہ آج بھی آپؒ کے دربار عالیہ کے جلال روحانی سے کیا جا سکتا ہے آپؒ کا عرس بھادوں کو منایا جاتا ہے آپؒ تین بھائی تھے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

(۱) حضرت سید نواز علیشاہؒ (۲) حضرت سید سید علی شاہ المعروف سخی سیدن شاہؒ (۳) حضرت سید شیر علی شاہؒ۔ ان میں حضرت سید سید علی شاہؒ اس ہستی کے والد محترم

ہیں جن کو دنیا حضرت سید ولی محمد شاہ قدس اللہ سرہ العزیز کے نام سے جانتی ہے پیر شاہ کو شہرت لازوال دینے والے سید ولی محمد شاہؒ قدس سرہ العزیز سیدنا سید علی شاہؒ کے چھوٹے فرزند ارجمند ہیں آپ سے بڑے صاحبزادے سید دیوان محمد یوسفؒ اور (۲) سید دیوان علی محمد شاہؒ تھے جو اپنے والد محترم کے پہلو میں آسودہ خاک ہیں۔

پیر شاہ کی فضیلت اور اہمیت راحت المحبین کی اس روایت کی روشنی میں بھی واضح ہو جاتی ہے کہ پیغمبر خدا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں حق تعالیٰ نے آپ سے ارشاد فرمایا تھا کہ اے موسیٰ!

''جہاں پر درویش ہیں وہیں ہماری معرفت اور رحمت ہے۔'' المختصر سرزمین پیر شاہ کسی شاعر کے اس نادر تخیل کی آئینہ دار ہے کہ۔

کمالِ فقر ہے مخصوص اس کی مٹی سے
جو اس دیار سے اٹھا وہ کیمیا اٹھا

# فضائل ومناقب اہل بیت

خوبی ان کی کہاں تلک کہیے
خوب جانیں جنہیں رسول امینؐ

ذریتِ مصطفیٰ ﷺ صلب علی سے

عن جابرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ عزوجل جمیل ذریة کل نبی فی صلب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنه حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت اس کی صلب سے جاری فرمائی اور میری ذریت حضرت علی بن ابی طالبؓ کی صلب سے چلے گی۔

سورہ اخلاص میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے اس کا کوئی بیٹا نہیں اگر اس کا کوئی بیٹا ہوتا تو وہ بھی خدا ہوتا یوں توحید توحید نہ رہتی اسی طرح حضور ﷺ کا اگر جوان صاحبزادہ ہوتا تو سچا نبی ہوتا اسی طرح شانِ ختم نبوت پر حرف آتا چونکہ ختم نبوت کا تاج اللہ کو آپؐ ہی کے سر اقدس پر سجانا تھا اور اسے یہ بھی گوارہ نہ تھا کہ آپؐ کا کوئی صاحبزادہ جوان ہوتا اور منصبِ رسالت سے محروم رہتا لہٰذا۔ ورفعنا لک ذکرک۔ فرمانے والے نے جو ہر زاویے سے آپؐ کی ہستی کو محبوب اور اعلیٰ شان دکھانا چاہتا ہے (یہاں تک کہ آپؐ اگر کسی شخص کے ساتھ ہیں خواہ وہ دراز قد کا ہی ہو آپؐ اس سے بالشت بھر اونچے دکھائی دیتے ہیں) آپؐ کو جوان بیٹے سے علیحدہ رکھا اور فرمایا

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیءٍ عَلِیماً o محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ اللہ کے رسول ﷺ اور خاتم النبیین ہیں (یعنی سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والے) اور اللہ تعالیٰ سب کچھ چیزوں کو جاننے والا ہے (اسے علم ہے کہ ختم رسالت اور ختم نبوت کا وقت آ گیا ہے یعنی اب رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔)

تاجدار عالمین ﷺ خاتم النبیین ہیں قرآن آخری آسمانی کتاب ہے اور قیامت تک کے لیے آپؐ کی رسالت اور کتاب اللہ انسانوں کے لیے کافی ہے لہٰذا آپ کے صاحبزادگان کی بچپن میں وفات کی یہی حکمت تھی کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔اب ضروری تھا کہ نبوت کا فیض ولایت و امامت کی صورت میں آگے چلے۔

چنانچہ قدرت نے مظہرِ انوارِ مصطفیٰ ﷺ علی المرتضیٰؑ اور سیدہ لولاک سلام اللہ علیہا کو منتخب فرمایا آپؐ نے حضرت علیؑ کو اکثر احادیث میں اپنی ذات و صفات کا مظہر یوں بھی قرار دیا اور فرمایا کہ اے علیؑ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں تو میرا مظہر ہے تیرا صدور مجھ سے ہے اور میرا ظہور تجھ سے۔

آپؐ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے باقی پیغمبروں کو مختلف درختوں سے پیدا کی لیکن مجھے علی کرم اللہ وجہہ کو ایک ہی درخت سے بنایا جس کا سر میں ہوں اور شاخیں علی، حسن اور حسین میوے اور باقی اولاد تابعین پتے ہیں پس جو کسی شاخ سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ دوزخ کی آگ سے نجات پا جاتے ہیں۔

غرضیکہ خدا اور رسول ﷺ نے انہی نفوس قدسیہ کو کائنات کی ہدایت کے لیے چن لیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنینؓ فرماتی ہیں کہ ''ایک دن حضور ﷺ باہر نکلے اس حالت میں کہ اپ کے اوپر کالا کمبل تھا۔

فَجَاءَ الحَسَنُ فَاَدخَلَهُ ثُمَّ جَاءَ الحُسَينُ فَدَخَلَ مَعَه
ثُمَ جَائَتْ فَاطِمَةُ فَاَدخَلَهَا جا علِیُ فَاَدخَلَه

پس حضرت امام حسنؓ آ گئے تو نبی کریم علیہ السلام نے ان کو اس کمبل میں داخل کر لیا اور پھر حضرت امام حسینؓ تشریف لائے اور وہ بھی اس کمبل میں داخل ہو گئے اور

پھر حضرت خاتونِ جنتؑ تشریف لائیں تو نبی کریم ﷺ نے ان کو بھی اس کمبل میں داخل کر لیا اور پھر حضرت علیؑ تشریف لائے تو رسول ﷺ نے ان کو بھی اسی کمبل میں داخل کر لیا پھر نبی کریم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائیں۔

اِنَماَ یُرِیدُ اللہ یُذھِبَ عَنکُمُ الرِّجسَ اَھلَ البَیتِ وَیُطَھِّرَ کُم تُطھِیُرا

اور غرضیکہ اے میرے اللہ یہی میری اہل بیت ہے پس تو ان کو پاک کر دے اور ان کی نجاست دور کر دے اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کی شانِ محبوبیت اس طرح بیان کی ہے کہ ''اے میرے محبوب پاک ﷺ ان سے فرما دیجئے کہ اس تبلیغ و اشاعت کے بدلے میں تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ میری اہل بیت سے محبت کرو مولائےؑ کائنات کی قدم بوسی کرو در فاطمہؑ پر جبیں سائی کرو حسنؓ کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ اور عشقِ حسینؓ میں فنا ہو جاؤ۔

امامین حسنینؑ کریمین کے خصائل اور فضائل و مناقب کا تفصیلی طور پر احاطہ تحریر نہیں لانا کسی طور ممکن نہں۔ ان کی یہی فضیلت کیا کم ہے کہ وہ نسب اور عمل دونوں لحاظ سے ایک طرف رحمۃ العالمین کے حقیقی پرتو تھے اور دوسری طرف آپ میں زہراہیت اور حیدریت بھی یک جا تھی۔ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ یہ دونوں میرے لیے دنیا میں ریحان ہیں (نبی کریم ﷺ کا پسندیدہ پھول گل ریحان تھا) حضرت ابو سعید خدری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے الحسن و الحسین سید الشباب اھل الجنۃ حسنؑ و حسینؑ نوجوان ان جنت کے سردار ہیں۔ آنحضرت ﷺ یہ بھی فرماتے تھے۔ ھذا اتبای فمن احبھما فقدا احبنی۔ (یہ دونوں میرے بیٹے ہیں جو ان سے محبت کرے گا اس نے مجھ سے محبت کی)۔

ترمذی شریف جلد دوم اور مشکوۃ شریف جلد دوم ۶۴۴ میں آتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بھی ہماری بیٹی فاطمۃ الزہراؑ ان کے شوہر علی المرتضیٰؑ اور ان کے جگر گوشوں حسنؓ و حسینؓ سے صلح رکھے گا اس کی ہمارے ساتھ صلح ہے اور جو ان کے ساتھ لڑائی کرے گا اس کی ہمارے ساتھ لڑائی ہے۔

اور حضرت ابی ذرؓ فرماتے ہیں اور وہ کعبہ کی دیواروں کو پکڑے ہوئے تھے کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میری اہل بیت کی مثال اے مسلمانوں تمہارے لیے حضرت نوحؑ کی کشتی کی ہے جو شخص کی ہے اس میں سوار ہو گیا بچ گیا جو سوار نہ ہوا ہلاک ہو گا۔ امام احمد رضاؒ نے کیا خوب فرمایا:

کیا بات رضؔا اس چمنستان کرم کی
زہراؑ ہے کہ جس کی، حسینؓ اور حسنؓ پھول

مسلم شریف میں آتا ہے کہ حضورؐ سرور کونین نے فرمایا "اے مسلمانوں تمہارے اندر دو بڑی ہی عمدہ چیزیں چھوڑ رہا ہوں ایک کتاب اللہ اس میں ہدایت بھی ہے اور نور بھی اور دوسری میری اہل بیت جو مسلمان بھی ان دونوں سے وابستہ ہو گا کبھی گمراہ نہ ہو گا۔

یہی وہ نفوس قدسیہ ہیں جن کے گھر قرآن نازل ہوا جبرائیلؑ نے جن کی دربانی کی فرشتوں نے جن کا جھولا جھولایا حوروں نے ان کی شان میں قصیدے پڑھے رضوانِ جنت نے ان کی راہ میں پھول بکھیرے اور خدا نے ان کی شان میں آیت تطہیر نازل فرمائی اور پھر یہی خاندانِ نبوت کہلایا اور انہی نفوس قدسیہ کو کائنات کی ہدایت کے لیے چنا گیا۔

بیدم یہی تو پانچ ہیں مقصود کائنات
خیرالوریٰ حسینؓ و حسنؓ فاطمہؓ علیؓ

انہی پاک ہستیوں کے ہر ایک نقش قدم کو سیدھے راستے سے بھٹکے ہوئے انسانوں کے لیے مشعلِ راہ بنایا گیا اور سچ پوچھیئے تو ساری کائنات انہیں کے جلوؤں کا پرتو ہے انہیں کے حسن و جمال کی جلوہ ریزی ہے انہی کے رخ انور کی ضیا پاشی ہے اور انہی کی ذات کا ظہور ہے اور پھر اس سے بڑھ کر عزتِ پیغمبرؐ کی اور شان کیا ہو گی کہ اگر کوئی مسلمان نماز میں سارا قرآن بھی پڑھے اور رکوع سجود میں کروڑ بار تسبیح بھی پڑھے مگر جب تک اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحمد نہ پڑھے گا نماز نہیں ہو گی اس حقیقت کی عکاسی کسی شاعر نے یوں کی ہے۔

نمازیں پڑھے جا اذانیں دیے جا شب و روز سجدوں پہ سجدے کیے جا
اذانیں اسی کی نمازیں اسی کی جیسے پنجتن کا گھرانہ ملا ہے

حقیقت تو یہی ہے کہ
کس زبان سے ہو بیاں عز و شانِ اہل بیت مدح کوئے مصطفیٰ ہے مدح خوان اہل بیت ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں آیہ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہل بیت مصطفیٰ عزت بڑھانے کے لیے تعظیم دیں۔ ہے بلند اقبال تیرا دودمانِ اہل بیت ان کے گھر میں بے اجازت جبرائیل آتے نہیں۔ قدر والے جانتے ہیں قدر وشان اہل بیت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعا داخل دفتر رہتی ہے جب تلک کہ محمد ﷺ اور آپ کے اہل بیت پر دور شریف نہ بھیجا جائے۔

اَللّٰھم صَلِّ عَلیٰ سَیّدنَا مُحمدا النَبی الاِمی وَعَلیٰ اِلہٖ واَھلِ بیتہٖ وَسَلم

# پیرانِ پیر دستگیر

غوث اعظمؒ درمیان اولیاء
چوں محمدؐ درمیان انبیاء

جس طرح تاجدارِ کائنات ﷺ سیدالانبیاء والمرسلین ہیں اس طرح جناب غوث الثقلینؒ سلطان الاولیاء والعارفین ہیں آپ نور یزداں حضرت اقدس و اکمل مدثر و مزمل ﷺ کے آسمان فیض کے وہ ماہتابِ درخشاں ہیں کہ جس طرف سے گزر فرمائیں وہاں کے ذروں میں اناالشمس کی دھوم پڑ جاتی ہے آپ سے رجوع کرنے والے کو سعادت ابدی حاصل ہوتی ہے۔ حضرت حسن رضا فرماتے ہیں۔

دیکھ کر ان کا فروغ نقشِ پا مہر ذرہ چاند تارا ہو گیا

محی الدینؒ کا لقب اور ابو محمد کنیت اور عبدالقادرؒ آپ کا اسم اقدس ہے۔ آپ والد محترم حضرت ابوصالح جنگی دوستؒ کی طرف سے حسنی سید اور والدہ ماجدہ سیدہ فاطمہ ام الخیرؒ کی طرف سے حسینی سید تھے۔ آپ کے والدین نہایت پرہیز گار اور صاحبِ فضل و کمال نفوس تھے۔

آپ کی ولادت سے عرصہ بعید پہلے مشائخ کبار (جن میں حضرت امام حسنؒ عسکری، حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت حسن بصریؒ، اور حضرت شیخ ابوبکر ھوازؒ غیرہ شامل ہیں) نے آپ کی تشریف آوری شان وشوکت اور مقام و جلالت کی خبریں دے دی تھیں۔ آپ کی شب ولادت حضرت ابو صالح سید موسیٰ جنگی دوستؒ نے مشاہدہ فرمایا کہ سرور کائنات فخرِ موجودات امام رسل ہادی سبل حضرت محمد ﷺ بمعہ انبیاء کرامؑ صحابہ کرام آئمۃ الھدیٰ اور اولیاء رحمان علیہم الرضوان، آپ کے گھر جلوہ افروز ہیں اور فرما رہے ہیں اے ابو صالح! اللہ تعالیٰ نے تم کو ایسا فرزند سعید عطا فرمایا ہے جو ولی ہے وہ

میرا بیٹا ہے اور میرا اور اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے اور عنقریب اس کی اولیاء اللہ اور اقطاب میں وہ شان ہو گی جو انبیاء اور مرسلین میں میری شان ہے"۔ پھر جب آپؓ کی طرستان کے شہر جیلان کے قصبہ نیف میں شب یکم رمضان یعنی ۲۱ شعبان ۴۷۰ھ کا دن گزر کر رات میں عین تہجد کے وقت ولادت باسعادت ہوئی تو آپ کے ناناجان زھد و اتقاء کے رجلِ عظیم حضرت سید عبداللہ صومعیؒ نے آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا "برخوردار! زمانے کو تمہارا انتظار تھا تم آ گئے اور میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم نے اپنے نانا کی گردن پر اپنا پاؤں رکھ دیا ہے" آپ کے شانہ اقدس پر حضور ختمی مرتبت رسالت مآب صاحب التاج والمعراج ﷺ کے قدم مبارک کا نشان موجود تھا۔ آپؓ کی شب ولادت گیلان میں جتنے بچے پیدا ہوئے وہ سب لڑکے تھے اور ہر لڑکا جوان ہوکر مسند ولایت پر رونق افروز ہوا۔

آپؓ کی کرامات ابتدا ہی سے عیاں تھیں۔ آپ کی ولادت رمضان المبارک میں ہوئی آپ نے تمام رمضان سحری سے لے کر افطاری تک والدہ محترمہ کا دودھ نہیں پیا۔

آپؓ ابھی عمر کی ابھی ابتدائی منازل میں ہی تھے کہ آپؓ کے والد محترم سید ابو صالحؒ وصال پا گئے۔ آپؓ کے نانا جان نے اپنے محبوب نواسے کی تعلیم و تربیت جاری رکھی۔ جب آپؓ نے عمر کی اٹھارہویں منزل پر قدم رکھا تو آپؓ کو خداوند تعالیٰ کی طرف سے علم دین حاصل کرنے کا اشارہ ملا۔ آپ والدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ورعرض کی کہ مجھے بغداد جانے کی اجازت عطا فرمائیں تاکہ میں وہاں جا کر علم حاصل کروں اور صالحین کی زیارت کروں۔ حضرت سیدہ ام الخیرؓ نے فرزند سعید کے اشتیاق کو دیکھتے ہوئے بغداد جانے کی اجات مرحمت فرما دی بغداد اس وقت دینی تعلیم کا مرکز تھا لیکن پانچویں اور چھٹی صدی ہجری کی تباہ کاریوں کے نتیجے میں اس کی مرکزیت رو بہ زوال تھی۔ تمام عالم اسلام اس وقت سیاسی انتشار کی زد میں تھا۔ عیش پرستی اور تن آسانی نے ان سے اسلامی خصائل چھین لیے تھے علم جہل پر ریجھ گیا تھا اور جہل علم کے خطاب پر لوٹ پوٹ تھا۔ حصول اقتدار اور جاہ و ثروت کی کشمکش کے پروان چڑھنے سے ممالک

اسلامیہ میں زبردست خانہ جنگی چھڑی ہوئی تھی ۔ مسلمان اجتماعی طو پر ابتری کی زندگی گزار رہے تھے۔ علماء کتاب وسنت کے موضوعات کے بجائے فلسفیانہ موشگافیوں اور عقائد فاسدہ میں الجھے ہوئے تھے۔ اسلام کی حالت ایسے بیمار کی سی تھی جس کے تیمارداروں اور غمگساروں کی تعداد میں آہستہ آہستہ کمی ہوتی چلی جا رہی تھی۔ جو اہل اللہ صاحب عرفان رجال عظیم اور مشاہیر فقہا اور علماء موجود تھے وہ یا تو خاموش تھے یا ان کے وعظ ونصیحت کی طرف کان دھرنے والا کوئی نہ تھا۔ ایسے میں قدرت کے خاص مقصد کے تحت سیدنا محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ جیلانی گیلان سے عازم بغداد ہوئے تا کہ علم کی تشنگی بجھا سکیں۔ دوسری طرف قدرت کو آپ سے یہ عظیم الشان دینی خدمت لینی تھی کہ آپ کو ظلم وستم جبر و استبداد، خواہش اور عیش وطرب میں ڈوبی ہوئی زندگی کو ہلاکت کے بھنور سے باہر نکال کر لانا تھا شخصی جبروت و انانیت کے مناروں کو ذکر کے گرز سے پارہ پارہ کرنا تھا فسق و فجور کے بھرپور معاشرے میں آپ کے مواعظ درس تعلیمات باطنی اور فیضان معرفت نے بندگان خدا کی کایا پلٹنی تھی ہزاروں لاکھوں گم کردہ منزلوں کو منزل آشنا کرنا تھا اور کتاب وسنت کا احیاء کرنا تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے بغداد میں علم قرأت، علم حدیث، علم فقہ، علم کلام، علم نعت، علم تفسیر ادب، علم نحو، علم عروض، علم تاریخ، علم مناظرہ، علم تفسیر اور علم انساب کی تکمیل کی اور ان علوم پر عبور کامل حاصل کرنے کے بعد آپ کا یہ عالم تھا کہ ممالک اسلامیہ میں کوئی ایسا عالم، کوئی ایسا فقیہہ اور کوئی ایسا محدث نہیں تھا جو آپ کی ہمسری کا دعویٰ کر سکے۔ آپ کو جن اساتذہ کرام سے استفادہ کرنے کا موقع ملا ان میں شیخ ابو الوفا، محمد بن حسن باقلانی، ابوالقائم محمد بن علی میمون الفرسی، السراج، شیخ ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی اور ابو ذکریا یحیٰی بن علی اکبر تبریزی جیسے علمائے متبحرین، مشاہیر فقہا اور محدثین شامل ہیں حضرت شمس بریلوی رقمطراز ہیں کہ آپ کے اساتذہ میں اکثریت ایسے علماء کی تھی جن کا فقہی مسلک حنبلی تھا۔ شاید یہی سبب ہے کہ آپ بھی اس مسلک سے متاثر ہوئے اور آپ نے بھی اس کو اختیار کیا۔ آپ کے تمام اساتذہ کرام آپ کی ذہانت حافظے اور دوسری قوتوں کے قائل تھے آپ کی قوتِ مدرکہ ایسی تھی کہ صاحب ادراک وفہم اس پر

حیران تھے حدیث شریف پر آپ کی ژرف نگاہی اور دقت نظر کا یہ عالم تھا کہ آپ کے اساتذہ سند دیتے وقت فرمایا کرتے تھے۔ اے عبدالقادر ہم تو تم کو الفاظ حدیث کی سند دے رہے ہیں ورنہ حدیث کے معانی میں تو ہم تم سے استفادہ کرتے ہیں کیونکہ بعض احادیث کے مطالب جو تم نے بیان کیے ان تک ہماری رسائی نہیں تھی حیرت انگیز امر یہ ہے کہ جب آپ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے مزار پر تشریف لے گئے تو امام موصوفؒ نے اپنی قبر سے نکل کر آپ کو اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا کہ عبدالقادرؓ میں علم شریعت علم حقیقت، علم حال میں تمہارا محتاج ہوں۔

درس و تدریس سے فراغت کے بعد آپ نے عراق کے جنگلوں کا رخ کیا اور وہاں اعلیٰ روحانی مدارج طے کرتے رہے۔ کرخ کے میدانوں میں کافی وقت گزارا۔ زھد و ریاضت کے سلسلے میں سخت سے سخت امور کو اپنے نفس کے لیے اختیار فرمایا۔ اس دوران آپ نے ایسی ایسی منازل طے کیں جن پر قدم رکھنے کی اولیاء و اقطاب کو مجال نہیں تمام مراحل تقرب سے گرنے کے بعد آپ سپہر ولایت پر غوثیت کا آفتاب بن کر طلوع ہوئے جس کے آگے سبھی اولیاء اور واصلین حق کے چراغ مدھم پڑ گئے سب آپ بغداد واپس آئے تو سب سے پہلے حضرت شیخ حماد بن مسلم احمد دباسؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ بغداد کے باکمال صوفی تھے اور ان کے بارے میں لوگ یہ جانتے تھے کہ وہ پڑھے لکھے تو نہیں تھے لیکن انہیں علم لدنی حاصل تھا آپ طویل مدت تک شیخ و باسؒ کی خدمت میں رہ کر ان سے علم طریقت حاصل کرتے رہے۔ حضرت حماد بن مسلمؒ آپ کے متعلق فرماتے ہیں "میں نے شیخ عبدالقادرؒ کے سر مبارک پر دو جھنڈے دیکھے جو زمین سے لے کر ملکوت اعلیٰ تک پہنچتے ہیں اور افق اعلیٰ پر میں نے ان کی دھوم دھام سنی" پھر آپؒ مشہور صوفی بزرگ حضرت ابو سید مبارک المخزومیؒ کی خدمت میں پہنچے انہوں نے بھی ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اور پذیرائی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی انہوں نے آپ کو خرقہ پہنایا۔ قلائدالجواہر کے مطابق قاضی ابو سعید مخزومیؒ موصوف الصدر لکھتے ہیں کہ ایک دوسرے سے تبرک حاصل کرنے کے لیے میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو اور انہوں نے مجھ کو فرقہ پہنایا۔ حضرت مخزومیؒ نے اپنا مدرسہ آپ کو تفویض فرمایا اور آپ نے

تدریسی خدمات اپنے ذمے لیں طلباء کی تعداد کچھ زیادہ نہ تھی لیکن آپ کے تبحر علمی کا اس قدر شہرہ ہوا کہ دور دراز سے طالبانِ شوق آپؓ کے درس میں شریک ہونے لگے اور دنیا کے گوشے گوشے سے آپؓ کے پاس فتوے آیا کرتے آپؓ بغیر مطالعہ تفکر اور غور و خوض کے جواب تحریر فرماتے حاذق علماء اور بڑے بڑے فضلا میں سے کسی کو بھی آپ کے فتوے کے خلاف کلام کرنے کی جرات نہیں ہوئی آپؓ کے استاد گرامی شیخ یوسف ہمدانی نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ آپؓ منبر پر رونق افروز ہو کر مخلوق سے وعظ و نصیحت فرمائیں۔ لیکن آپ کو عجمی ہونے کا احساس تھا نیز آپ نے بغداد کے عوام و خواص امراء اور رئیس زادوں کی بگڑی ہوئی حالت اور آداب و شرافت کی تباہ حالی ملاحظہ فرمائی تو محسوس کیا کہ بغداد رہنے کی جگہ نہیں یہاں ہنگامے فتنے اور فسادیت زیادہ ہیں اسی کشمکش میں بالآخر ان جاں سوز مناظر سے محفوظ رہنے کے لیے آپ نے بغداد چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا لیکن قدرت کو آپ سے جو کام عظیم لینا تھا اب اس کا وقت آ گیا تھا۔

ایک روز آپ ظہر سے پہلے آرام فرما رہے تھے کہ آپ کی آنکھ لگ گئی آپ نے خواب میں دیکھا کہ رسول مقبول ﷺ آپ کے پاس تشریف لائے ہیں۔ آپ احتراماً کھڑے ہو گئے پورا ماحول معطر ہو گیا آپ نے عرض کی۔"یا رسول اللہ ﷺ میری جان آپ پر قربان میرے لیے کوئی حکم" رسول اللہ نے فرمایا ''فرزند من تم وعظ کیوں کیوں نہیں کہتے۔ آپ نے عرض کی یا رسول اللہ آپ جانتے ہیں میں عجمی ہوں اور بغداد میں جیّد ترین عالم و فاضل موجود ہیں میں ان کے سامنے کس طرح زبان کھولوں گا'' رسول اللہؐ نے سات بار اپنا لعاب دھن آپ کی زبان سے لگایا اور فرمایا اب تم اپنا کام شروع کرو نماز ظہر کے بعد مولائے کائنات حضرت سیدنا علیؑ المرتضےٰ تشریف لائے اور شفقت سے فرمایا ''بیٹا اپنا منہ کھولو'' حضرت مولائے کائناتؑ نے چھ مرتبہ اپنا لعاب دھن آپ کی زبان سے لگایا آپ نے نیاز مندانہ طریق سے عرض کیا ''حضور والا! سات مرتبہ کیوں نہیں فرمایا" بیٹا! ادباً مع رسولؐ اللہ" رسول اللہؐ کے ادب کے پیش نظر! اس تائید غیبی کے بعد آپؓ سے وہ تذبذب رفع ہو گیا آپ نے شیخ مبارک مخزومیؒ سے کہا ''حضرت اعلان کر دیں کہ میں عیدگاہ میں آج وعظ کہوں گا۔

آپ مسند رشد و ہدایت پر تشریف فرما ہوئے تو کیا بغداد کیا شام وعراق کیا عرب وعجم ساری دنیا کی ظلمت اور تاریکی کو نور معرفت سے بدل دیا فصحائے بغداد نے بھی آپکی فصاحت و بلاغت کا لوہا مان لیا اور آپ کے مواعظ میں پابندی سے شرکت کرنے لگے۔ آپ کے مواعظ حسنہ نے بہت جلد قبول خاص و عام حاصل کرلیا انہی مواعظ سے متاثر ہوکر ڈاکوؤں نے ڈاکا زنی چھوڑ دی اور ہزاروں فاسد الاعتقاد لوگوں نے اپنے غلط عقائد سے توبہ کر لی اور وہ شرفا اور رئیس زادے جوآدابِ شرافت سے بے نیاز ہو گئے تھے راہِ رست پر آ گئے۔ آپ کے مواعظ دلوں پر بجلی کا اثر کرتے دل لرز اٹھتے جسموں پر رعشہ طاری ہو جاتا عاشقانِ الٰہی واصل حق ہو جاتے اور عاصیوں اور سیاہ کاروں پر در توبہ وا ہو جاتے آپ کا مسلک و نہج ارشاد و اصلاح اپنے معاصرین حضرات سے بالکل جدا تھا۔ آپؒ نے احیائے دین اور مسلمانوں کی بے عملی دور کرنے کے لیے اتباع رسولؐ اور احکام شریعت کی پابندی کی راہ کو اختیار فرمایا۔ آپ کے مجلس میں چھوٹے بڑے آقا غلام شاہ و گدا کی کوئی تخصیص نہیں تھی۔ اکابر مشائخ کا بیان ہے کہ آپ رقیق القلب، خلیق، وسیع حوصلہ، شیریں زبان، رحمدل حددرجہ خدا ترس غریب نواز بامروت اور پابندقول وقرار تھے مفتی عراق فرماتے ہیں کہ آپ کی بارگاہ بیکس پناہ و جودوسخا سے کوئی سائل کبھی خالی نہیں جاتا تھا۔ آپ کی شخصیت کے جاہ وجلال کا یہ عالم تھا کہ آپ کی مجلس میں خلیفہ وقت بھی عوام الناس کی طرح نیاز مندانہ حاضر ہوتا اور ادب سے سر جھکا کر بیٹھتا۔ آپ کی مقناطیسی شخصیت سے امت مرحومہ کے عروق مردہ میں حیات نو کی لہر دوڑ گئی مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ بغداد کی آبادی کے بہت بڑے حصے نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ آپ نے امرا وسلاطین کے کردار و گفتار پر بھی برملا تنقید فرمائی اور ان کی برائیوں سے آگاہ کیا۔ غاصبوں کوعلی الاعلان للکار جاہلوں کوعلم وعرفان سے روشناس کرایا مردہ احساسات کو زندہ کیا دینی غیرتِ اور مذہبی جوش برپا کر دیا اور بنی نوع انسان کی رشد و ہدایت کے لیے اطراف عالم میں اپنے خلفاء کی فوجیں بھیج کر تمام دنیا میں اسلام اور ایمان کی روشنی پھیلا دی الغرض آپ کی مجددانہ کاوشوں کی بدولت بہت جلد امتِ مسلمہ کی گرداب بلا میں ہچکولے

کھاتی ہوئی کشتی کو ساحل مراد مل گیا مسلمانوں کی بے عملی دور ہو گئی اور ان کے دلوں میں قرآن و حدیث کا جذبہ احترام بیدار ہو گیا یہی وجہ ہے کہ دس صدیاں گزرنے کے باوجود آپ کا لقب محی الدین آج بھی دلوں پر نقش ہے اور قیامت تک ثبت رہے گا بغداد کے محلے میں آپ کا مہمان خانہ تھا ور اس روز مہمان خانے میں تقریباً پچاس چوٹی کے مشائخ موجود تھے آپ وعظ فرما رہے تھے کہ یکا یک آپ نے سکوت اختیار کیا اور جذب کے عالم میں فرمانے لگے ''قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ'' محفل میں موجود اولیاء کرام نے آپ کے تخت کے پاس جا کے باری باری اپنی گردنیں اپ کے پاؤں کے نیچے رکھ دیں قلائد الجواہر میں رقم ہے کہ اس وقت ملائکہ ورجال غیب آپ کی مجلس کے گردا گرد صف بہ صف ہوا میں اس طرح کھڑے ہوئے تھے کہ آسمان کے کنارے نظر نہیں آ سکتے تھے اس وقت مشرق و مغرب تک روئے زمین پر کوئی ایسا نہ تھا جس نے گردن نہ جھکائی ہو صرف ایک فرد واحد نے گردن نہیں جھکائی تو معزول کر کے عتاب کیا گیا تفریح الخاطر میں لکھا ہے کہ سلطان الہند غریب نواز حضرت معین الدین چشتیؒ اس وقت خراسان کے ایک پہاڑ کی غار میں مجاہدہ کر رہے تھے اس امر الہٰی سے آگاہ ہوتے ہی آپ نے تمام ولیوں سے پہلے سر جھکایا ور یہاں تک جھکایا کہ زمین پر رکھ دیا اور کہا ''بلکہ آپ کا قدم میرے سر پہ ہے۔''

اس واقعہ نے آپ کے مقام وار شہرت کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا آپ ابدالآباد تک غوث اعظم کے لقب سے ملقب ہوئے اس کا مطلب ہے کہ تمام اولیاء و اقطاب آپ کے زیر فرمان ہیں کہ کسی بھی ولی کو ولایت اور کسی بھی غوث کو غوثیت یا قطبیت بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر حضرت پیران پیرؓ کے وسیلے اور فیوض و برکات روحانی کے بغیر نہیں مل سکتی قیامت تک دین متین کی ترویج اور تجدید کے لیے جتنے مجدد مامور کیے جائیں گے وہ آپ ہی کے مرہونِ منت ہوں گے اگر میں کہوں کہ یہ مقامات آپ کی دنیا میں بظاہر تشریف آوری سے پہلے آپ کو ودیعت ہو چکے تھے۔ تو کسی طرح غلط نہ ہو گا۔ اکابر اولیاء اور علماء و مشائخ نے اس امر پر اتفاق کیا کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ حضرات صحابہ کرام اور آئمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم کے سوا سب زمانوں کے اولیاء کرام

کے سلطان ہیں معاصرین، اولین اور آخرین سب کے سب آپ سے فیض یافتہ ہیں اور آپ کے تابع ہیں۔ آپ قیامت تک اپنے مریدوں کے اس بات کے ضامن ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی بے توبہ کے نہ مرے گا بیان کیا جاتا ہے کہ کسی نے پوچھا کہ حضرت آپ کے مریدوں میں پرہیز گار اور گنہگار دونوں ہوں گے۔ آپ نے فرمایا پرہیز گار میرے لیے ہیں اور گنہگار کے لیے میں ہوں آپؓ فرماتے ہیں کہ جب خدا تعالیٰ سے دعا کرو تو مجھے وسیلہ بنا کر دعا مانگا کرو حضور غوث پاکؓ نے مختلف اوقات میں چار شادیاں کیں ان ازواج میں سے اولاد ذکور ۲۷ اور باقی اولاد اناث تھی جن میں سے مشہور صاحبزادگان کے اسما یہ ہیں۔

سیدنا شیخ عبدالوہاب، سیدنا شیخ عیسیٰ، سیدنا شیخ عبدالعزیز، سیدنا شیخ عبدالجبار، سیدنا عبدالرزاق، سیدنا شیخ محمد، سیدنا شیخ عبداللہ، سیدنا شیخ یحییٰ، سیدنا موسیٰ، سیدنا شیخ ابراہیم، آپ کے صاحبزادے حضرت سیدنا عبدالرزاق اور سیدنا موسیٰ فرماتے ہیں کہ ۱۱ ربیع الثانی کی شام آپ بار بار ہاتھ مبارک بلند کرتے اور فرماتے وعلیکم السلام توبہ کرو اور صف میں داخل ہو جاؤ میں ابھی تمہاری طرف آتا ہوں اس کے ساتھ ہی آپ نے کلمہ شریف پڑھا اور اللہ اللہ کہا اور فنا کے تخت پر سے اٹھ کے مسند بقا پر رونقِ افروز ہو گئے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ، و جزاہ اللہ عنا خیر الجزا
و افاض علینا من برکاتہ، و کمالاتہٗ

# جدِّ امجد

## حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ العزیز کے جد امجد
## حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم المعروف محسن شاہ کمالؒ

خطہ پاک و ہند میں جن پاکیزہ ہستیوں نے مختلف ادوار میں رشد و ہدایت کی شمعیں روشن کی ان میں حضرت محسن شاہؒ کا نام سرفہرست ہے جناب کا نام قطب الدین اور لقب ابوالمکارم المعروف محسن شاہؒ ہے آپؒ کبیرالاولیا و العارفین شیخ الآفاق حضرت شاہ کمال لال دیالؒ کے جلیل القدر فرزند اور خلیفہ ہیں تیرھویں پشت میں آپ کا شجرہ نسب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؓ سے ملتا ہے۔آپ اپنے زمانے کے صاحبِ حال و قال زہد وتقویٰ میں یگانہ روزگار اور حق گوئی میں شمشیر برہنہ تھے روزانہ قرآن پاک کا ختم کرنا آپ کا معمول تھا۔ جناب والا ذاتؒ مادر زاد ولی تھے بچپن میں ولایت کے آثار ظاہر ہوئے بچپن میں قرآن پاک حفظ کیا اور اٹھارہ سال کی عمر میں دوسرے علوم میں کمال حاصل کیا حضرت صاحبؒ کو کوٹ قبولہ کی ولایت مرشد کامل والد نے عطا فرمائی آپؒ کی آمد پر کوٹ قبولہ شریف کی گلیوں میں بابا حیدرؒ نامی شخص جاروب کشی کیا کرتے تھے جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا"یہاں عنقریب ایک ہستی آنے والی ہے جو پیران پیر دستگیر کی اولاد سے ہے"آپ قبولہ شریف میں حضور غوث اعظمؓ کے وارث کی حیثیت سے قیام پذیر ہوئے اور بہت جلد ہی ہر دلعزیزی اور ناموری حاصل کر لی یہاں قاضی حکمرانوں نے ظلم کا بازار گرم کر رکھا تھا آپ کے تشریف لانے سے یہاں کے لوگوں نے سکون کا سانس لیا اور خلق کثیر نے آپ سے فیض علمی و روحانی پایا

اور ہزاروں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا ان میں لکھویرا، سلدیرا،کمبوہ، ڈھڈی قومیں شامل ہیں۔ جنابؒ کی آمد سے قبولہ شریف اللہ تعالیٰ کے انوار وتجلیات کا مرکز بن گیا۔

(جب آپؒ اولیاء کے مزارات پر تشریف لے جاتے تو آپؒ سے کئی ایک خوارق ظاہر ہوتے)۔

کیتھل سے آنے کے بعد آپؒ نے بابا فریدؒ کے مزار پر حاضری دی حضرت صاحبؒ کچھ اس طرح ذکر وفکر میں محو ہوئے کہ خدّام نے رات کو دربار شریف بند کر دیا حضرت صاحب اندر رہ گئے آدھی رات گزرنے کے بعد بابا صاحبؒ نے اپنے سجادہ نشین کو ہدایت فرمائی کہ ایک بزرگ جو حضور غوث پاکؓ کی اولاد سے ہیں میری پائنتی کی جانب مراقبہ میں ہیں میں بوجہ سرکارِ غوثیہؓ بے آرام ہوں خدام سے جلد دروازہ کھلوائیں جب دروازہ کھولا گیا جنابؒ کو مراقبہ میں پایا۔ صاحب سجادہ نے آپ سے معذرت کی اور ٹھہرنے پر اصرار کیا لیکن آپؒ نے فرمایا ہمارا مقصد صرف حاضری دینا تھا جنابؒ کو قبولہ شریف آئے تھوڑا عرصہ گزرا تھا کہ حضرت بابا صاحبؒ کے عرس پر تشریف لے گئے۔ آپ کے چھوٹے صاحبزادے دیوار پر کھیل رہے تھے لوگوں کو جوق در جوق جاتے دیکھا تو پوچھا کہاں جا رہے ہو جواب ملا بابا صاحب کے عرس پر جا رہے ہیں، کمسنی کی وجہ سے کہا ہمیں بھی لے چلو لوگوں نے کہا خود ہی چلے آؤ مخدوم زادے نے ادھر ادھر دیکھا اور دیار کو حکم دیا چلو بابا صاحب کے عرس پر دیوار چل دی۔

بابا صاحبؒ کے مزار کے قریب بہشتی دروازے کا پاس حضرت سیدنا شاہ محسنؒ تشریف فرما تھے فرزند پر نظر پڑتے ہی فرزند کی جسارت پر نگاہ غضب کی۔ اس کرامت کی پاداش میں بابا صاحبؒ نے حکم فرمایا کہ آئندہ کے لیے آپؒ کی اولاد کے غیر شادی شدہ افراد کو اپنے مزار پر آنے سے منع فرما دیا چنانچہ یہ رسم آج تک اس خاندان میں جاری وساری ہے۔ اور وہ دیوار بابا صاحبؒ کے غربی جانب مزار پر انوار سے متصل ہے آپ نہایت پاکیزہ اخلاق کے مالک تھے۔ عشقِ رسولؐ میں ہر وقت مستغرق رہتے تھے۔ عابدِ شب زندہ دار تھے۔

حضرت سیدنا شاہ محسنؒ کی زندگی ہمہ وقت عبادت الٰہی میں گزرتی جناب والاؒ سے جو بیعت کرتا اسی رات حضور علیہ السلام کی زیارت ہو جاتی۔ حضور غوث پاکؓ کی زیارت ہوتی آپؒ کی کرامات اور تصرفات بے شمار ہیں۔ کم سنی میں ایک لڑکے نے کہا آپؒ اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگیں اور ہمارے درمیان تقسیم کر دیں۔ آپؒ نے ہاتھ اٹھائے ایک شخص اندر داخل ہوا اور مختلف چیزیں سامنے رکھ کر غائب ہو گیا۔

آپؒ سماجی برائیوں سے اجتناب برتنے کی ترغیب دیتے تھے نذرانوں سے سخت نفرت کرتے تھے امراء و اغنیاء سے بالکل التفات نہیں فرماتے تھے۔ علاقہ کا ایک شخص آپؒ کی خدمت میں کچھ نذرانہ لایا آپؒ نے قبول نہ کیا وہ اصرار کرتا رہا آپ جلال میں آ گئے اور فرمایا ادھر دیکھ مال و زر کا دریا رواں ہے۔ کتاب الکمال میں سید خورشید حسین بخاری صاحب اعلی اللہ مقامہ رقمطراز ہیں کہ ایک شخص خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی جنابؒ کا روضہ تعمیر کروانا چاہتا ہوں۔ آپؒ نے کہا میرا روضہ میرے جد امجد کی طرز پر ہو راج گیروں نے عرض کی حضور وہ تو بہت دور ہے آپ نے فرمایا بسم اللہ پڑھ کر دائیں جانب دیکھ معمار نے جب دیکھا تو حضور غوث پاکؓ کا روضہ نظروں کے سامنے نظر آ رہا تھا روضہ کی جگہ پر بخاری سید کلت جہانیاں کے آباؤاجداد کے مزارات تھے جو آپ کے کشف کی وجہ سے گیارہ میل دور قصبہ شیخوپورہ منتقل ہو گئے بعد میں سید کلت جہانیاں مرید ہو گئے اور بیٹی کا عقد آپ سے کر دیا۔

آپؒ کے خلفا میں صاحبزادہ حضرت شاہ حسین، حضرت شاہ فیصلؒ، حضرت قنبرؒ کے علاوہ قاضی محمد افضل ہاشمیؒ، شیخ شہاب الدینؒ پیر بودلہ، سید کلت جہانیاں بخاریؒ، شیخ برہان الدینؒ، جیون مہارویؒ، باوا سین سنگھؒ، شیخ چندن تمورؒ... اور حاجی نیامت علیؒ قابل ذکر ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ انہی رجالِ عظیم کی مساعی جمیلہ کے نتیجے میں برصغیر میں سلسلہ عالیہ قادریہ کو فروغ حاصل ہوا تو بے جا نہ ہوگا۔ آپؒ علم لدنی کی دولت سے مالا مال تھے۔ دیگر اہل دل اولیاء کی طرح شعر گوئی کا ذوقِ سلیم رکھتے تھے۔ اعلیٰ پائے کے شاعر تھے۔ موسیٰ تخلص کرتے تھے۔ فارسی کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

عاشقاں مذہب جدا دارند
روز و شب درپئے کارند
گاہ در قرب و گاہ دور اند
گاہ درنور گاہ درنار اند
گاہِ در گریہ گاہِ درخندہ
گاہِ دیوانہ گاہ ہو ہشیاراند
بوالعجب مذہب است مذہب عشق
ناظراں خویش درو بکار اند
عاشقاں جملہ مذہب را
جزیکی نزد خوی شمار اند
کفر و اسلام دنیا و دیں را
مختلف دیدہ متفق یار اند
باش موسیٰ کلام اندک کن
قائل این حدیث بسیار اند

# صبح دل افروز

زندگی کا دریا ہمیشہ اور ہر حال میں سکوں سے نہیں بہتا اس میں موجیں اور لہریں اور کبھی کبھی بھنور اور گرداب نمودار ہوتے ہی رہتے ہیں۔ زندگی کا کارواں زلزلوں طوفانوں اور انقلابوں سے بھی آشنا ہوتا رہتا ہے۔لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ زمانے میں جب کبھی تاریکی شب کی چادر بسیط ہوتی ہے دنیا ظلمت سے بھر جاتی ہے ہر طرف اندھیرا ہوتا ہے انسانیت پامال ہونے لگتی ہے سرکشی اور گمرہی کا عفریت زمیں کو اپنے ظالم پنجوں میں دبوچ لیتا ہے کفر و شرک کے باعث قلوب و اذہان اور عقائد کی کھیتیاں اجڑنے اور ویران ہونے لگتی ہیں۔فسق و فجور کے بادل فضائے خیر کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ ایمان کی نورانی اور پاکیزہ ہواؤں میں سرکشی اور فتنوں کی تیرگی محیط ہونے لگتی ہے شدت تشنگی سے مریض ہدایت کی نبضیں ڈوبنے لگتی ہیں ۔ بے یقینی، آشوب اور فتنہ سامانیوں کی تیز آتشیں شعاعوں سے فضا دھکنے لگتی ہے اور جب روحوں کوجھلسا دینے والی شیطانی ہواؤں شورش، دنیاوی راحت اور فانی آسائشوں کے تند و تیز جھکڑ چلنے لگتے ہیں نفس کی بے تاب کر دینے والی خواہشات آرزوں اور تمناؤں کے الجھا دینے والے جال اور گناہوں کے تباہ کن حملوں میں اضافہ ہونے لگتا ہے۔ دین و عقائد کے در و دیوار ایسے ڈانوا ڈول ہونے لگتے ہیں جیسے بیچ سمندر میں طوفانی موجوں کی زد میں ائی ہوئی کشتی ہچکولے کھا رہی ہو تو اچانک مظلوم دلوں سے آواز نکلتی ہے کہ اے پاک پروردگار تو مدد کر! یہ پریشانیاں اور ایمان لیوا آفات نہ تو ہماری تدبیروں سے دور ہو سکتی ہیں اور نہ تیرے سوا کوئی اور طاقت ہے جو ہمیں ان سے نجات دلا سکے۔ حالات کو ساز گار بنانا صرف تیرا ہی کام ہے اور مشکلات صرف تیرے ہی حکم اور کرم سے دور ہو سکتی

ہیں۔

ایسے میں خالق ارض و سما کی رحمت بیکراں جوش میں آتی ہے باران کرم برسنے لگتا ہے۔ ویران بنجراور بے آباد کھیتیاں لہلہاتے ہوئے دلربا مرغزاروں اور لالہ زاروں میں تبدیل ہو جاتی ہیں خداوند تعالیٰ غیب سے ایسی تدبیریں مہیا فرماتا ہے کہ دیکھتے ہی دیکھتے مصائب کے سب بادل چھٹ جاتے ہیں اورسکون و راحت اور اُنس و مؤدت کی وہ مسرت انگیز صبح نمودار ہوتی ہے جس کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔

چمنستانِ دہر کی ہر ہر روش کو مہکانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے گلستان توحید سے وقتاً فوقتاً اس خاکدان گیتی میں ایسے گلہائے رشد وہدایت پیدا فرمائے جنہوں نے غلبہ کثرت میں گھرے ہوئے انسانوں کو بوئے وحدت سے آشنا کیا یہ ایسے کھیون ہار تھے کہ انہوں نے معصیت میں غلطاں انسانوں کی ناؤ بحر عصیاں سے نکال کر انہیں ساحلِ تہذیب و مراد سے ہمکنار کیا حرص و ہوا کے دہر سے انسان کو چھڑا کے غیر سے بے نیاز کر دیا اور خدائے واحد کا مطیع و منقاد بنا دیا۔ یہ پیکر رشد و ہدایت انبیاء کرام کے قافلے ایک خاص وقت تک انسانوں کو گمراہی اور نافرمانیوں سے بچاتے رہے۔ آخر کار تاجدار رسالت ﷺ اس ظلمت کدہ گیتی میں تشریف لا کر نبوت و رسالت کی عمارت مکمل فرما دی اور آپ ؐ کے جمال جہاں آراء کی ضوفشانی سے عالم رنگ و بو کا ذرہ ذرہ نور کے طوفان سے ضیابار ہو گیا اور کفر و ضلالت کے اندھیرے دور ہو گئے۔

خاتم النبیین ﷺ کے وصالِ ظاہری کے بعد تجدید احیاء دین کی یہ اہم ترین ذمہ داری امت کی نہایت مقدس و ممتاز شخصیات کو سونپ دی گئی جن کی امامت اور تقرری کے فرائض ائمہ اہل بیت کے علاوہ حضرت غوث اعظم محبوب سبحانی سلطان الاولیاء سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی رضؓ سرانجام دیتے ہیں آپ رضؓ کو باذن اللہ یہ اختیارات حاصل ہیں کہ جسے چاہیں منصب ولایت سے سرفراز کر دیں اور جسے چاہیں معزول کر دیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ آپ (حضرت غوث اعظمؓ) تمام اولیائے کرام کے لیے حصول ولایت اور وصول فیض کا وسیلہ کبریٰ اور واسطہ عظمٰی ہیں۔ ؎

گر کسے واللہ بعالم از مئے عرفانی است

از طفیلِ شاہ عبدالقادرِ گیلانی است

حضرت غوث اعظم کے گلستان ولایت میں گلہائے گونا گوں باد بہاری سے لہراتے اور اپنی عطر بیزی سے دنیا کو معطر فرماتے رہے ہیں انہی میں سے ایک ممتاز صاحب کمال لال دیال غوث الآفاق کبیر ملک العشاق سیدنا شاہ کمال کیتھلیؒ ہیں جنہوں نے حضرت اقدس و اکملﷺ کی سنتوں کو اجاگر کیا اور ہوائے نفس سے پیدا ہونے والی برائیوں کے خلاف جہاد کیا بعد ازاں آپؒ کے خلفاء اور آپ کے خانوادہ ولایت سے ایسے نفوس قدسیہ نے ظہور فرمایا جنہوں نے آگے چل کر مسلمانوں کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا اور برصغیر میں آپ (حضرت شاہ کمالؒ) کے بلند کیے ہوئے اسلام کی کاملیت کے پرچم کو سرنگوں نہ ہونے دیا۔ عہد حاضر میں انہی رجال عظیم کے پیغمبر ہمارے ''ممدوح'' ہیں جو قطب الاقطاب حضرت مخدوم العالم قدس اللہ سرہ العزیز کے خلیفہ بے بدل تھے میکدہ علی احمدؒ کے میخوار اور حضرت میاں صاحبؒ کے جام شراب الست سے سرشار تھے۔ یوں تو اس چراغ دودمان کیتھلیؒ کے در ولایت سے کوئی بھی شخص تشنہ کام واپس نہیں لوٹا لیکن ہمارے ممدوحؒ پر ایسی خاص نظر عنایت ہوئی کہ میخانہ کی کلید برادری کی ذمہ داری ہی آپؒ کو سونپ دی گئی۔ پھر یہ ایسا آفتاب عالم تاب بن کر طلوع ہوئے جس کی ضوفشانی نے دنیا کی ظلمتوں کو دور فرمایا۔ فسق و فجور اور بدعت کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا اس کی جگہ دلوں میں شریعت محمدیہؐ کے بیج بوئے اور معاشرے میں فروغ پانے والی تمام قباحتوں اور باطل بتوں کو ضرب کلیمی سے پاش پاش کر دیا۔ عقل وفکر کے قبلہ کی صحیح سمت متعین کر کے اہلِ اسلام کو آستانہ رسالت کا دریوزہ گر بنا دیا۔

یہ تو ایک عالمگیر حقیقت ہے کہ اہل اللہ کی ذات مقدس فضلِ الہیٰ کا کرشمہ ہوتی ہے چنانچہ جس طرح طلوع آفتاب سے پہلے اس کے آثار سے ہر شخص یہ جان لیتا ہے کہ سحر قریب ہے اسی طرح جب کسی آفتاب ولایت یا کسی سعید روح کی تشریف آوری قریب ہوتی ہے تو اس کے انوار عالم روحانیت میں پھیل جاتے ہیں اس خطے کے مکین اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس روح پاک کے ظہور کی اطلاع پا لیتے ہیں آنکھوں

والے (اہل نظر) جان لیتے ہیں کہ کسی غیر معمولی روحانی ہستی کا ظہور ہونے والا ہے۔

جس طرح بارش یک دم نہیں برستی، پہلے کچھ آثار و قرآئن نمودار ہوتے ہیں، موسم میں تغیر رونما ہوتا ہے بادل اٹھتے ہیں، گرج چمک ہوتی ہے تب برسات آتی ہے اسی طرح کسی مرد کامل کی ولادت سے پہلے قصرِ ابلیس میں زلزلہ بپا ہو جاتا ہے اور افرادِ علاقہ کی روحانی زندگی میں بھی ایک واضح انقلاب کی آہٹ محسوس ہونے لگتی ہے۔

۱۹۱۶ء کا وہ دن بھی ان گنت تمناؤں، آرزوؤں، حسرتوں اور خواہشوں کی خلعت فاخرہ میں لپٹا ہوا ایکا یسا ہی روشن دن تھا کلیوں کی سی نرماہٹ کا تابندہ احساس لیے ہوئے۔ ایک جھلملاتا ہوا دن ایسا دن جو صدیوں میں شب تاریک کے سینے کو چیر کر تمام کائنات میں اجالے بکھیر دیتا ہے۔ امام المشائخ حضرت سید سَید علی شاہ قدس سرہ المعروف سخی سیدن شاہؒ بیان سے قاصر قلبی کیفیات میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ایک عجیب سا کیف عجیب سا سرور اور ایک عجیب سا نشہ رگ و پے میں سرایت کر رہا تھا۔ حد نظر تک پھیلے ہوئے دلنواز اور دل آویز منظر پر نئے دن کا مسکراتا ہوا سورج اپنی رو پہلی کرنیں بکھیر رہا تھا۔ یہ ایک شگفتہ گداز اور سہانی صبح تھی۔ جس نے حضرت سیدن شاہ قدس سرہ کے گھر میں مسرتوں کے چراغ روشن کیے۔ سپہر طریقت پر ایک نیا ستارہ چمکا یہ دن حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانیؓ کے لاڈلے نورچشم حبیب محبوب کردگار شیخ الاسلام والدّین حجۃ اللہ فی العالمین ہدایت مآب زبدۂ اصحاب فنا و بقا شیخِ اکبر حضرت سید ولی محمد شاہ قدس اللہ سرہ العزیز کی ولادت کا دن تھا۔

آپؒ کے والد محترم عزت مآب حضرت سخی سیدن شاہؒ (پیر سید علی شاہؒ) کا بیشتر وقت گوشہ نشینی کے عالم میں مسجد میں گزرتا تھا۔ آپؒ ہمہ وقت رجوع الی اللہ رہا کرتے تھے۔ طلوع سحر کے وقت آفتاب کی کرنیں آپؒ کے در اقدس پر بوسہ زن ہوئیں تو اس روز یہ عجیب بہار آفریں منظر تھا چاروں طرف انوار سرمدی کی بارش ہو رہی تھی۔ نور کا باڑا بٹ رہا تھا ہر کسی کی دیکھنے والی آنکھ اس کے دل کو گدگدا رہی تھی کہ نادان یہ وہ صبح نہیں جو ہر روز رات کے چند مقررہ اوقات پورے کرنے کے بعد نمودار ہوتی ہے بلکہ یہ تو وہ صبح جاں فزاء ہے جب دعاؤں کو قبولیت کا سہرا عطا کیا جاتا ہے

سفینہ آرزو کو ساحل مراد سے ہمکنار کیا جاتا ہے۔ جان لو کہ بطون سے ظہور اور ظلمات سے نور کا سفر شروع ہو گیا ہے۔ ہوائیں اپنی انکھوں میں حیرتوں کے سمندر چھپائے اپنی ہتھیلیوں پر درود وسلام کے چراغ جلائے شہر نبی ﷺ خوشبوئیں سمیٹے آپ کے آستان کو مہکا رہی تھیں۔

حضرت سید سید علی شاہ قدس نے نومولود کی جبیں میں درخشاں نور ولایت اور فیضانِ رسالت مآبؐ کی پیش گوئی کی جو حرف بحرف حقیقت بن کر عالم رنگ و بو کو جگمگانے لگی۔

آپؒ نے نورانی مکھڑے والے صاحبزادے کا نام سید ولی محمد شاہ تجویز فرمایا۔ چرند پرند پکار اٹھے ''وہ دیدہ ور آ گیا جیسے بھیجا گیا ہی عظمت اور بزرگی کا تاج پہننے کے لئے ہے''۔ حضرت سیدن شاہؒ کے گلشن میں کھلنے والے اس گل تر کی خوشبو سے معطر ہوائیں مست ہو کر سریلے گیت گنگنانے لگیں شجر سبز لباس اوڑھ کر مسرت و شامانی کی لوریاں سنانے لگے۔ زمین سے آسمان تک کہکشاں اپنے رنگ بکھیرنے لگی ذرہ ذرہ فرحت و انبساط کی وادیوں میں غوطہ زن تھا۔ یہ روز روزِ عید تھا اور یہ عید اہل دل کے لیے اربوں، کروڑوں عیدوں سے بڑھ کر ایک ایسی عید تھی۔ جس کے دامن میں روزِ اول سے نرگس کے اپنی بے نوری پہ سلگتے ہوئے آنسو جذب ہو رہے تھے زمانے نے وادیٔ خیال میں پیدا ہونے والی جلال و جمال کی تمام تر رعنائیاں جس عید کے انتظار میں پلکوں کی دہلیز پر نثار کر دی تھیں وہ صبحِ عید اپنی تمام تر دلنوازی کے ساتھ ظلمت کدے میں آفتابِ نو بن کر طلوع ہوئی تھی چار سو اجالے ہی اجالے بکھر گئے تھے۔ دھنک کے ساتوں رنگ ادب و احترام کی قندیل تھامے کوئے خیر الوریٰ ﷺ سے مبارک بادی کا پیام لیے آہستہ آہستہ اتر رہے تھے انوارات و تجلیات کی چادر سی تنی ہوئی تھی۔ اس صبح کا اجالا جب پہاڑوں پر پڑا تو ہر پہاڑ کوہ طور کا منظر پیش کرنے لگا۔ یہ حال دیکھا تو نفرتوں نے راہِ فرار اختیار کیا اور محبت نے اپنے ڈیرے جما لیے۔ آزاد فضائیں قلندرانہ پیغام دینے لگیں۔ ایک مرد مومن اپنے روایتی جلال و جمال سے آراستہ ہو کر وادیٔ پیر شاہ میں جلوہ افروز ہو گیا تھا۔ اندھیر نگری میں مشعل جل اٹھی تھی۔

اہل دل کے دل و دماغ کو ایک پاکیزہ اور نورانی احساس چھو گیا تھا کہ اس تشکیک اور انتشار کے دور میں بھی تقویٰ، اخلاص، للّٰہیت، عجز و انکساری اور شان استغنیٰ جیسے کلمات لفظوں کی قید سے نکل کر معنوی قالب میں ڈھل سکیں گے۔ جہل بازو اور سمیٹ لے گا اور پھر سے علم کا شہپر کھل جائے ویرانے آباد ہوں گے ذکر حق کی محفلیں آراستہ ہوں گی اور دل میں خوف خدا، احکام الٰہی اور سیرت و سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے جذبے زندہ ہوں گے اور آقا و مولا شہنشاہ انس و جاں صلی اللہ علیہ وسلم کو اب پھر ہمارے وطن سے ٹھنڈی ہوا آئے گی۔

شراب توحید سے مخمور اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے معمور، صدق میں صدیقیؓ اور عدل میں فاروقیؓ، احسان میں عثمانیؓ، شجاعت میں حیدریؓ تو فکر میں ابوذریؓ اطاعت میں بلالیؓ، ایثار میں حسنیؓ و حسینیؓ، مدحت میں حسانیؓ، تو شریعت میں محمدیؐ مصطفویؐ مسلک میں حنفی اور طریقت میں قادری حقیقت میں منصوری اور معرفت میں جنیدی، ایمان میں اویسی، وجدان میں جامی، عرفان میں غزالی اور ایقان میں رومی کی تصویر، جلال میں شاہ کمالی تو جمال شاہ موسوی محبوبیت و پذیرائی میں شاہ سکندری، فنا میں ہجویری تو بقا میں مجددی صاحبِ راز بھی پیکر نیاز بھی ہدایت مآب بھی اور کائنات ولایت میں پیران پیر غوث الاعظم دستگیر کا حسنِ انتخاب بھی۔

ان تمام خصوصیات کو اگر کسی اسم سے موسوم کیا جائے تو جو اسم گرامی ہمارے ذہن و دل میں آگہی کے در کھولتا ہے وہ ہے سید ولی محمد شاہ قدس اللہ سرہ العزیز۔

اللہ رب العزت بڑا رحیم و کریم ہے جس نے بے مہریٔ زمین اور نامہربانی فلک کا شکوہ دور کرنے کے لیے اور اپنے ضعیف الاعتقاد لوگوں کی تیمارداری اور غمگساری اور تالیف قلوب کے لیے سید ولی محمد شاہؒ جیسے مرد پاکباز کو منتخب فرمایا اور آپ کو دین و دنیا کی دولت بخش کر طالبان شوق کے لیے منارۂ نور بنا دیا۔ آپؒ کو ایسا ابر کرم اور قلزم جود و سخا بنا دیا جو وقت کے صحرا پر حیط ہو کر برسا اور ہر اک کے کاسۂ دل کو لبریز کرتا چلا گیا آپ کے دامن میں فیض کا کتنا بڑا دریا رواں تھا اس کا ہمیں ادراک نہیں۔ المختصر آپؒ وہ گلشن ہیں جس کو پیران پیر سید الاولیاءؓ نے اپنے دستِ شفقت سے سیراب فرمایا۔ اور دین و اسلام کی تبلیغ قرآن و شریعت کی نگہبانی، حق و صداقت کی حفاظت،

امانت خداوندی کی رکھوالی، محراب و منبر کی وراثت اور فقر درویشی کی پاسداری سونپ کر آپؒ کو زمانے کا رہبر، دنیا کا راہنما، نسل انسانی کا پیشوا اور مسلمانوں کا مقتداء بنا دیا۔
آپؒ کا شجرہ نسب گیارہویں پشت سے حضرت سید موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہ سے ملتا ہے جو حضرت سیدنا شاہ کمال قدس سرہ العزیز کے بیٹے ہیں۔ اور اکیسویں پشت سے حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

کہیں مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستورِ مئے خانہ

اُچیاں شاناں والیا سوہنیا وے سدا اُچیاں رہون شاناں
مہرباناں
میری نال تو توڑ نبھاویں اِتھے اُوتھے دونویں جہاناں
مہرباناں
میرا نیں کوئی دردی وچہ دنیا دے ودا روندا دھکڑ کھاناں
مہرباناں
تیرے جیڈا ولیاؒ میں پیر قلندر ولی کوئی وی نہ جاناں
مہرباناں

# گل سر سبد

باغِ جیلاں کا گل سر سبد ہیں
سیدی حضرت ولی الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید ولی محمد شاہ قدس اللہ سرہ العزیز ابتدا ہی سے غیر معمولی طرز عمل کے حامل تھے اہل علاقہ اور خود والد ماجد امام المشائخ سید سیدن شاہ کے خیال میں یہ گلِ سرسبد غیر معمولی اور غیر متناہی اوصاف سے متصف تھا۔ اب نومولود میں کیا خاص بات تھی۔ جس کی بنا پر اس کے بارے میں یہ تصور باندھا گیا تھا اس کی نشاندھی کسی نے بھی نہیں کی۔ لیکن اس پر سبھی کا اتفاق تھا کہ یہ بچہ جو سید ولی شاہؒ کے اسم سے موسوم ہے غیر معمولی ہے۔

حضرت سید سیدن شاہؒ خود ایک ولی باصفا اور عارف باللہ تھے۔ آپؒ نے سید ولی شاہؒ کے آثار کو بھانپ لیا اور پہلے دن سے ہی اپنے نور چشم اور لخت جگر کی تربیت اس انداز اور اس نہج پر فرمائی کی تاریخِ تصوف و روحانیت و طریقت خود حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ کی سیرت طریقت اور ولایت پر نازاں ہوئی اگرچہ آپ کا وصال حضرت سلطان العصر سید ولی محمد شاہ قدس سرہ کے بچپن اوائل عمری میں ہی ہو گیا تھا تاہم آپ نے ان کی تربیت اور پرورش کا آغاز جن ٹھوس اور نتیجہ خیز بنیادوں پر کیا ان کو آپؒ کی والدہ ماجدہ نے بڑی عمدگی سے جاری رکھا۔

والدہ ماجدہ مذہبی روایات سے دلی لگاؤ رکھتی تھیں لہٰذا حضرت سید سیدن شاہؒ کے وصال کے بعد آپ نے حضرت سید ولی محمد شاہؒ کی تربیت کا کام سنبھالا اور آپ ہی تربیت نے سید ولیؒ کو بچپن میں ہی پابند صوم وصلوۃ بنا دیا گویا اس کی ضرورت ہی پیش نہ آتی کہ آپ حضرت سلطان العصرؒ کو نماز کی ادائیگی کا حکم دیں حضرت سخی سیدن شاہ قدس سرہ کی روح مبارک ان کی تربیت کے انداز پر جھوم جھوم اٹھتی۔

کم عمر سے ہی حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ کا بیشتر وقت یاد الٰہی اور ذکر میں

گزرنے لگا اس اعتبار سے دیکھا جائے تو آپؒ کی والدہ محترمہ ہی آپؒ کی معلمہ بھی تھیں اور مرشد بھی ابتدا سے ہی نفاست پسندی آپؒ کی طبعی میں رچ بس چکی تھی۔آپ گاؤں کے دوسرے بچوں کی طرح کھیل کود سے گریز فرماتے اور غور وفکر میں مستغرق رہتے۔ دن بدن آپ کی مشغولیت میں اضافہ ہوتا رہا۔ اوائل عمری سے ہی آپ کے زہد وتقویٰ کا یہ عالم تھا کہ بچپن میں ایک مرتبہ آپ نے اپنی والدہ محترمہؒ سے دریافت فرمایا کہ میری عمر کتنی ہوئی ہے والدہؒ نے جب آپ کی عمر مبارک بتائی تو آپ نے اتنے برسوں کی نمازوں کا حساب لگایا اور کمال استقامت کے ساتھ تمام قضائیں ادا فرمائیں۔ یہ دیکھتے ہوئے والدہ صاحبہؒ نے پوچھا ''بیٹا کیا یہ مشقت تمہاری عمر سے کچھ زیادہ نہیں۔ آپ نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔ ''کیا میں اپنے مالک کا شکر گزار بندہ نہ بنوں جس نے مجھے اتنی نعمتوں سے بنا مانگے نوازا۔'' اللہ اللہ کیا مقام ولایت ہے۔یعنی ابتداء ہی سے تسلیم ورضا کا تاج آپ کے سر پہ جگمگانے لگا تھا۔

سلام ان ماؤں کی عظمتوں پر جن کی کوکھ ہری ہوئی تو انہوں نے حسن بصریؒ کو جنم دیا۔ جیند بغدادیؒ نے جن کے پیٹ میں پرورش پائی، امام شافعیؒ کو گود میں پالا، محمد بن قاسمؒ ان کے دودھ کا حقدار بنا، فضیل بن عیاضؒ نے سینے کی گرمی کا لطف لیا، داتا گنج بخشؒ نے جن کی لوریاں سنیں، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے دنیا کو زینت بخشی۔ حضرت شاہ کمالؒ نے جس کی آغوش میں آنکھ کھولی، حضرت شاہ سکندرؒ کے کان اذان آشنا ہوئے سخی سَیدن شاہؒ کو دودھ پلایا اور سلطان العصر حضرت سید ولی محمد شاہؒ نے جن کی نگاہوں کو نور سرور بخشا۔

وَاُفَوِّضُ اَمرِیٓ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیرٌ بَالْعِبادِ

میں اپنا کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ واقعی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا رکھوالا ہے۔

رہوے در سلامت تیرا ایہو کرناں میں روز دعا اے
میرے منہ دیاں نکلیاں شالا ساریاں لگن کائی اک وی نہ جاوے خطا اے
تیری نظر مہر دی ہو جاوے تے میرے درداں دی اواصل دوا اے
تیرا ولی شاہؒ وسدا ویکھ دوارا تے بن سائل قلندر آئے

# ابتدائے تعلیم

حضرت سلطان العصر سید ولی محمد شاہ قدس اللہ سرہ العزیز گھر کے ماحول سے باہر نکلے تو آپؒ کی والدہ ماجدہ کو فکر لاحق ہوئی کہ اب آپؒ کی تعلیم کے سلسلے میں کیا لائحہ عمل اختیار کیا جائے۔ کہ آپؒ کی تعلیم کے ارتقاء میں کوئی رخنہ نہ پڑے کافی غور و خوض کے بعد قرعہِ فال بونگہ احسان بی بی کے نام نکلا۔ جو پیر شاہ سے دو کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے آپؒ نے (پاٹ شالا) مکتب جانا شروع کر دیا۔ دو میل کی مسافت طے کرنا روزانہ کا معمول بن گیا پانچ سال تک آپؒ نے یہاں اردو کی تعلیم حاصل کی۔ اور ذکر الٰہی میں بھی اضافہ کرتے رہے۔ ذکر الٰہی سے دل کی لذت میں اور اضافہ ہو گیا یہ مقام آیا کہ غور و فکر اور یاد الٰہی کا نور آپؒ کے چہرہ مبارک سے جھلکنے لگا حریمِ دیدہ و دل میں چراغاں ہونے لگا۔ ہر آنے والا دن آپؒ کی کائناتِ شعور کو نئے لمسِ اثبات سے ہمکنار کرنے لگا اور قرآن مجید کی تعلیم کو مقصد حیات سمجھ کر اس کے مخفی اسرار کو سمجھنے کی کوشش میں مصروف رہنے لگے۔

عمر کے ابتدائی حصے میں ہی عبادت و ریاضت میں دلچسپی ایک بڑی منزل کی طرف اشارہ تھی۔ بونگہ احسان بی بی کے مکتب سے فراغت کے بعد مزید تعلیم کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے۔ آپؒ نے ایسے معلم کی تلاش شروع کر دی جو فقہ و حدیث اور ان سے متعلق علوم پر دسترس رکھتا ہو آخر کار یہ تلاش بار آور ثابت ہوئی۔

حضرت موصوف مولٰنا محمد یار صاحبؒ پیر شاہ سے قریب بستی پیرخانہ میں مقیم تھے۔ قریب ہونے کی وجہ سے آپ نے وہاں جانے کا فیصلہ کیا۔ جب آپؒ (پاٹ شالا) مکتب پیر خانہ پہنچے تو ایک شاگرد نے استاد محترم کو اطلاع فراہم کی کہ ایک خوب صورت نوجوان آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ استادِ محترم نے آپؒ کو اندر بلا لیا۔ مسجد کے

احاطے میں بیٹھے بہت سے شاگرد آپؒ کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔ قبلہ محمد یار صاحبؒ نے آپؒ کے سراپا پر نظر ڈالی اور فرمایا سید زادے ہو جواب اثبات میں تھا''۔ قبلہ استاد محترم نے پوچھا ''کہو کیسے تشریف لائے'' سید ولی قدس سرہ نے جواب دیا ''بہت شہرہ سنا تھا تھا ملاقات کا شوق آپ کے پاس کھینچ لایا'' صوفی صاحب نے نام دریافت کیا۔ جواب دیا گیا۔ ''سید ولی ولد سید سید شاہؒ'' استاد محترم نے سوال کیا۔ ''کیا چاہتا ہے'' تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہوں'' استاد محترم نے کہا ''یہاں سے سیر ہو جاؤ گے'' آپؒ نے جواب دیا ''اندازہ تو یہی ہے'' کیونکہ آپؒ عالمِ بے بدل اور صوفی بے مثل ہیں۔''

دراصل استادِ محترم قبلہ محمد یار صاحبؒ کے سوالوں کے پیچھے کوئی اور بات کارفرما تھی جس کو وہ جانچنا چاہتے تھے۔ ازلی سعادت سید ولیؒ کی روشن جبیں پر درخشاں تھی اور آپ کے استاد نے وہ لازوال نور تو دیکھ لیا تھا جس سے ہزاروں قندیلیں روشن ہونا تھیں۔ اچانک ایک سوال کر دیا۔ ''سید زادے اپنا وعدہ یاد ہے جو اپنے رب کے حضور کیا تھا۔ یہ ایک پیچیدہ سوال تھا جس کا جواب دینا انتہائی مشکل تھا۔

لیکن حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ نے یہ سوال حل کر فرمادیا۔ ''بات یہ ہے کہ اس دنیائے فانی میں کوئی کسی کا شاگرد ہے تو کوئی کسی کا استاد اِن روایات سے گزرنا تو پڑتا ہے میں روایتی تعلیم علم برائے علم حاصل نہیں کرنا چاہتا بلکہ قرآن مجید کو سمجھنا چاہتا ہوں'' استادمحترم نے کہا بچے ہو زیادہ گہرائی میں نہ جاؤ۔'' سید ولی محمد شاہ قدس سرہ نے بڑی عالمانہ بات کی کہ ''گزرا ہوا دن واپس نہیں آتا۔ آپ نے جو کچھ بتانا ہے سچ سمجھ کر بتائیں کہ میں آج کا سبق کل نہیں پڑھوں گا اور جو کل پڑھوں گا وہ کل ہی ہوگا۔''

قبلہ استادِ محترم نے کچھ دیر سکوت اختیار کیا پھر اس غیر معمولی شاگرد کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور اپنے حلقہ شاگردی میں لے لیا اور درس دینا شروع کر دیا یوں شب و روز گزرنے لگے۔ 8 میل کا دوطرفہ سفر آپؒ کی تعلیم پر اثر انداز ہونے لگا تو آپؒ نے والدہ صاحبہ سے استدعا کی کہ مجھے سائیکل کی سہولت مہیا کی جائے چھوٹے ہونے کی وجہ سے آپؒ والدہ ماجدہ کی محبت کے مرکز تھے۔ والدہ محترمہ کب چاہتی تھی کہ میرا ولی

ابتدا،

پیدل چلنے کی صعوبت برداشت کرے لہٰذا ہرکولیس سائیکل خریدی گئی جس پر آپؒ روزانہ پیر خانہ تشریف لے جاتے۔

استاد محترم نے ہونہار شاگرد کی اعلیٰ صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے آپؒ پر زیادہ توجہ دینا شروع کر دی ظاہری تعلیم کے ساتھ ساتھ روحانی تعلیم کے اسرار سے بھی روشناس کرانا شروع کر دیا آپؒ بڑے ذوق وشوق کے ساتھ مروجہ علوم کی تحصیل میں مشغول ہو گئے اور عربی، فارسی زبان پر دسترس حاصل کی۔ علاوہ ازیں ہندی، گورمکھی پر بھی عبور حاصل کیا یہیں سے علم کی تمام منازل طے کیں آپؒ کے ذوق وشوق کو دیکھتے ہوئے قبلہ محمد یار صاحبؒ آپؒ کے گرویدہ ہو گئے اور دوسرے شاگردوں سے علیحدہ نشست ہونے لگی دسرے شاگردوں پر یہ نشست افروز ہونا گراں گزرنے لگا۔

ایک دن استاد محترم کے بھائی جناب کرم دین صاحبؒ نے موقع پا کر قبلہ محمد یار صاحبؒ سے دریافت کیا کہ ''ایسا کون سا علم ہے جو دوسروں کی موجودگی میں نہیں پڑھایا جا سکتا'' اسی اثنا میں ان کی نظر سید زادے کے ہاتھوں میں موجود کتاب پر پڑی تو چونک پڑے'' تو یہ بات ہے یعنی روحانی علم تلاشا جا رہا ہے'' امتحان کی غرض سے ایک سوال کر ڈالا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو دوسری مخلوق پر کیوں فضیلت عطا فرمائی حضرت سید ولی محمد شاہ قدس نے کچھ یوں وضاحت فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے دل کو روح سے سات ہزار سال قبول تخلیق کیا اور اسے محبت کے باغ میں رکھا دماغ کو روح سے ایک ہزار سال قبل تخلیق کیا اور اسے مقام وصل میں ٹھہرایا یہاں اس پر ہر روز تین سو ساٹھ بار نظریں ڈالی جاتیں۔ پھر کلماتِ محبت سے ازواح کو واقف کرایا گیا اس کے بعد دل پر تین سو ساٹھ لطائف وارد کیے گئے اور دماغ پر تین سو ساٹھ بار کشفِ جمال کی تجلیات ڈالی گئیں تو آدم علیہ السلام سے برتر کسی کو نہ پایا گیا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے امتحان کے طور پر دماغ کو روح میں روح کو دل میں اور دل کو اجسام میں قید کر دیا نبیوں کو ہدایت کے لیے بھیجا گیا اور جب یہ سب اپنے اپنے مقام کے متلاشی ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے نماز کا حکم دیا چنانچہ جسم نے نماز کی مطابقت کی دل نے محبت کی روح نے قربت کی اور دماغ نے وصال کی مطابقت کی

اس طرح حضرت آدم علیہ السلام دوسری مخلوق سے افضل قرار پائے۔

''ابھی آپؒ کی زبان پر آخری الفاظ تھے کہ استاد محترم نے دوسرا سوال کر دیا صوفی کیا ہے؟''

چونکہ آپؒ کا تعلق مذہبی گھرانے سے تھا اور والد صاحبؒ روحانی صحبت اور استاد محترم محمد یار صاحبؒ کی تربیت نے آپؒ پر نمایاں اثر کیا تھا اس لیے استاد کے سوال کا یوں جواب دیا۔

''صوفی وہ شخص ہے جس کے ایک ہاتھ میں تسبیح دوسرے ہاتھ میں شمشیر ہو فصاحت و بلاغت کے سمندر اس کی زبان سے جاری ہوتے ہوں یہاں جو صوفی لفظ مستعمل ہے وہ لفظ ''صوف'' سے نکلا ہے اور ''صوف'' ریشم کو کہتے ہیں۔ متقی اور پارسا شخص اس کو کہا جائے جو ایک طرف اپنے دل کو غیر حق سے پاک رکھے اور دوسری طرف شمشیر سے کفار واصلِ جہنم کرے صوفی کشتۂ خنجرِ تسلیم ہے وہ ایسا مومن ہے جو خالق سے شکایت نہیں کرتا اس کے فیصلوں پر راضی بہ رضا رہتا ہے اس جامع اور مدلل جواب سے استادِ محترم حیران و ششدر رہ گئے حضرت صاحبؒ کے جواب سے آپؒ کے استادِ محترم بے حد متاثر ہوئے اور پکار اٹھے ''ولیؒ بے شک ولی ہے اس ولایت کے ہیرے کو تراشا جائے تو اس سے علم و فضل کی نورانی کرنیں پھوٹیں گی اور مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچے گا۔''

اگر غور کیا جائے تو مشائخ قادریہؒ شاہ محسن شاہؒ پوتروں میں سے آپؒ پر ہی نظریں ٹھہرتی ہیں معلوم ہوا کہ ایک طویل خلا کے بعد حضرت سید ولی محمد شاہؒ مانندِ چراغ روشن ہوئے۔''

اب یہ عالم تھا کہ سید صاحبؒ اساتذہ کی نگاہوں کے مرکز بن چکے تھے اسی دوران آپؒ کے ہم جماعت لڑکوں نے بھی کوشش کی لیکن وہ یہ مقام حاصل نہ کر سکے اکثر اوقات مولوی سلیمان صاحب اور صاحبزادہ عبدالعزیز صاحب کے کسی نہ کسی موضوع پر مناظرہ ہو جاتا تھا اور آپؒ ان سب پر سبقت لے جاتے اسی نوک جھونک میں ماہ و سال گزرنے لگے'' کہ ایک دن عجیب واقعہ پیش آیا۔''

استاد محترم نے ایک لڑکے کو بلایا وار اپنے کفش پیوند لگوانے کو دیئے سید ولی محمد شاہ قدس سرہ نے کھڑے ہو کر استدا کہ ''یہ کفش مجھے دیئے جائیں'' استادِ محترم گہری سوچ میں مبتلا ہو گئے۔ ''آیا کہ یہ کام سید صاحبؒ کے سپرد کیا جائے لیکن آپؒ کے بار بار اسرار پر کفش آپؒ سپرد کر دیئے لیکن یہ شرط بھی لگا دی کہ ان کو ہاتھ نہ لگایا جائے دوسرے روز آپؒ اعلی الصبح موچی کے پاس گئے اور کفش اپنے ہاتھوں سے کھول کر دیئے اور پیوند لگوا کر استادِ محترم کی خدمت میں پیش کر دیئے اسی شب قبلہ استاد محترم محمد یار صاحبؒ کو زیارت رسول ﷺ نصیب ہوئی سرکارِ مدینہ ﷺ نے فرمایا ''محمد یار ہمارا ایک بچہ تمہارے پاس زیرِ تعلیم ہے اس کو تم نے کفش مرمت کروانے پر لگا دیا ہے'' صبح جب سید ولی محمد شاہ قدس سرہ پیر خانہ تشریف لے گئے تو استاد محترم نے رات کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا ''سیّد ولی میں نے روکا تھا کہ میرے پاپوش کو ہاتھ مت لگانا پھر آپؒ نے ایسے کیوں کیا''۔ حضرت سید ولی محمد شاہ قدس اللہ سرہ العزیز نے جواب میں کہا ''الادب حلیۃ الابرار یعنی ادب نیکوں کا زیور ہے'' اس بات سے خوب اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آقائے دو جہاں مالکِ کون مکاں مرسلِ مرسلاں ﷺ کی نگاہِ التفات اور غوثِ صمدانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی نظریں سید ولی محمد شاہ قدس سرہ العزیز پر مہربان تھیں حضرت صاحبؒ کے استادِ محترم مولنا محمد یار پیر خانوی ایک شفیق اور عظیم صوفیانہ مقام رکھتے تھے۔ آپؒ بلاشبہ عالی مرتبت اور شرف رسیدہ انسان تھے حضرت موصوفؒ کا وصال ۱۹۴۹ء بمطابق ۱۹۶۸ ھجری المقدس ۲۰ رمضان المبارک کو پیر خانہ میں ہوا۔

وہ حلم اور وہ تواضع اور وہ طرز خود فراموشی
خدا بخشے جگر کو لاکھ انسانوں کا انساں تھا

مولانا موصوفؒ کا مقبرہ پیر خانہ میں موجود ہے۔

اِنا للہ وَاِنَا الیہ رَاجعُون

دے صدقہ مینوں اونہاں دا جہناں تینوں علم پڑھایا اے
دے ڈیرے والے سیداںؒ دا صدقہ جہناں تو میں نے کرم کمایا اے
دے گیارہویں والے پیرؓ دا صدقہ جس رنگ تینوں اتنا لایا اے
تیرے در تے ولی شاہؒ پیر قلندر اوہ اَج منگن فقیر ایا اے

# رضا بہ قضا

ماہ و سال گزرنے کے بعد ایک دن وہ بھی آیا کہ سلطان العصر حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرّہ کو استادِ مکرم مولنٰا محمد یار صاحبؒ نے تکمیل علوم کی سند عطا فرما دی اور فرمایا ''ولیؓ تم نے واقعی طالب علم ہونے کا حق ادا کر دیا! مجھے تم پر فخر ہے برخوردار!''

حضرت سید ولی محمد قدس اللہ سرہ العزیز کے سعادت مندی سے کہا ''یہ تو آپ کی خاص توجہ اور التفات کی کرشمہ سازی ہے'' مولنٰا محمدیار صاحبؒ مسکرائے ''نہیں سید ولی! یہ تمہارے عجز و انکساری کی زبان ہے درحقیقت تم ایک گوہر نایاب تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ شرف مجھے عطا فرمایا کہ تمہیں تراشنے کا فریضہ سرانجام دے سکوں کیا اب تم مطمئن ہو'' آپؒ نے کہا ''حضورؒ علوم ظاہری نے دماغ کو آسودگی بخش دی لیکن میرے قلب و روح کی تشنگی ہنوز برقرار ہے۔ کوئی بے چینی سی ہے کوئی عجیب سا احساسِ تشنگی جسے میں سمجھنے سے قاصر ہوں صرف محسوس کر سکتا ہوں'' مولنٰاؒ نے فرمایا۔ ''نوجوان سمجھ تو میں پہلے ہی گیا تھا کہ تمہاری منزل علم ظاہری تک محدود نہیں۔ لیکن کیا کیا جائے کہ میرے پاس یہی کچھ تھا۔ جو میں نے تم کو دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی'' آپؒ نے فرمایا ''میرا یہ مقصد نہیں تھا میں تمام زندگی آپ کا یہ احسان نہیں چکا سکتا۔ آپ نے مجھے فہم و ادراک سے مالا مال کرنے میں بلاشبہ کوئی کمی نہیں رکھی لیکن ایک خلش ایک سوزش ہے جو مجھے پریشان بھی کر رہی ہے اور سکون بھی بخش رہی ہے میرے اندر کی پیاس اپنے عروج پر ہے کہ بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے اس کو بجھا دیں تو کرم ہو گا۔؎

رہی نگفتہ مرے دل میں داستاں میری
نہ اس دیار میں سمجھا کوئی زباں میری

استاد گرامی قدرؒ نے فرمایا تم جس دولتِ علم کے متلاشی ہو وہ تمہیں کتابوں میں

نہیں مل سکتی بلکہ مردانِ خدا کے کتب خانہ قلب سے ملتی ہے فیضانِ نظر سے ملتی ہے۔

استادِ محترم مولٰنا صاحبؒ کے چہرے پر گھمبیر سنجیدگی نے ڈیرا ڈال لیا ''بات یہ ہے سید ولی! دیدہ ور انسان وہی ہے جو علوم ظاہری کے بعد علوم باطنی کی طرف رجوع کرے اور میری یہ خوش قسمتی ہے کہ تم جیسا شاگرد ملا جو اسی قبیلے کا شہسوار ہے جس راہِ خار زار کے تم مسافر ہو اس کی ابتداء میری انتہا ہے افسوس میرا علم یہیں تک ہے آتش عشق نے کہا تھا:

معرفت میں تیری ذاتِ پاک کے
اڑتے ہیں ہوش و حواس ادراک کے

جلال الدین کو مولائے رومؒ بنانے والی تبریزؒ کی نگاہ ہے بس وہی نگاہ جب مہربان ہو جائے تو راز آشنا کر دیتی ہے۔لیکن وہ نگاہ کہاں ہے حضرتؒ! وہ مطب کہاں ہے جہاں سے دوائے دل عطا ہوتی ہے'' حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ کے لہجے میں عجیب سا درد گھلا ہوا تھا۔ مولٰنا مسکرائے ''سید ولی! یہ عنایت پہ موقوف ہے! جو آمادہِ سفر کرتا ہے وہی منزل سے بھی ہمکنار کرتا ہے یہ راہ بھی عجیب ہے یوں بھی ہوتا ہے کہ مدتوں منزلوں کا سراغ نہ ملے اور یوں بھی کہ قدم رکھتے ہی منزلوں کے سلام آنے لگیں اس آتشِ شوق کو روشن رکھنا مجھے یقین ہے کہ تم پر حضرت اقدسؒ کا کرم ضرور سایہ فگن ہو گا۔ ؎

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

" اللہ تعالٰی تمہارے درجات بلند فرمائے! میرا دل کہتا ہے کہ آج مجھ سے اپنے مسیحا کا پتہ پوچھنے والا کل نجانے کتنوں کی مسیحائی کرے گا'' آپؒ کے دل میں ایک شعلہ سا فروزاں ہوا اور پورے وجود میں ایک کسک سی پیدا ہوئی'' آپؒ نے کہا"اللہ تعالٰی آپؒ کو جزائے عظیم دے۔"

یہاں سے اس مردِ جانباز کا نیا سفر شرع ہوا۔ آتشِ شوق نے آپؒ کو ادھر اُدھر سرگرداں کر دیا نئی نئی منزلوں کی راہیں آپؒ کے قدم چومنے کے لیے بے تاب تھیں۔ ؎

ہر قدم پر تھی اس کی منزل لیک
سر سے سودائے جستجو نہ گیا

منزل منزل تلاش کا یہ سفر سلوک کے نئے باب کو جنم دینے والا تھا اس مسافر کی خاکِ راہ پر قربان! کہ منزلوں والا خود جس کا ہمسفر ہو! قریب رہ کر دور سے پکارے اور پھر خود ہی حاصلِ تلاش بن کر ''خوش آمدید'' کا تاج سر پر سجا دے۔ ؎

جب سے تیری طرف کیا ہے رجوع
خود کو آخر سے کر رہا ہوں شروع
میرے قدموں کی دھول کے پیچھے
چاند ہی چاند ہو رہے ہیں طلوع

تینوں نہ آکھاں تے کینوں آکھاں دس ہور کیہڑے میرے سائیں
مینوں روندیاں رلدیاں مدتاں ہوئیاں' میریاں کیسے نہ پکڑیاں بانہیں
مینوں جھورے جھوکے کرن دیاں' آلدھڑیاں ہن سن جائیں
تینوں سب کجھ ولیا سمجھ قلندر! آ رکھیا اے صدق اتھائیں .

# مسافرِ سلوک

تجھ کو نزدیک و دور سے دیکھوں
چشمِ تحت الشعور سے دیکھوں
ایسی آنکھیں بھی کر عطا یارب
میں تجھے تیرے نور سے دیکھوں

اس عالمِ رنگ و بو میں قدم رکھنے والا ہر انسان اپنی فطرت اور میلان کے مطابق طرزِ عمل اختیار کرتا ہے۔ فارسی کا مقولہ ہے کہ ؎

ہر کسے را بہر کارے سا ختند

ہر شخص کو خدا تعالیٰ نے ایک خاص کام کے لیے بنایا ہے ہر شخص ہر کام نہیں کر سکتا کوئی اپنی صلاحیتوں سے بے خبر رہ کر وہ ہو جاتا ہے جو نہیں ہوتا اور کوئی اپنی صلاحیتوں کو پہچان کر اپنی منزلوں کی طرف گامزن ہو جاتا ہے اب یہ تو عطا فرمانے والے کا کمال ہے کہ کس کو کس رستے کا مسافر بنا کر نئی منازل سے ہمکنار کرتا ہے اسی طرح اگر سوچا جائے تو حضرت سید ولی محمد شاہ قدس اللہ سرہ العزیز کا طویل سفر طے کر کے تعلیم حاصل کرنا بے معنی نہ تھا حقیقتاً اس میں رضائے الٰہی پوشیدہ تھی آپؒ کا ہر اٹھنے والا قدم حق کی تلاش کے لیے تھا اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا اپنی محبوب ہستیوں کے لیے مسخر کر دی ہے حق کی تلاش میں قدم بڑھانے والا کبھی کلیم کی صورت میں کوہ طور پر جاتا ہے اور کوئی جہانیاں جہاں گشت کی صورت کوچہ بہ کوچہ تلاش میں رہتا ہے۔

حضرت سلطان العصر سید ولی محمد شاہ قدس اللہ سرہ العزیز کو دیکھتے ہی والد قدس سرہ نے اپنے کشف روحانی سے اندازہ کر لیا تھا کہ یہ بچہ اپنے وقت کا ولی ہے اس کے سر پر محبوبیت کا تاج سجے گا اور اب وہ وقت قریب تھا جب منزل والا خود حاصلِ سفر بن

کر سامنے آ جائے۔

حضرت سلطان العصر سید ولی محمد شاہ قدس اللہ سرہ العزیز علوم دینی سے فارغ ہو کر گاؤں واپس تشریف لائے تو غور و فکر میں بے حد اضافہ ہو گیا آپؒ کی پیشانی میں جو چراغ جل رہا تھا اس کی حرارت قلب و روح میں اضطراب اور بے قراری کو جنم دے رہی تھی اچانک یہ احساس ستانے لگا کہ انہیں کسی ایسی شے کی تلاش بدستور ہے جو ان کی منزل بھی ہے اور مقصود بھی آپؒ کھوئے کھوئے سے اس شے کی تلاش میں حالتِ سفر میں رہنے لگے آپؒ کو ایسا لگتا تھا کہ آپؒ اپنی کسی گمشدہ شے کو تلاش کر رہے ہیں پیچھے پلٹ کر دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا بس ایک عزم اور امید کی کشتی تھی اور یہ سفینہ آرزو توفیق یزداں کے ساتھ آگ کے دریا سے گزر رہا تھا۔ آپؒ کو مرشدِ کامل کے سلسلے میں اشارہ غیب کا انتظار تھا جو آپؒ کو اپنے دامن سے وابستہ کر کے ساحلِ مراد سے ہمکنار کر دے جو تشنگی آپؒ کی ذاتِ والا کے نہاں گوشوں میں فروغ پا رہی تھی اس کو فرو کر دے کیونکہ ؎

پیر اللہ نیست اللہ ہست پیر
شو بدستِ پیر اللہ دستگیر

اب آپؒ ہمہ وقت پیر شاہ میں جلوہ افروز ہوتے لوگوں کی خوشی دیدنی تھی ہر وقت تانتا بندھا رہتا۔ لوگ حضرت سیدن شاہؒ کے فرزند ارجمند کے دیدارِ فرحت آگیں سے اپنے دل ٹھنڈے کرتے حضرت امام المشائخ قدس سرہ کا تو جلال ہی اس قدر تھا کہ کسی کو آپؒ کا سامنا کرنے کی جرأت نہ تھی لیکن نور عین سخی سیدنؒ سید ولی محمد شاہ قدس سرہ پیکر جمال تھے۔ آپؒ کا چہرہ وہ رخِ دل آویز تھا کہ نظر نہ ٹھہرے آپؒ اگرچہ مرقع جمال تھے پھر بھی آپؒ کے سامنے نگاہ بلند ہونے سے قاصر رہتی تاہم اہلِ علاقہ کے دل راحت و تسکین کی دولت سے مالا مال ہو جاتے کتنے ہی لوگ آپؒ کی شگفتگی سے بھرپور پرنور چہرے کو دیکھ کر اپنے رنج و الام بھول جاتے بڑے بوڑھے جب آپؒ سے گفتگو کرتے تو آپؒ کی دانش و فراست پر عش عش کر اٹھتے تاہم اسراد و رموز سے لبریز گفتگو کا عشر عشیر بھی لوگوں کے پلّے نہ پڑتا۔ آپؒ انہیں بالکل بالکل نظر انداز کر دیتے "عوام کالانعام"

بھلا یہ اسرار کیا جانیں۔ انہیں یا پتہ کہ رمز کیا ہوتا ہے اور اسرار واقعی کسے کہتے ہیں۔؎

خانہ دل میں کروں داغِ محبت کو طلب
روشنی کے لیے اس گھر میں جو مہماں مانگوں

آپؒ کے چہرے پر ہر وقت سنجیدگی اور متانت کے سائے ڈیرے ڈالے رکھتے آپؒ کی موجودگی میں ہر ایک کی توجہ آپؒ ہی کی طرف رہتی آپؒ سے طرح طرح کے سوال کیے جاتے۔ آپؒ ان کے اتنے معقول اور قابلِ فہم جواب دیتے کہ سائل آپؒ کے عرفان اور تصوف کا قائل ہو جاتا۔ فارغ اوقات میں آپؒ اولیاء اللہ کی حیات و طیبات کا بڑے انہماک سے مطالعہ فرماتے اس دوران آپؒ پر بڑے بڑے عجیب عجیب انکشافات ہوتے جو آپؒ کو مضطرب اور بیقرار کر دیتے ایسا محسوس ہونے لگتا جیسے یک لخت کوئی خلا پیدا ہو گیا ہے۔ اور آپؒ انہیں زمانوں میں سانس لینے لگے ہیں جب جنید بغدادیؒ، داتا گنج بخشؒ، ابراہیمؒ بن اذھم و سری سقطیؒ اور حضرت غوث الاعظمؓ مسندِ تصوف پر جلوہ افروز ہو چکے تھے۔ آپؒ کے کانوں میں بہت سی صدائیں گونجنے لگتیں۔

حضرت شبلیؒ کی یہ آواز صوفی وہ ہے جو دو جہان میں بجز ذات خدا کسی چیز کو نہ دیکھے" حضرت معروف کرخیؒ کی یہ آواز "خدا کے اولیا کی تین نشانیاں ہوتی ہیں ان کا خیال خدا کے حضور میں رہتا ہے ان کا رہن سہن خدا کے ساتھ ہوتا ان کا سارا کاروبار بھی خدف ہی کے ساتھ ہوتا ہے حضرت بایزیدؒ کی یہ آواز اہل محبت کے نزدیک خدا کی محبت کے مقابلے میں بہشت کی کوئی اہمیت نہیں پھر یہ آواز کہ؎

در دلِ مومن نگنجد ایں عجب
گر مرا جوئی دروں دل ہا طلب

حضرت رابعہ بصریؒ کی یہ آواز

اللھم ان کنت اعبدک خوف من نارک فاتعنی فیھا

اے اللہ اگر میں تیری عبادت آتشِ دوزخ کے خوف سے کرتی ہوں تو مجھے اس میں جھونک دے۔

وان کنت اعبدک طمعانی خنتک فاخر مینھا

اور اگر میں جنت کے لالچ کے لیے تیری جناب میں سربسجود رہتی ہوں تو مجھے اس جنت سے محروم کردے۔

وان کنت اعبدک لوحبک الکریم فلا تحرمنی من رویتہ

اور اگر میں صرف تیری ذات کے لیے عبادت کرتی ہوں تو اے خدا! مجھے اپنے شرف دیدار سے محروم نہ رکھیو۔

ان صداؤں کے اثرات اپنے دل و دماغ پر یکساں محسوس کرتے تو یوں محسوس ہونے لگتا جیسے وہ ہوا میں پرواز کر رہے ہیں۔ آپؒ کے دل کی گہرائیوں سے اٹھنے والی آرزو مکان و لامکاں کی سرحدیں عبور کر کے باب اجابت پر دستک دینے لگتی۔ ے

نیاز مند مظفر کو بھی بتا ان کا!
وہ خاص ہستیاں جن پر ترے کرم ہیں بہت

یوں یہ سلسلہ روز بروز دراز ہوتا گیا اور دل میں درد وسوز اور ذوق وشوق کی وہ کیفیات پیدا ہوگئیں جن کا بیان مشکل ہے سچ ہے۔ ے

عارف ہے وہ جو حسن کا جویا جہاں میں ہے
باہر نہیں ہے یوسف اسی کارواں میں ہے

انہی دنوں سرزمینِ پیر شاہ کے بھاگ جاگے اور یہاں خانوادۂ پیرانِ پیر کے ایک شہبازِ معرفت جلوہ افروز ہوئے اور آپؒ کی نگاہ انور نے اپنے مطلوب کو بھانپ کر اپنی خدمت میں طلب فرمایا اور یوں بالآخر آپ کی یہ تلاش آپؒ کی اس مرد قلندر کی بارگاہ میں لے آئی۔ جسے دنیا مخدوم العالم سید علی احمد شاہ گیلانی قادری کیتھلیؒ کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے اعلیٰ حضرتؒ کی نعت مبارک کا مقطع ہے

تیری سرکار میں لاتا ہے رضاؔ اس کو شفیع
جو میرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

ث ثابت دل صادق یقین اساڈا تیرے خلق اخلاق بنایا اے
تیرا بخت اقبال اساں جاندے آں اعلیٰ ادنیٰ دے کم آیا اے
تیرے کول مرداں ہر ہک لیاں تیرے غوث دا سایہ اے
ایہہ پیر قلندر نوں کئی نہ آکھے ولی شاہؒ کولوں توں کی پایا اے

# جمالِ ساقی

عاشق نشدی جلوہ جاناں چہ شناسی
تاسر نہ دھی ہمت مرداں چہ شناسی
امروز نہ دیدی اگر آں روئے صنم را
فردہ بقیامت رخِ جاناں چہ شناسی

خالقِ کائنات نے یہ عظیم ارفع و اعلیٰ کائنات سے تخلیق فرمائی تو فیض رسانی کا بھی دائرہ کار چلا دیا اس کائنات کی ہر شے فیض رسانی میں مصروف ہے سورج، چاند، ستارے، ہوا، پانی، زمین اور اس کی جملہ اشیاء کسی نہ کسی رنگ میں انسان کے لیے فیض رسانی میں مصروف ہیں امیر غریب کو بلند پست کو حاکم محکوم کو حتیٰ کہ ہر شخص کسی نہ کسی صورت میں منبع فیض بنا ہوا ہے گر مادی دنیا میں فیض رسانی کا سلسلہ جاری ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ کائنات باطنی جو اس کائنات ظاہری سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے فیض رسانی کا سلسلہ جاری نہ ہو ہر دور میں اولیاء کرام سے وابستہ رہنے والے ان سے فیض و برکات حاصل کرتے ہیں حتیٰ کہ بعد از وصال ان کی قبر مبارک بھی منبع فیض و برکات بن جاتی ہے۔

سلطان العصر حضرت سید ولی محمد شاہ قدس اللہ سرہ العزیز دینی علوم میں پہلے ہی یگانہ روزگار تھے اب کسی مرشدِ کامل کے متلاشی تھے۔دن رات دعائیں کرتے کہ اے مالک دو جہاں کوئی رہبرِ راہِ حقیقت ملے جو قلب مضطر کی تسکین کا سبب بن سکے اقبالؒ کے نزدیک شاہین کو مستقل طور پر صحبتِ زاغ ناآشنائے بال و پر اور محروم سیر و سپر کرتی ہے۔ انہیں علم تک نہیں ہونے دیتی کہ اس کے پروں میں کیا طاقت پرواز پوشیدہ ہے

اور یہ چاہے تو ہفت افلاک اس کے سامنے سرنگوں ہو سکتے ہیں۔

شاہین اگر ابر پاروں کے اوپر محوِ پرواز ہو تو اسے زیرِ دام لانے کے لیے کسی ماہر صیاد کی ضرورت ہوا کرتی ہے اور بلند پرازی میں سید ولیؒ کے مقابل کوئی نہ تھا لہذا صیاد بھی کوئی بلند مرتبت ہونا چاہیے تھا۔ حالات و واقعات ثابت کرتے ہیں کہ اس شاہین شہ گولاک کی بیعت کوئی معمولی واقعہ نہیں بلکہ خاصی منفرد اہمیت کا حامل ہے۔

آپ کے مرشد کامل کو آپؒ کے بارے میں بہت پہلے ہی سے بذریعہ کشف معلوم تھا کہ کشور ولایت کے شہباز، افتخار المشائخ اور سرزمین پرشاہ کو شرف بخشنے والے مادر زاد ولی اللہ ان کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کریں گے۔ لہٰذا مخزن الحقائق، قدوۂ اہل زمانہ، مخدوم سیدنا علی احمد گیلانی قدس سرہ، کمال مہربانی فرماتے ہوئے، بنفس نفیس سرزمین پیر شاہ میں تشریف لایا کرتے تھے کہ اس طائرِ لاہوتی کو اپنے اپنے دام میں لیں اور نسبت قادریہ غوثیہ تک پہنچائیں۔ لہذا ہمیں یہ بات کہنے میں کوئی عار نہیں کہ حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ مرید بھی ہوئے اور مراد بھی۔

یہ بات تو تمام عالم پر عیاں ہے کہ حضرت مخدوم العالم شہنشاہ ولایت سلطان العارفین و المشائخ قدس سرہ اپنے زمانے میں اپنی مثال آپ تھے یہ حقیقت اہل نظر اور اہل دل حضرات سے مخفی نہیں کہ مقربین بارگاہ جل و علا کی نظر میں کئی برسوں کا زمانہ ایک ساعت اور ارض و سما و مافیہا مثل ذرہ نظر آتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں کہ عارف کے دل میں تمام دنیا بمثل ایک نقطہ کے ہے نیز حضرت سلطان الاولیاء غوث الاغیاث سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ قصیدہ غوثیہ میں فرماتے ہیں کہ دنیا میری ہتھیلی پر رائی کے دانے کی مثل ہے۔

حافظ بشیر صاحب پیر شاہی فرماتے ہیں کہ زمانہ طالبعلمی میں ہی حضرت مخدوم قدس سرہٗ دریافت فرمایا کرتے تھے۔ کہ پیر سید شاہ کا لڑکا کہاں ہے؟ ایک مرتبہ کسی نے کرامت کا موضوع چھیڑ دیا کہنے لگا حضور فلاں پیر صاحب تو بڑے صاحب کشف و کرامات ہیں قبل از وقت ہی بتا دیتے ہیں کہ فلاں شخص آ رہا ہے فلاں جگہ سے چلا ہے

اور فلاں فلاں مقصد اور ارادے سے آ رہا ہے'' حضرت مخدوم شاہ ولایت قدس سرہ نے فرمایا ''یہ بات تو آپ کو بلی شاہ (سید ولی محمد شاہؒ) بھی بتا سکتے ہیں۔''

ایسے واقعات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت سید ولی محمد شاہ صاحب، حضرت میاں صاحب مخدوم شاہ ولایتؒ کی عنایاتِ خاص کے ابتداء ہی سے مستحق ٹھہرائے جا چکے تھے۔ آپ حضرت مخدومؒ نے بذریعہ کشف و وجدان آپ حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ کی پیشانی میں نسبت قادریہ کا نور مشاہدہ کر لیا تھا یہ بات تو مولینا محمد یارؒ نے بھی بھانپ لی تھی کہ آپؒ اکابر قادریہ کی نسبت عالیہ سے بہرہ ور ہوں گے لیکن یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ مرد کامل کون ہے؟ جب محبت دل میں جاگزیں ہوتی ہے تو عملی زندگی پر اس کے اثرات ضرور بالضرور مرتب ہوتے ہیں یاد الٰہی نے آپ حضرت سید ولی شاہ قدس سرہ کے قلب کو اتنا روشن کر دیا تھا کہ ________ شہنشاہِ ولایت مخدوم ملت سید علی احمد گیلانیؒ کی بارگاہ میں پہنچتے ہیں آپؒ کا دل پکار اٹھا کہ یہی وہ مرد حق ہے جہاں سے گوہرِ مقصود حاصل ہوگا اور اس انکشاف نے آپؒ کے دل میں ایک آگ سی لگا دی تھی اور جب حجاب اٹھے اور قبلہ مخدوم سید علی احمد گیلانیؒ کا جلوہ بے نقاب ہوا تو آپؒ دیکھتے ہی ہزار جاں ہزار دل فریفتہ ہو گئے۔ ؎

مقامِ وجد ہے اے دل کہ بزم یار میں آئے
بڑے دربار میں پہنچے بڑی سرکار میں آئے
خدا ہو دوست جس کا اس کو کیا اندیشہِ دشمن
ابراہیم آگ میں پھینکے گئے گلزار میں آئے

ادھر حضرت مخدومؒ نے نگاہِ فیض اثر اٹھائی تو گویا زمین و آسمان وجد میں آ گئے۔ ہر چیز جہاں تھی وہیں ساکت ہوگئی در و دیوار جلالِ علی احمدؒ سے لرز گئے حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ اس موقع کے بارے میں اپنے ملفوظات میں تحریر کرتے ہیں جب میرے شیخ کاملؒ نے مجھ پر سر سے پاؤں تک پہلی نگاہ ڈالی تو اس نگاہ جلال کی تاثیر نے مجھے کئی روز تک ہوش وخرد سے بیگانہ کر دیا میں ایک ہفتہ تک بے خودی کی کیفیت میں پھرتا رہا کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کہاں جا رہا ہوں کیا کر رہا ہوں کب سورج

طلوع ہوا اور کب رات ہوئی بس ملنے والوں کی صورتیں نظر آتیں وہ مجھ سے کیا کہتے۔ میں ان کا کیا جواب دیتا مجھے مطلق خبر نہیں بس وہ نگاہِ مردِ حق آنکھوں میں پھرتی رہتی میرے سب حواس گویا ختم ہو گئے تھے بس یہ تمنا باقی رہ گئی تھی۔

گلہائے جسم و جاں میں تیرا رنگ و بو رہے
باقی نہ میں رہوں نہ میری آرزو رہے
ساقی تیرے کرم کا تسلط رہے مدام
گردش میں تیرے عشق کا جام و سبو رہے

گویا یہ ایسی مئے تھی کہ جیسے ساغر و مینا سے کچھ نسبت نہ تھی شاید مجھے ساغر و مینا کی آرزو نہ تھی۔ کہ بس ان سے آنکھیں ملا کے جو پئے جا رہا تھا۔ مرنے کا کیا ہے کہ میں ہزار بار بھی مر چکا تھا بس وہ نگاہِ مست تھی کہ جس سے چھلکنے والی مئے عرفان قطرہ قطرہ مجھ میں زندگی انڈیل رہی تھی اے زاہد تجھے باغِ جناں کی خوبیاں ورعنائیاں مبارک ہوں میرے نزدیک تو موئے زلفِ یار کی قیمت ''یہ دو جہاں بھی نہیں ہو سکتے۔ اے حضرت عشق جو کچھ ہے تیرا ہی نور ہے جہاں کہیں دیکھو تیرا ہی ظہور ہے عالم بطون میں تو ہی محبّ ہے۔ اور عالم ظہور میں تو ہی محبوب ہے واہ تیری تجلیاں اور جلوہ نمائیاں واہ تیری محبوبیاں اور رعنائیاں محبّ بن کر ظہور کیا اور محبوب بن کر اپنی طرف کھینچ لیا کیا خوب ہے کہ ناز بھی تو ہے اور نیاز بھی تو سوز بھی تو ہے اور ساز بھی تو تیرے مکتب کا دستور نرالا ہے اللہ اللہ جس نے مکتب عشق میں بسم اللہ کی محبان محبوبان ذوالجلال اسے پہلا ہی سبق فناہ فی اللہ کا دیتے ہیں۔

بھیکھ فقیری کٹھن ہے لوکاں بھانے کھیل
جھوگا پھو کے اپنا تاں صاحب سے میل

جب آپؒ عالمِ استغراق کی کیفیت سے باہر آئے تو آپؒ پر عقدہ کشائی ہوئی اور فیض الٰہی سینے میں روشن ہوا آپؒ حضرت قبلہ مخدوم سید علی احمد گیلانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پہلے تو یہ عالم تھا کہ:

واپس اس در سے اگر آیا ہوں

آنکھیں دھلیز پر دھر آیا ہوں
ابھی وہ شخص میرے دھیان میں ہے
میں کہاں لوٹ کے گھر آیا ہوں

اب شدّت سے انتظار کر رہے تھے کہ موقع ملے اور بیعت کے لیے عرض کریں حضرت مخدومؒ نے ارادت مندوں سے پوچھا ''کیا تمہیں معلوم ہے کہ آج ہماری مجلس میں ایک فقیہہ اور صاحبِ علم بھی موجود ہے سبھی لوگ آپؒ کی طرف دیکھنے لگے اور عرض گزار ہوئے قبلہ حضورؒ کیا وہ فقیہ صاحبِ علم بہت اہم انسان ہے'' قبلہ مخدوم نے فرمایا ''ہاں وہ بہت اہم ہے جب کوئی صاحبِ علم تصوف کی راہوں پر قدم رکھے تو اس کی شان ہی اور ہوتی ہے ایک عقیدت مند نے جرأت کر کے پوچھا ہم دنیا کے اندھے ہیں ہمیں کیا معلوم کہ وہ شخص ہمارے درمیان بیٹھے ہوئے ہیں لیکن ہماری نظروں سے اوجھل ہیں کچھ دیر بعد قبلہ مخدومؒ نے فرمایا ''ولی شاہؒ'' ہمارے پاس آؤ لوگوں میں کیوں بیٹھ گئے ہو ولیؒ نے عرض کی ''حضور میں اجازت کے بغیر کس طرح آ سکتا تھا حضور کا کرم ہے جو مجھے حاضری کے لیے طلب فرمایا'' سید ولی محمد شاہ قدس سرہ آپؒ کی بارگاہ میں دست بستہ کھڑے ہو گئے قبلہ مخدومؒ نے سب کو مخاطب کر کے فرمایا ''یہ پھٹے پرانے کپڑے نہ دیکھنا ولی شاہ گڈری میں لال ہے۔''

قبلہ مخدومؒ نے فرمایا ولی شاہ یہاں آنے سے پہلے غور کیا کہ جس راہ کے تم مسافر ہو وہ بہت کٹھن ہے۔ سب کچھ کھونے کے بعد مقصد حیات حاصل ہوتا ہے۔''

قدم دشتِ محبت میں نہ رکھ میر
کہ سر جاتا ہے گامِ اوّلیں پر

عرض کی حضور میرا تو یہ عقیدہ ہے

سردت پوں کی کوٹھڑی ہر ہیرے کی کان
جے سردتیاں ہر ملے تاں بھی سستا جان

سید ولی قدس سرہ نے جواب دیا ''خوب غور و خوض کے بعد فیصلہ کیا ہے'' قبلہ مخدوم ملت نے فرمایا'' دنیا تمہیں رعنائیوں کے ساتھ اپنی طرف راغب کرے گی'' لیکن میں

اپنی رغبت اور توجہ سے ماسوا کو ہلاک کر دوں گا" حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ اپنے قبلہ و کعبہ کی باتوں میں نشہ محسوس کر رہے تھے اور بے خود ہوئے جا رہے تھے کچھ دیر بعد سید ولی محمد شاہ قدس اللہ سرہ العزیز نے عرض کی۔ پیر و مرشد آپؒ مجھے وہ روشنی عطا فرمائیں جو باطنی آنکھ کو وا کر دے قبلہ والا نے فرمایا "جب تک انسان دو ہزار مرتبہ خود کو نیست و نابود نہیں کرے گا اور ایک ہزار مرتبہ ہست کی منزل میں داخل نہیں ہو گا قرب الٰہی حاصل نہیں کر سکتا دنیا سے کنارہ کشی کرو سب کچھ حاصل ہو گا "حضور والا ذات قبلہ مخدومؒ اب مزید صبر نہیں ہوتا بیعت کا شرف بخش دیں مرشدہ کامل قبلہ حضرت سید علی احمد گیلانیؒ نے ازراہ عنایت و بندہ نوازی شرفِ بیعت سے سرفراز فرمایا اور نعمتِ دیدار توجہ باطنی سے اور کرمہائے بے پایاں سے سیراب کیا اور فرمایا "اللہ سے غافل نہ ہونا فرض کرتے رہنا کسی کی دل آزاری نہ کرنا چھوٹے گناہ کو بڑا سمجھنا کیونکہ گناہ صغیرہ ہی گناہ کبیرہ بن جاتا ہے۔

مرشد عالی مقامؒ سے اجازت طلب فرمائی گھر تشریف لائے آج آپؒ کی دیرینہ خواہش پوری ہوئی اس دن آپؒ کی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوا درس و تدریس اور عبادت دریافت میں ایسے مشغول ہوئے کہ سارا سارا دن مسجد میں گزر جاتا جس کی وجہ سے آپؒ کے بھائی آپؒ کو مستیل کہنے لگے مشتاقِ دیدار والہانہ آپؒ کی طرف کھنچے چلے آتے یہ سب ایک مرد کامل کا فیضانِ نظر تھا اور صوفیاء کے مکتب کی کرامت تھی کیونکہ جب تک انسان کامل مرشد کی نظر التفلت نہ ہو انسان منزلِ مقصود تک نہیں پہنچتا اسی موقع پر حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ نے اپنے پیر و مرشد شاہ شمس تبریزؒ کے فیضان نظر کے بارے میں فرمایا تھا

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

**مولوی** (عالم) اس وقت تک **مولائے روم** نہ بن سکے جب تک انہوں نے شمس تبریزؒ کی غلامی اختیار نہ کر لی۔

گزر سر سے تب عشق کی راہ چل
کہ ہر گام یاں اک خطر گاہ ہے

پیر و مرشد کی نظرِ کرم نے سید ولی محمد شاہ قدس اللہ سرہ العزیز کو بامِ عروج پر پہنچا دیا جس کا تصور عام آدمی کے ذہن سے ماورا ہے دھیرے دھیرے مرشد کی نوازشیں بڑھتی گئیں اور آپ کی مقبولیت میں اضافہ ہوتا گیا ویسے تو پہلے بھی شرافت و نجابت علم و فضل عبادت و ریاضت اور زہد و تقویٰ کی وجہ سے عزت و توقیر کی نظر سے دیکھے جاتے تھے پیر و مرشد حضرت سید علی احمد گیلانیؒ کی نظرِ کیمیا نے خاک سے اکسیر بنا دیا یہ مرشدؒ کا کمال تھا کہ آپؒ دوسروں سے ممتاز نظر آتے اور ہر اک کی نظریں آپؒ کی متلاشی ہوتی اور متلاشی رہتیں۔ ؎

یہ سب تمہارا کرم ہے آقا کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے

بے شک یہ کرم حضرت مخدوم العالم سید علی احمد گیلانی قادری و الجیلانی کا ہی ہے جن کے پرتوِ نگاہ نے قلب زنگ آلودہ کو آئینے کی طرح مجلّیٰ کر دیا اور ان کی برکتِ انفاس کے فیض نے حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ کے دل و دماغ کو رضائے الٰہی کے جذبۂ صادقہ سے معلوم فرمایا بلاشبہ ایسے ہی ہادیان کامل کے حق میں فرمایا گیا ہے۔

آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند

# مرشدِ کامل

مخدوم العالم قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین تاجدار اقلیم طریقت شہر یار دنیائے تصوف شاہ ولایت سید علی احمد گیلانی قادری والجیلانی قدس سرہ

اے صوفیِ گل پیرہن از گلستانِ کیستی
اے زینتِ باغ و چمن سروِ روان کیستی
روشن زتو بزم جہاں شہرت بہ ارض و آسماں
شاہ علی احمد بگواز دودمانِ کیستی

ہمارے حضرت سید علی احمد گیلانی قدس سرہ صحیح النسب نجیب الطرفین حسنی و حسینی ہیں آپؒ کا سلسلہ نسب دس واسطوں سے شیخ الآفاق حضرت شاہ کمال لال دیال کتھیلیؒ سے اور چوبیسویں پشت میں حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی سے ملتا ہے آپ کے جدِ امجد بغداد سے تشریف لائے تھے آپ کا تمام گھرانہ زہد و تقویٰ کا گہوارہ تھا آپؒ کے والد حضرت سید عبدالعلی قدس سرہ نے آپ کا اسم گرامی سید علی احمد رکھا سبحان اللہ آپؒ کی ولادت باسعادت ۱۸۹۸ء بمقام کتھیل ضلع کرنال میں ہوئی ولادت سے قبل آپؒ کی والدہ ماجدہ کو خواب میں آپؒ کی بزرگی کی بشارت مل گئی تھی جب والد قبلہ عالم کے وصال کا وقت آیا تو آپؒ سے دریافت کیا گیا کہ آپؒ کے بعد مسند کمالیہ کا جانشین کون ہوگا "فرمایا علی احمد شاہؒ" اسی وقت اپنے صاحبزادے مخدوم علی احمدؒ کو طلب فرمایا اپنے سینے پر لٹایا اور اپنی زبان مبارک اپنے فرزند ارجمند کے منہ میں ڈال کر روحانی تصرفات ودیعت فرمائیں اس وقت مخدوم قبلہ کی عمر تقریبا تین سال تھی اٹھارہ سال کی عمر تک علوم متداولہ اور درس نظامی سے فراغت حاصل کر لی تھی ابتدا ہی سے طبعیت مذہبی رنگ میں ڈوبی ہوئی تھی اسی لیے ذاتی مطالعہ سے عربی میں دسترس حاصل کر لی

تھی اور دیگر مذہبی کتب اردو، فارسی اور خصوصاً کتب تصوف کا بہت مطالعہ کیا چونکہ سن شعور سے ہی طبیعت شریعت کی پابند اور اتباع کی شیدا تھی اس لیے جو مسائل بڑھتے فوراً ازبر ہو جاتے جس موضوع پر گفتگو فرماتے نہایت سیر حاصل اور جامع ہوتی بعض اوقات وہ نکات بیان فرماتے جو کتبِ فن میں نہ ملتے نفسِ مضمون اس طرح دلنشین ہو جاتا گویا یہ واقع آنکھوں کے سامنے ہوا ہو اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو علم لدنی عطا فرمایا تا لوگون نے بارہا اس کا مشاہدہ کیا ہے آپؒ کا قلب حضورؐ سے اکتسابِ فیض حاصل کرتا تھا جس کی تابانی سے اہل علم کی نگاہیں خیرہ تھیں آپؒ نفس کی برائیوں کا محاسبہ کر کے انہیں نیست و نابود کر دیتے تھے، گویا:

اس کو انعامِ خودی اور اس پہ لطف بیخودی
وہ کرم کرتے ہیں ظرفِ اہل عرفاں دیکھ کر

آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ ''صوفی زندگی کو صفائی قلب اور تزکیہ نفس میں صرف کرتا ہے کیونکہ نفسانی وسوسوں اور دنیاوی ضرورتوں کی طرف متوجہ رہنا اور نفسانی خواہشوں تمناؤں میں الجھے رہنا بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجابِ اکبر ہے نیز یہ کہ سالک کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں اپنا عزیز وقت ہمہ تن ہو کر گزارنا چاہیئے تاکہ آخرت میں افسوس اور حسرت نہ ہو آپ جذبہ اتباع سنت میں اتنے کامل تھے کہ ظاہری و باطنی تمام امور اور تمام حالات میں اتباع سنت کے عاشق تھے شرع کی پابندی لازمی سمجھتے تھے احتیاط شریعت کی یہ کیفیت تھی اگر کبھی عالم استغراق میں ہوتے تو بھی ہر وقت نماز ادا فرماتے آپؒ مقرب حق اور سید العارفین تھے۔ آپؒ کا فیض عام تھا آپؒ سالکانِ سلوک کو منزل مقصود تک پہنچانے اور ناقصوں کو کامل بنانے میں بڑا پایہ رکھتے تھے آپؒ کی صحبت فیوض و برکات اور تزکیہ نفس و تصفیہ قلوب کے لحاظ سے اپنے اسلاف رضوان اللہ علیھم اجمعین کی صحبت کے قائم مقام تھی آپؒ کی شخصیت میں شفقت کا ایسا نور تھا جس کا ھالہ خلق خدا کو کشاں کشاں وہاں کھینچ کر لے جاتا آپؒ کی صحبت میں پہنچ کر قلب و دماغ میں ایسی بے پایاں طمانیت پیدا ہو جاتی تھی جو بچے کو ماں کی گود میں دستیاب ہوتی ہے آپؒ اپنے رنگ میں یگانہ خلق عظیم کے مالک اور صاحب کشف و

اسرار تھے شریعت و حقیقت کے جامع تھے اور جلال و جمال کی ہر دو صفاتِ کمال سے آراستہ تھے آپؒ کی سادہ تبلیغ آقا کریمؐ کا اثر دکھاتی تھی اور آپؒ کی نگاہ حضرت علیؑ کا نقشہ سامنے کر دیتی تھی مرجع الخلائق ہونے کے باوجود تکبر نام کو نہ تھا آپؒ نے اپنے روحانی کمالات کا کبھی چرچا نہیں کیا بلکہ حتی الامکان اپنے روحانی مرتبے کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ آپؒ کے لطف و کرم سے بے شمار لوگ مشخیت اور ولایت کے اعلیٰ مقام تک پہنچے اور موجب افتخار بنے۔

حضرت سید علی احمد شاہ قدس سرہ کا وجود مسعود ان نفوس قدسیہ میں شامل ہے۔ جن کے تقدس پر آسمان کے فرشتے رشک کرتے ہیں اور جن وجہ سے زمین کے بسنے والوں پر خدا کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں انہی مردانِ باکباز کی وجہ سے زمین قائم ہے ان کے طفیل بارش ہوتی ہے اور زمین سے ہریالی کا ظہور ہوتا ہے ان کے صدقے میں مصیبتیں اور بلائیں دور ہوتی ہیں یہ قیامت تک حضورؐ کی نیابت کی مسند فضیلت پر جلوہ افروز ہوتے رہیں گے۔ آپؒ کھیل ضلع کرنال کے رہنے والے تھے جو برصغیر ہندوستان کے مشرقی پنجاب کا آخری ضلع ہے یہ سرزمین اپنی خاک میں ایسے ایسے آفتاب عالمتاب پنہاں رکھتی ہے جس کی روشنی سے اقصائے عالم منور و تاباں ہے آپؒ کے جد امجد غوث الآفاق حضرت شاہ کمال لال دیالؒ اور روئس الاولیاء حضرت شاہ سکندرؒ محبوب الٰہی کے مزارات اقدس کا شرف اسی سرزمین کو حاصل ہے ۱۹۴۷ء میں حضرت سید مخدوم علی احمد گیلانیؒ نے کھیل شریف سے ہجرت کی اور پاکستان میں متوطن ہوئے تو ڈیرہ غازی خاں میں سلسلہ روحانی اپنی قدیمی روایات کے ساتھ قائم ہو گیا اور انشاء اللہ ہمیشہ مستحکم رہے گا کیونکہ یہ توجہات شیخ الآفاق حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی توجہات عالیہ کی امین ہیں۔

سرزمین پیر شاہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپؒ ہجرت سے قبل بھی یہاں تشریف لایا کرتے تھے اور یہاں آپؒ کا قیام سید پیر محمد حسن شاہ صاحبؒ کے ہاں ہوا کرتا تھا۔ آپؒ کے قیام کی برکت سے اور آپؒ کی نگاہِ کرم سے پیر شاہ کو یہ فضیلت حاصل ہوئی کہ یہاں سے وہ آفتابِ ولایت روشن ہوا جسے دنیا نے سلطان العصر سید ولی محمد شاہ

قدس اللہ سرہ العزیز کے نام سے جانا اور مانا آپؒ کے کرم بے پایاں نے حضرت سلطان العصر کو مرجعِ اولیاء و المشائخ کی مسند پر پہنچا دیا۔

قبلہ مخدوم سیدنا علی احمد گیلانی کا قلب انوار الٰہی کا ایک لازوال باطنی پاور ہاؤس تھا جس کی کلیمی تجلیٰ کا ایک کرنٹ کفر وظلمت کو پاش پاش کر دیتا۔ وہی طوفان برق آپ کی زبان سے نکلنے ہوئے حروف و الفاظ کے تاروں میں مخفی و مستور تھا وصال سے قبل جب آپؒ آخری مرتبہ پیر شاہ شاہ تشریف لائے تو حضرت ولی محمد شاہ قدس سرہ آپؒ کے پیر و مرشد آئے ہوئے ہیں اور آپؒ دور دور ہیں آپؒ نے فرمایا ''آج پیر و مرشدؒ کے رخ اقدس سے نور کی ایسی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں کہ سورج کی طرف تو دیکھا جا سکتا ہے لیکن آپؒ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھنا ممکن نہیں۔

آپؒ کی ذات والا صفات نرم خو اور کم گو واقع ہوئی تھیں شیریں گفتگو فرماتے کم گوئی کا شکوہ ہوتا تو آپ فرماتے۔

کہہ رہا ہے شورِ دریا سے سمندر کا سکوت
جس میں جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

آپ اسم با مسمّٰی تھے آپ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے شجاعت عزم واستقلال حضرت اقدس اکمل ﷺ سے کامل اوصاف رہبری عطا ہوئے تھے اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے جلال و جمال کے جوہر عطا ہوئے تھے۔ عشق رسولؐ رگ رگ میں سمایا ہوا تھا۔ المختصر ایک تراشے ہوئے ہیرے کی طرح آپؒ کی حیات طیبہ کے سینکڑوں پہلو ہیں اور اس کے بیان کے لئے روشن اور واضح نقطہ نظر کم از کم میرے پاس نہیں ہے۔

آپؒ اکثر رات کو چہل قدمی کے لئے ریلوے لائن کی طرف جایا کرتے تھے اور واپس آتے ہوئے اس جگہ جہاں آپ کا مزار اقدس ہے وہاں بیٹھ جاتے اور اس جگہ ٹارچ کی روشنی مرکوز کر کے فرماتے، "یہ کتنی عمدہ جگہ ہے یہاں آ کر کتنا دل لگتا ہے"۔ اللہ اکبر!! یہی جگہ آج آپؒ کے مزار اقدس کے نام سے موسوم ہے ۱۹۶۲ھ میں جب آپ کا وصال ہوا تو آپؒ کے صاحبزادے گنج العلوم سیدنا خورشید محی الدین الگیلانیؒ اپنے

ملفوظات میں درج فرماتے ہیں کہ عصر سے قبل آپؒ پر استغراق کی کیفیت طاری ہوگئی اور یہی کیفیت استغراق و جذب آپ کو راہ فنا سے منزل بقا کی طرف لے گئی قبلہ کی طرف رخ کر لیا اور تھوڑی دیر بعد جوار رحمت حق میں جا ملے اور عالم قدس میں پہنچ گئے انا للہ و انا الیہ راجعون حاضرین پر سکتہ طاری ہوگیا رونے لگے یہ خبر تمام شہر میں پھیل گئی لوگ جوق درجوق آنے لگے چہرہ اقدس سے کپڑا اٹھا کر اپنے روحانی باپ کو دیکھتے اور یہ عمل بار دھرایا جاتا گویا:

پردہ رخِ حبیب پہ دشوار ہو گیا
عالم تمام طالب دیدار ہو گیا

ایسا معلوم ہوتا کہ مسکراتے ہوئے چہرہ مبارک کے ساتھ صحت کی حالت میں آرام سے سوئے ہوئے ہیں بیشک اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

الاان اولیاء اللّٰہ لا خوف علیم ولاہم یحزنون

آپؒ کے تین صاحبزادے ہیں حضرت سید مسعود محی الدین گیلانیؒ حضرت سید خورشید محی الدین گیلانیؒ وصال پا چکے ہیں اور آپ کے فرزندار جمند مرشدِ دوراں حضرت سید مقبول محی الدین گیلانی دامت برکاتہم سجادہ نشیں ہیں ۔یوں آسمان تصوف پر اس مہر درخشاں کی ضیاء باریاں جاری وساری ہیں ۔آپ ماشا اللہ یگانہ وقت صاحب علم وعمل ماہر شریعت اور سالک طریقت ہیں۔حضرت المخدوم العالم قدس سرہ کا آستانہ عالیہ حاجت مندوں کے لئے تریاق اکبر کا درجہ رکھتا ہے ۔ایام عرس بلکہ ہمہ وقت عقیدت مندوں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ ہزار ہا سائل یہاں آکر اپنی اپنی مراد پاتے ہیں ۔سینکڑوں صاحبِ نصیب عاشقان الٰہی استفادہ کے لئے آتے ہیں اور آپؒ کی روحانی توجہ سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سلسلے کو تا قیامت جاری وساری رکھے۔(آمین)

؎ یارب مدام ایں درعرفاں کشادہ باد

**نمونۂ کلام:۔** تمہاری انجمن کے کیا نرالے ساز و ساماں ہیں
جو فرش راہ آنکھیں ہیں تو دل یکسر چراغاں ہیں
بہار گل تمہاری بزم میں کیسے نہ آئے گی

تمہارے گھر سے وابستہ گلستاں ہی گلستاں ہیں
دو عالم کے خزانے ہیں تماری جیب و داماں میں
گہر ہیں لعل ہیں یاقوت ہیں ہیرے ہیں مرجاں ہیں
تمہارے کارواں کی گرد رہ سے ساری دنیا میں
قدم بوسیٔ جاناں کا شرف جن کو ہوا حاصل
خدا کی شان! ویرانے خیاباں در خیاباں ہیں
قدم بوسی جاناں کا شرف جن کو ہوا حاصل
ستاروں سے بھی بڑھ کر آج وہ ذرّے درخشاں ہیں
تمہارے سنگ در کی عظمت و رفعت کا کیا کہنا!
زمانے بھر کے گل ہائے عقیدت جس پہ قرباں ہیں
دلوں میں ہے خیال ان کا نگاہوں میں جمال ان کا
چھپے بیٹھے ہیں پردے میں حقیقت میں نمایاں ہیں
نگاہیں منتظر ہیں دیر سے برق تبسم کی
خدا جانے وہ اے فرماںؔ کیوں نظروں سے پنہاں ہیں

خ خیال میرا ہر حال رکھنا تیرے خیال بنا کوئی حال نہیں
بوہا چھوڑ میں توھیں سیدؒ دا جا کسے اگے کرنا سوال نہیں
اناں اکھیاں دھوکھے دیتے ھن تاہیں ٹردا کوئی مرے نال نہیں
رُل جاسی ولیاؒ ایہہ پیر قلندر کسے کرنی سار سمال نہیں

# مریدی لاتخف

میخانۂ جیلاں میں ہے شور قدح نوشی
مے نوش مبارک ہو یہ لطف طرب کوشی

حضرت مخدوم العالم فیضان وحدت کا قلزم بے پایاں تھے۔ سو ساقی نے مے کش کو بھر بھر کر جام پلائے اور ہر سطح سے تکمیل ولایت کا مقام عطا فرمایا۔

مخدوم العالم کی مجلس منبع اسرار ربانی ہوا کرتی تھی۔ آپ رموز معرفت اس انداز سے بیان فرماتے گویا حساب کا معلم جمع تفریق کے سوال حل کرتا ہے یعنی آپ کا ہر قول سرمایہ قلب ونظر بن جاتا۔ آپؒ محبّ النبیؐ تھے۔ محبوبِ علیؑ تھے۔ سو علی احمد اسم اقدس تھا۔ آپؒ کی محفل میں عقل کو جِلا عطا ہوتی اور اہل محفل قلب و روح کو منور کرنے والی تجلی سے دو چار ہوجاتے تھے۔ پیر و مرشدؒ کا سید ولی محمد شاہؒ پر التفات خاص دوسرے مریدوں عقیدت مند کو ناگوار گزرا کہ آپؒ بعد میں آ کر زیادہ مقام لے گئے۔ انہوں نے شکایت کی کہ وہ اتنے عرصے سے ناصیہ فرسا ہیں لیکن انہیں کچھ حاصل نہیں ہوتا اور یہ سید محمد ولی شاہ اتنی کم مدت میں صاحب تصرف ہو گئے۔ یہ ماجرا کیا ہے آپ نے فرمایا قاسم حقیقی ذاتِ حق تعالیٰ ہے اور قاسمِ ولایت حضور غوث الثقلینؓ بات ان کی منظوری کی ہے۔ اور پھر یہ تو سید زادے ہیں ان کے آبا واجداد بھی صاحب کمال تھے اور ان کی مثال خشک لکڑی کی سی ہے اور تمھاری تر لکڑی کی۔ یہ بات تو ثابت ہے کہ خشک لکڑی جلدی آگ پکڑتی ہے اس میں کسی کو کیا دخل!۔

آپؒ نے بارگاہ خداوندی میں ہاتھ بلند کر دیئے یارب ذوالجلال میرے بلی شاہ کی دستگیری فرما اور اس دشت خار زار میں مسافر عشق کو ثابت قدم رکھ۔ آپ فرمایا کرتے بلی

شاہ ہر کام خدا کی خوشنودی کیلئے کرنا کوئی دیگر غرض نہ رکھنا ورنہ قیامت اور آخرت میں حسرت رہے گی۔

آپ فرمایا کرتے بلی شاہ تحمل، بردباری، قناعت، توکل، تقویٰ، ورع، عشق اور ذوق وشوق سے خود کو آراستہ کرو لیکن عبادت و ریاضت کی کثرت پر فخر نہ کرنا اگر پہاڑ جتنی سخت عبادت و ریاضت کرو مجاہدے بھی کرو پھر بھی یہ خیال کرنا کہ میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ ایک شخص نے عرض کی عرصہ سے ذکر کر رہا ہوں مگر کوئی نفع نہیں ہوا آپ نے فرمایا جس ذکر میں حضور یا معیت نہ ہو خشوع خضوع نہ ہو کچھ فائدہ نہیں۔

جانتے ہو ذکر قلبی سے کیا مراد ہے؟ فرمایا جب ذکر کی حرکت کے موافق دل کی حرکت ہو جائے خیال کے کانوں سے اللہ کا کلمہ سنا جائے تو اس سے مراد یہ ہے کہ قلب ذاکر ہو گیا ہے اس کو ذکر قلبی کہتے ہیں۔

پھر فرمایا درحقیقت ذکر قلبی یہ ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں حضور وشہود حاصل ہو جائے دل سے غیر اللہ کے سب خیال نکل جائیں ذکر وحضور کو ایک ساتھ جمع کریں۔

ایک مرتبہ آیہ کریمہ کے لفظ وسیلہ کا تذکرہ چھڑ گیا تو پوچھا بلی شاہ! آیہ جاہدو فی سبیل اللہ میں وسیلہ سے کیا مراد ہے؟ عرض کی حضور! فقیر کے خیال میں اس سے مراد بزرگ کامل حقیقت آشنا ولی اللہ کی تلاش کرنا ہے تا کہ فلاح یعنی صراط مستقیم حاصل ہو سکے کیونکہ صاحب کمال ہوتے ہیں۔ اور شب و روز عبادت و ریاضت اور ذکر وفکر کے باعث یعنی نفسانی خواہشات اور شیطانی وسوسوں کو مغلوب کر دیتے ہیں۔ ایسے میں انہیں قلب سلیم ہونے کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ ایسے مرد کامل کی ایک پل کی صحبت دل کی صفائی کے لئے تنہائی کی سال ہا سال کی عبادت و ریاضت سے زیادہ اثر رکھتی ہے۔ اسی لئے مولانا روم فرماتے ہیں:

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

پیر و مرشد سید ولی کے اس جواب سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا بلی شاہ یاد ہے مولانا محمد یار، مولانا کرم دین نے تمہیں دیکھ کر کیا سوچا تھا؟ انہوں نے تمہاری پیشانی پر

جگمگاتی تحریر پڑھ لی تھی تاہم وہ اس تحریر کو سمجھنے سے قاصر تھے البتہ انہوں نے یہ قیاس ضرور کر لیا تھا کہ ولیؒ ایک دن اعلیٰ و ارفع مقام حاصل کرے گا اور یہ واقعی سچ تھا۔ "حضور یہ تو آپ تصرف روحانی تھا جو فقیر کو نظر میں رکھا' نہیں تم اس وقت بھی جوہر کامل تھے۔بس ذرا فیض نظر اور توجہ کی ضرورت تھی۔ آپؒ کی عاجزی و انکساری دیکھتے ہوئے پیر و مرشد نے مہربانیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ اور سید ولی کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ اس ایک لمحے میں ولی کو ایسا محسوس ہوا جیسے ہزاروں نور کی شعاعیں آپ کے وجود میں جل اٹھیں ہوں ہر موئے بدن جیسے روشن ہو گیا تھا آپ کے قلب میں انشراح سا محسوس ہونے لگا پھر ایسا محسوس ہوا جیسے اچانک آپ بہت ہلکے پھلکے ہو گئے ہیں اور بحر لطافت میں غوطہ زن ہو گئے ہیں ۔ وحدت کی دور دراز راہ آپ کو مرشد کی بس ایک نظر نے طے کر دی۔وہ راہ جہاں عابس،زاہد اور فقیہہ سالہاسال کی وعبادت و ریاضت کے بعد بھی پہنچنے سے قاصر رہتے ہیں۔

ایک جام میں کھلتا ہے طلسمات جہاں کا
مستی میں کسے مرتبہ جم نہیں ہوتا
اللہ اللہ کئے جانے سے اللہ نہ ملے گا
اللہ والے ہیں جو اللہ سے ملا دیتے ہیں

لاکھ پیمانے بھر پیے مستی چڑھی نہ نین
ایک قطرہ گر گیان کا جن مست کیا دن رین

ذرا وی فرق نہ پوندا کوئی میرے سوہنیا تیری شان دے وچہ
مینوں قسم خدا دی جھوٹ نہیں تنگ حال آں میں ایس جہان دے وچہ
تیرے ہوندیا میں ایویں روندا پھراں کوئی لکھیا نہیں قرآن دے وچہ
قلندر پیر دی بدل تقدیر دینی لکھیا ہویا ولی شاہؒ تیری زبان دے وچہ

# عارف باللہ

ہر کو چاہیے دیکھنا گر کا درشن دیکھ
نرگن سرگن آپ ہے سچا پرکھ الیکھ
گھمن گھیر اندھیر ہے گر بن سمجھ نہ آوے
گر بن سرت نہ سدھ ہے گر بن مکت نہ پاوے

حضرت سید ولی محمد شاہ قدس اللہ سرہ العزیز کے ملفوظات اول تو دستیاب نہیں تاہم ان ملفوظات کی خوشبو ہم تک پہنچی ہے۔ ان سے کچھ باتیں تو ثابت ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ آپ نے تصوف و روحانیت کی بنیادیات پر سیر حاصل بحث کی ہے جس سے تصوف و معرفت کے بڑے کمیاب اور باریک نکتے آشکار ہوئے ہیں۔

آپ کے نزدیک عارف باللہ کی یہ تعریف بڑی واضح قرار پاتی ہے جو شخص ہمیشہ اپنی فکر کو قدس و جبروت کی طرف متوجہ رکھتا ہے اور ہر وقت اپنے باطن میں نورحق کی تابانی کا آرزومند ہوتا ہے اسے عارف کہتے ہیں"۔ تاہم آپ کے نزدیک ابوبکر الکتانی کی یہ تعریف اختصاراور جامعیت کا شہکار ہے کہ "تصوف صفا یعنی تزکیہ اور مشاہدہ کا نام ہے" اس تعریف میں پہلی بات صفا و مجاہدہ ہے۔ جو سالک کی منزل کا راستہ ہے۔ اورمشاہدہ سالک کی منزل یعنی سالک کی طویل عبادت و ریاضت کے مراحل سے گزر کر خود کو نفسانی خواہشات کی کثافت سے پاک کرتا ہے۔اور اپنے نفس اور قلب کا مکمل تزکیہ کرتا ہے۔ عشق الٰہی سے اپنے قلب کو منور کرتا ہے اور پھر مشاہدہ کی منزل پر خیمہ زن ہوتا ہے۔اور اسے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ تزکیہ نفس کے بغیر قرب الٰہی کا تصور بھی محال ہے۔ حضرت محبوب سبحانی کا فرمان ہے کہ اتباع نفس سے مجتنب رہ کر مشیت الٰہی

میں فنا ہو جانا ہی توحید ہے جس شخص کی توحید جتنی زیادہ محکم و توانا ہو اسی قدر اسے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو گا اور اسی قدر وہ ذات و صفات الٰہی کے اسرار سے باخبر ہو گا اس حقیقت کو بھی آشکار کرتا ہے کہ مکمل طور پر شریعت کا متبع اور نفس امارہ کی پیروی سے آزاد ہوئے بغیر کوئی اولیا کے زمرے میں شامل نہیں ہو سکتا۔ بقول حضرت بہاول حقؒ:

دنیا چراگاہ کمین خران ما است
عقبٰے شکار گار شکار شگان ما است

یعنی دنیا سارے کمینے گدھوں کی چراگاہ ہے۔
یعنی نفس امارہ کے خیال کی ضیافت ہے۔
اور بہشت میرے کتوں کی شکار کرنے والی جگہ ہے جو خواہشات دنیا اور عقبٰے کی پیروی کرتے ہیں ان کے متعلق فرمایا۔ ؎

نہنگ و اژدھا و شیر نر مارا تو کیا مارا
بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا

حضرت محبوب سبحانیؒ فرماتے ہیں کہ جب تو مخلوق سے مرجائے گا تو تجھے کہا جائے گا کہ تجھ پر اللہ کی رحمت ہو اور جب تو اپنی خواہشات سے مر جائے گا اور رضائے الٰہی کے ساتھ زندہ اور باقی ہو گا تو تیرے لیے کہا جائے گا کہ اللہ تجھ پر رحمت کرے اور اپنی لا زوال نعمتوں کا دروازہ تجھ پر کھول دے پھر جب تو مشیت الٰہی کے احترام میں اپنے ارادہ اور آرزو سے مرجائے گا تو تیرے لیے کہا جائے گا کہ تجھ پر اللہ تعالیٰ رحم و کرم فرمائے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ تجھے حقیقی معنوں میں زندہ کرے گا اور تو ایسی حیات جاوداں پائے گا جس کے بعد موت نہیں اور ایسا مقرب بارگاہ الٰہی کیا جائے گا کہ پھر اس سے دور مہجور نہ ہو گا یہ رتبہ پانے پر تو خدا کا محبوب اور ملجاو ماویٰ بن جائے گا۔ اس مرتبہ ولایت پر تو محسوس کرے گا کہ گویا تو معنوی اور روحانی و باطنی موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا گیا ہے حدیث قدسی میں وارد ہے میرا بندہ مومن ذکر و عبادت کی کثرت سے میرا قرب چاہتا ہے حتیٰ کہ وہ مجھے بہت محبوب ہو جاتا ہے اور

ربط کامل سے میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے میں اسکی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے میں اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ ایک شاعر اس مقام کی آرزو یوں بیان کرتا ہے:

تیرے کانوں سے سنوں گر میں سنوں اے کردگار
تیری ہی آنکھوں سے دیکھوں گر میں دیکھوں بار بار

یہی شان بندگی ہے اور اسی کمال بندگی تک رسائی کے لیے صوفیائے کرام مجاہدات کو اختیار کرتے ہیں ۔ پیر و مرشد حضرت مخدومؒ نے آپ کے قلب کو ماسوا اللہ کے میل اور غیر اللہ کے خیال سے پاک وصاف کر کے جمال الٰہی کا مظہر بنا دیا تھا۔

حضرت سلطان العصر سید ولی محمد شاہ قدس سرہ العزیز اپنے ملفوظات میں درج فرماتے ہیں کہ آپؒ نے پیر و مرشد کے حکم و ہدایت پر مجاہدات کا سلسلہ شروع کیا جو کہ طویل عرصہ تک جاری رہا آپؒ نے نفس کو مغلوب کرنے کے لئے سال ہا سال ایسے مجاہدات کئے جن کے بیان سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ۔ کسی منزل پر بھی آپؒ پیر و مرشد کی توجہ سے محروم اور خالی نہ رہے۔ حضرت مخدومؒ کی نظر فیض اثر نے آپؒ کو ہر مقام پر نوازا خواہ آپؒ صد ہا میل کے فاصلے پر ہوتے لیکن حضرت مخدومؒ کی تاثیر ایسی تھی جیسے ایک قدم پر ہوتی ہے اس لئے کہا گیا ہے کہ:

اولیا اللہ حاضر می بود در ہر مقام
گر چہ باشد ظاہرش با خاص و عام

حضرت پیر و مرشد قبلہ استغراقِ فنائے احدیت میں اپنے عصر کے تمام مشائخ میں ممتاز تھے۔ ریاضت و مجاہدات میں بے نظیر اور حقائق و معارف میں یکتا تھے اور اگر میں عصر گزشتہ میں ایسے مجاہدوں کے نام تلاش کروں تو مجھے آپؒ کے سوا کوئی اور نام نظر نہیں آتا ۔ اگر حقیقی معنوں اور جہاد بالنفس' تقرب الٰہی کسی چیز کا نام ہے تو وہ زندگی ہے جو آپؒ نے بسر کی۔ پھر آپؒ نے اپنی نگرانی میں اپنے مرید کامل کو ایسی منازل طے کرائیں جن کا تصور بھی انسان کی عقل سے وراءالوریٰ ہے۔

آپؒ نے خیر و شر ہدایت و گمراہی اور حق و باطل کی اس کشمکش میں اس مرد حق کو بارگاہ مصطفےؐ میں سرخرو کرایا اور مقبول بارگاہ بنا دیا۔

یہ فطری سی بات ہے کہ انسان جس چیز کو اپنے زندگی کا مقصد بناتا ہے اس کے حصول کے لئے ہر طرہ کی قربانی دینا اس کا عین فرض ہوتا ہے زندگی میں ہمارے لئے ایثار کے ہزار طرح کے نمونے موجود ہیں ایثار بندہ دولت کا بھی کرتا ہے وقت کا بھی کرتا ہے جسم و جان کا بھی کرتا ہے لیکن ایثار کی ایسی مثال تلاش کرنی ہے کہ جہاں جسم و جاں اور روح کی آخری حد تک بندہ اپنے آپؒ کو قربان کر دے تو وہ حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہٗ کی زندگی ہے۔

حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ العزیز کا یہ عالم تھا کہ اپ ہمیشہ فقر و فاقہ سے محبت رکھتے تھے اور دن رات صرف اور صرف عبادت گزاری میں ہی مشغول رہتے تھے بقول مظفر وارثی: ؎

ہر نظارے میں آشکار خدا
شیشہ جاں کے آر پار خدا
مدد حق نماز و صبر سے لو
صابروں کا ہے غمگسار خدا

جب آپ پر مزید ریاضت و مجاہدات کا شوق غالب ہوا تو مخدومؒ قبلہ نے اپنے کشف روحانی سے آپ کے شوق سے آگاہ ہو گئے۔ آپؒ نے از خود ہی انہیں مجاہدات کی اور چلہ کشی کی اجازت مرحمت فرما دی ۔ اسی دوران کچھ حالات کا تذکرہ حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں جس کا ذکر یہاں بے حد ضروری ہے۔آپؒ لکھتے ہیں کہ ایک میں پیر و مرشد کے حکم سے ایک جگہ چلہ کشی مصروف تھا کہ یکایک مجھ پر ہیبت طاری ہونے لگی ۔آسمان سے انگارے برسنے لگے آفات و بلیات نظر آنے لگیں۔ایسے میں قریب تھا کہ میں دہشت زدہ ہو کر بھاگ نکلتا اچانک میں نے اپنے شیخ محترمؒ کو دیکھا انہوں نے میری کمر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کچھ نہیں ہوگا تم اپنی جگہ جمے رہو یہ بلائیں اور مصائب تمہارے قلب کو مائل حق ر...

ہیں۔خدا تعالیٰ جسے بزرگی اور عظمت عطا فرماتا ہے اس پر مقرر فرما دیتا ہے تا کہ اسے رنج پہنچائیں غم نہ کرو تمہارے سر پر ہمارا ہی نہیں "مریدی لا تخف" فرمانے والے کا بھی دست اقدس سایہ فگن ہے ایسے میں آپؒ لکھتے ہیں کہ پیر و مرشد کی آواز کی گونج باقی تھی کہ فرش سے عرش تک ٹیوب راڈ کے قطر کا ایک نور ظاہر ہوا اور اس کی روشنی عالم بالا تک پڑنے لگی یہ عالم تھا کہ اس اندھیری رات میں زمین پر رینگتی ہوئی چیونٹی بھی نظر آتی تھی۔اس طرح کی ریاضت اور مجاہدات کی کثرت نے آپؒ کی کایا پلٹ کر رکھ دی تھی اور آپؒ کی باتوں اور نظروں میں وہ اثر پیدا ہو گیا کہ آپ کے معاصرین کو آپؒ پر رشک ہونے لگا۔

ایک مرتبہ حضرت مخدومؒ شاہ ولایت پیر شاہ تشریف لائے تو قبولہ شریف سے درگاہ حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم کے سجادہ نشیں حضرت سید غلام دستگیر شاہ صاحب کے چھوٹے بھائی سید غلام کبریا شاہ صاحبؒ پیر شاہ سرکار کی زیارت کے لئے آئے۔
سید غلام کبریا شاہ صاحبؒ چلہ کشی اور عبادت و ریاضت میں خاصی دلچسپی رکھتے تھے آپؒ کا زیادہ تر وقت قرب الٰہی کی جستجو میں گزرا۔آپؒ صوفی اور عامل بھی تھے۔

حضرت پیر و مرشد قبلہ خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی آقا میری دعوت قبول فرمائیں حضرت قبلہ مخدومؒ رضا مند ہو گئے اور حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ کو بھی ساتھ چلنے کا حکم فرمایا۔

خیال رہے کہ اس واقعے کا کچھ حصہ حضرت سید ولی محمد شاہ صاحب کے تحریر کردہ واقعات سے لیا گیا ہے اور پس منظر راوی حضرات کے بیانات سے مکمل کیا گیا ہے۔قبولہ شریف میں حضرت مخدومؒ ملت سید علی احمد گیلانی سید غلام کبریا شاہ اور سید ولی محمد شاہ قدس سرہ کے ہم راہ دربار عالیہ حضرت ساہ موسیٰ ابوالمکارم پر تشریف لے گئے دربار شریف اس وقت مقفل تھا چابی دستیاب نہ تھی دروازہ کھولنے کی کوشش کی گئی لیکن کامیابی نہ ہوئی ۔دراصل دروازہ کھولنا کوئی بڑی بات نہ تھی حقیقتاً میں یہاں پیر و مرشد کی کرامت کو ظہور پذیر ہونا تھا اس وقت حضرت سید علی احمد گیلانی قد س سرہ اللہ العزیز کے بے شمار مریدین موجود تھے خاصے تگ و دو کے باوجود قفل نہ

کھلا تو حضرت قبلہ سید علی احمد گیلانی سرکار نے حضرت سید ولی محمد شاہ کو حکم فرمایا کہ قفل کھولو مرید کامل نے پیر مرشد کا حکم بجا لاتے ہوئے قریب آئے سرکار نے فرمایا بلی شاہ یہ تمہارے جد امجد ہیں کوشش کرو گویا کہ ؎

کچھ ہو رہے گا ناقص و کامل میں امتیاز
آیا تو ہے مزاج ترا امتحان پر

مرشد کے حکم سے آپؒ نے قفل کے نیچے جھولی پھیلا دی اور دیکھنے والوں نے دیکھا ایک حیرت انگیز منظر! قفل آہستگی سے کھلا اور دودمان غوث اعظم کے اس فرزند کی جھولی میں آن گرا۔ یہ منظر دیکھ کر سید غلام کبریا شاہ صاحب نے عرض کی مخدومیؒ! اس کا مطلب یہ ہے کہ میں ڈھکی چھوڑ کر چلا جاؤں مراد ان کی اس سے یہ تھی کہ تمام مراتب تو آپؒ نے ولی کو عطا کر دئے ہیں یہاں کا بھی تصرف ان کو عطا کر دیا ہے تو پھر مجھے اس مسند سے اٹھ ہی جانا چاہئے آپؒ نے فرمایا غلام کبریا! تم یہاں رہو! بلی شاہ جہاں ہیں وہیں رہ کر اپنے فرائض منصبی سرانجام دیں گے۔

حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایسے میں شیخ کامل نے مجھے پہلی زیارت حضرت شاہ محسن کمال کی کروائی پھر آپؒ کے شیخ حضرت شاہ موسیٰ کے قدموں کی جانب بڑھے اور فرمایا بلی شاہ! یہ سیڑھیاں اتر کر نیچے چلو پیر و مرشد آگے آگے تھے اور آپؒ پیچھے سامنے سیڑھیاں موجود تھیں آپؒ جب آخری سیڑھی پر پہنچے تو سامنے حد نگاہ پانی ہی پانی دکھائی دیا جس کی لہریں سیرھیوں کو چھو رہی تھیں! اچانک ایک لہر آئی تو آپؒ کو محسوس ہوا جیسے یہ لہر مجھے بھی اپنے ساتھ بہا لے جائے گی ایسے عالم میں آپؒ نے پیر و مرشد کی آواز سنی بلی شاہ! اس پانی پر چلو۔ آپؒ نے پانی پر قدم رکھا اور چلتے گئے۔

آوارگانِ شوق کو منزل کی کیا خبر
منہ اٹھ گیا جدھر کو ادھر ہی چلے گئے

آپؒ تحریر فرماتے ہیں کہ وہاں کوئی منادی کرنے والا تھا جو ساتھ ساتھ منادی کرتا چلا جا رہا تھا گویا عالم رنگ و بو میں آپؒ کی ولایت کا اعلان کیا جا رہا تھا۔ اُس روز

حضرت مخدوم شاہ ولایت قدس سرہ العزیز کی معیت، مصاحبت اور نگاہِ فیض کی برکات کے نتیجے میں آپؒ کو بڑے ہی رفیع الشان مناصب اور مراتب عطا ہوئے۔ ان مقامات کے اسرار سے تو آپؒ کے ملفوظات ہی پردہ اٹھا سکتے ہیں لیکن ایک بات جو قابل توجہ ہے وہ یہ کہ اس روز آپؒ کو حضرت مخدوم قدس سرہ نے بے زحمتِ قدم سفر کرایا۔ علیؑ اور احمدؐ کے کرم سے آپؒ کے جسم کثیف کو خیال و نظر کی لطافتیں ارزاں فرما کر چشم زدن میں کائنات کی وسعتیں اور مسافتیں سمیٹ لینے اور انہیں طے کرنے پر قادر کر دیا، گویا:

ہوائے شوق کی قوت وہاں لے آئی ہے مجھ کو
جہاں منزل بھی گردِ کارواں معلوم ہوتی ہے

تاجدار گولڑہ صاحبزادہ سید نصیر الدین شاہ صاحب گیلانی زید مجدہٗ ایک تصنیف لطیف میں تحریر فرماتے ہیں:

''جس طرح اجسام، مادی منازل تک رسائی کیلئے مسافت ارضی کو طے کرتے ہیں اسی طرح معنوی اور روحانی منازل تک پہنچنے کیلئے خاصانِ خدا کی ارواح اور ان کا وجدان وعرفان، مسافت حجابات طے کرتا ہے اور یہ ایسا عجیب سفر ہوتا ہے کہ مسافر کو اسے طے کرنے کیلئے ظاہری طور پر اپنا ایک قدم بھی نہیں اٹھانا پڑتا اور آن کی آن میں وہ کائنات کی وسعتوں کو اپنی برق رفتاری میں سمیٹ لیتا ہے۔ گویا۔

بیٹھا ہوا وطن میں بھی سالک سفر میں ہے

یا پھر بقول خواجہ میر درد:

آپ سے ہم گزر گئے کب کے
کیا ہے ظاہر میں جو سفر نہ کیا

حضرت سلطان العصر سید ولی محمد شاہ قدس سرہٗ بھی مثل بوئے گل، زندانِ غنچہ سے حکم رہائی پا کر خانۂ گل کے رنگ برنگ دریچوں کو کھلا چھوڑ کر قید مکاں سے نجات پا گئے تھے۔ دنیوی اسباب سے بے نیاز بوئے گل کی طہارت، مہک اور لطافت سے بہرہ ور ہو کر آپ کہاں محو پرواز ہوئے آزادی کے جوہر نے آپؒ کو کن منازل سے

ہمکنار کیا یہ سب وراء الوریٰ ہے!! بہر حال آپؒ راہ سلوک وعرفان میں مسلسل سفر میں رہے اور یہ سفر بے زحمت قدم سفر تھا۔

کسی دستِ غیب نے آپؒ کو حضور غوث پاک کے قدموں تک پہنچا دیا تھا۔ پھر انہی مرحلوں کے درمیان کہیں پیر و مرشدؒ کی آواز نے آپؒ کو چونکا دیا۔ وہ فرما رہے تھے بلی شاہ! اٹھ آپؒ نے آنکھیں کھولیں تو خود کو پیر و مرشد کے قدموں میں روتے ہوئے پایا۔ پیر و مرشد نے آپؒ کو اٹھا کر سینے سے لگا لیا تو آپؒ نے دیکھا کہ آپؒ حضرت شاہ موسیٰ ابولمکارمؒ کے دربار میں کھڑے تھے۔ وہی منظر تھا!! اور یہ سب کچھ چشم زدن میں ہو گیا تھا اور وہ ہوا جو عابد و زاہد صدیوں میں بھی حاصل نہیں کر سکتے تھے جو آپؒ کو پیر و مرشد کی کرم نوازی نے عطا کر دیا تھا۔ پیر و مرشد کے سینے سے لگتے ہی آپؒ کو ایسا محسوس ہوا جیسے حجاب اٹھ گئے ہیں اور دونوں عالم کی حقیقتیں سورج کی طرح آپؒ پر روشن ہو گئیں ہیں۔ آپؒ پیر و مرشد کے قدموں میں جھک گئے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ آس پاس کھڑے مریدین اس منظر کو دیکھ رہے تھے لیکن وہ اس حقیقت کو سمجھنے سے قاصر تھے۔ آپؒ خود فرماتے تھے مجھے جو بھی مقامات نصیب ہوئے ہیں واللہ وہ پیر و مرشد کی مہربانی سے حاصل ہوئے۔

آپؒ ایک عرصہ دراز تک کئی ایک جگہوں پر گوشہ نشیں رہے کئی ایک چلوں کے ذریعے سے نفس کشی کی اور اپنے نفس کو دنیاوی آلائشوں سے پاک کیا۔ اس عرصہ کے دوران آپؒ نے بہت نہایت قلیل غذا پر قناعت کی اور ورد وظائف پڑھے خدمت مرشد کے دوران آپؒ نے طریقت اور تصوف کی تعلیم بھی حاصل کی علوم ظاہری و باطنی میں کامل دسترس اور مرشد کے زیرِ سایہ بکثرت مجاہدات سے بھی آپؒ کو حد درجہ کی استقامت عطا ہوئی اور آپؒ اس حقیقت کو پہچان گئے کہ شریعتِ محمدیؐ کی اطاعت ہی میں ولایت کا سارا راز ہے اور مرشد کامل میں وہ سب صفات ہوتی ہیں جن کی بدولت وہ مرید کو ایک نظر کی توجہ سے واصل باللہ کر دیتا ہے۔

بعد ازاں حضرت مخدومؒ سید علی احمد گیلانی قدس سرہ العزیز نے فرمایا بلی شاہ! تمہیں ریاست بہاول پور کا علاقہ سونپا جاتا ہے آپ نے عرض کی حضرت یہاں سلسلہ

چشتیہ کا بہت زور ہے ایسے میں سلسلہ قادریہ یہاں فروغ پا سکے گا؟

قبلہ پیرو مرشد نے فرمایا بلی شاہ! اسی لیے تمھیں یہاں کی ولایت سونپی گئی ہے یہ بات ہم اچھی طرح جانتے ہیں اور ہم خود بھی یہی چاہتے ہیں کہ یہاں سلسلہ قادریہ کو غلبہ حاصل ہو لہٰذا اب آہستہ آہستہ سلسلہ قادریہ کو ہی عروج حاصل ہوگا اور جلد ہی دوسرے سلاسل کا زور کم ہو جائے گا پھر وقت پھر وقت کی آنکھوں نے دیکھا کہ اس مردقلندر کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ نے عملی جامہ پہن لیا اور سلسلہ قادریہ دن بدن ترقی کرتا چلا گیا اگر آج اس بات کا مشاہدہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جہاں دوسرے سلاسل کا ہولڈ تھا وہاں آج سلسلہ قادریہ کا ستارہ چمک رہا ہے راقم الحراف کی تحقیق کے مطابق یہ ثابت ہے کہ سلسلہ قادریہ کا اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ عظمت کے آسمان کو چھو رہا ہے۔

اگر قبولہ شریف کی گدی کی طرف نظر دوڑائیں تو حضرت دیوان سید غلام دستگیر شاہ گیلانی مدظلہ العالی نے اس علاقہ کو مسخر کر رکھا ہے اور بہاول نگر کی طرف دیکھیں تو حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ سلسلہ قادریہ کے تخت پر بیٹھے نظر آتے ہیں۔

یہاں اس بات کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں کہ طریقت کے اعتبار سے سلسلہ چشتیہ کا آغاز امام المشارق و مغارب منبع ولایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوتا ہے۔جو اُن کے تربیت یافتہ حضرت حسن بصری سے سلسلہ چشتیہ کو فروغ حاصل ہوا۔ان سے حضرت واحد بن زید کو خرقہ خلافت عطا ہوا جن سے یہ امانت حضرت فضیل بن عیاضؒ کو منتقل ہوئی اس طرح کڑی در کڑی یہ سلسلہ حضرت محشادؒ تک پہنچا جنہوں نے یہ امانت ۱۴ محرم ۲۹۹ھ کو حضرت ابو اسحاق چشتیؒ کو منتقل کر دی۔

حضرت ابو اسحاق چشتی شام کے رہنے والے تھے اور یہ پہلے بزرگ ہیں جن کے نام کے ساتھ لفظ چشتی منظر عام پر آیا۔

چشت خراسان کے ایک مشہور قصبے کا نام ہے اس قصبے میں کچھ بزرگان دین نے روحانی تربیت کا ایک بڑا مرکز قائم کیا تھا جیسے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی اور یہ روحانی نظام اس مقام کی نسبت سے چشتیہ کہلانے لگا

حضرت ابو اسحاق چشتیؒ سے حضرت ابو احمد چشتیؒ کو یہ امانت سونپی گئی پھر دو واسطوں سے ابو محمد چشتیؒ اور ابو یوسف چشتیؒ سے ہو کر یہ امانت حضرت حاجی شریف زندنیؒ تک پہنچی جن کے مرید باکمال حضرت عثمان ہارونیؒ تھے جو حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین حسن اجمیریؒ کے پیرو مرشد تھے آپ کی مسند خلافت پر حضرت قطب الا قطاب الدین بختیار کا کیؒ کے بعد حضرت فرید الدین مسعود گنج شکرؒ جلوہ افروز ہوئے۔

مندرجہ بالا بحث سے ثابت ہوتا کہ چشتیہ نسبی نام یا لقب نہیں بلکہ یہ طریقتی نام ہے جو مختلف واسطوں سے گزر کر حضرت معین الدین اجمیریؒ تک پہنچا اور پھر بابا فرید گنج شکرؒ کے ذریعے اس نام کو برصغیر پاک وھند میں شہرت دوام حاصل ہوا جو خود تو فاروقی تھے لیکن کثرت استعمال کی وجہ سے چشتی ان کے نام کا حصہ بن گیا بعد میں ان کی اولاد نے فاروقی حذف کر کے لفظ چشتی کو اپنی ذات کا حصہ بنا لیا اور آج بھی یہ لوگ اور اس سلسلہ طریقت سے وابستہ افراد چشتی کہلاتے ہیں۔ سلطان العصر حضرت سید ولی محمد شاہ قدس اللہ سرہ العزیز چونکہ سلسلہ قادریہ سے وابستہ تھے اور خاندان غوثیہ قادریہ کے چشم و چراغ تھے اور آپ کے پیرو مرشد روشن ضمیر حضرت شاہ ولایت قبلہ والا شان سید علی احمد گیلانی قادری کیتھلیؒ بھی سلسلہ قادریہ عالیہ سے تعلق رکھتے تھے لہذا سید ولی محمد شاہ فطری اور قلبی طور پر سلسلہ قادریہ کے فروغ میں دلچسپی رکھتے تھے۔سلطان العصر تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کا یہ معمول تھا کہ پیرو مرشد کی حیات مبارکہ میں آپ ہر گیارھویں شریف پر شریف ڈیرہ غازی خاں لے جاتے راستے میں ملتان حاجی برادران کے پاس ایک شب قیام فرماتے یہ معمول یونہی جاری رہا ڈیرہ غازی خاں جا تے ہوئے غازی گھاٹ کی طرف سے گزرتے تھے غازی گھاٹ کا پل کچا ہونے کی وجہ سے ہمیشہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار رہتا تھا۔ایک مرتبہ ملتان قیام پزیر تھے کہ مرشد کی طرف سے خواب میں اشارہ ملا فرما رہے تھے کہ اس مرتبہ متبادل راستہ سے ڈیرہ غازی خاں آنا آپ اگلے روز تونسہ بیراج کی جانب سے ڈیرہ غازیخان تشریف لے گئے۔راستہ میں معلوم ہوا کہ غازی گھاٹ کا پل پانی کی طغیانی کی وجہ سے ٹوٹ گیا ہے۔پیر و مرشد نے بروقت دستگیری فرما کر آپؒ کو ذہنی کوفت سے اور کسی بھی قسم کے نقصان سے محفوظ

رکھا۔

ایک مرتبہ آپؒ کو معلوم ہوا کہ حضرت مخدومؒ ملتان تشریف فرما ہیں آپؒ فوراً جماعت کے ساتھ دیدار کی غرض سے روانہ ہوئے۔ جب آپؒ وہاں پہنچے تو وہاں مشتاقانِ دید پہلے ہی سے موجود تھے۔ آپؒ باہر ہی جوتوں میں ہی بیٹھ گئے۔ اندر حضرت مخدومؒ فرما رہے تھے ہم نے بہاولپور میں ایک خوشبودار پودا لگایا ہے جس کی خوشبو آہستہ آہستہ برصغیر میں پھیلے گی اور یہاں کی فضاؤں کو معطر کرے گی۔

آپؒ کے پاس بیٹھے لوگوں نے دریافت کیا "سیدی" ہمیں بھی کچھ معلوم ہو کہ وہ شجر سایہ دار کون سا ہے؟ جس کی نمو آپؒ نے اپنے دستِ اقدس سے فرمائی ہے۔ آپؒ نے حکم دیا باہر ایک شخص سادہ سے کپڑوں میں بیٹھا ہے اسے اندر بلاؤ چند ساعتوں کے بعد معمولی اور سادہ لباس میں ملبوس حضرت سید ولی محمد شاہ کمرے میں داخل ہوئے اور دست بوسی کے بعد دست بستہ کھڑے ہو گئے ۔؎

خلش میں کیا مزہ ہے تیرے دیوانے کو کیا جانے
جب آئے پا برہنہ وادی پر خار میں آئے

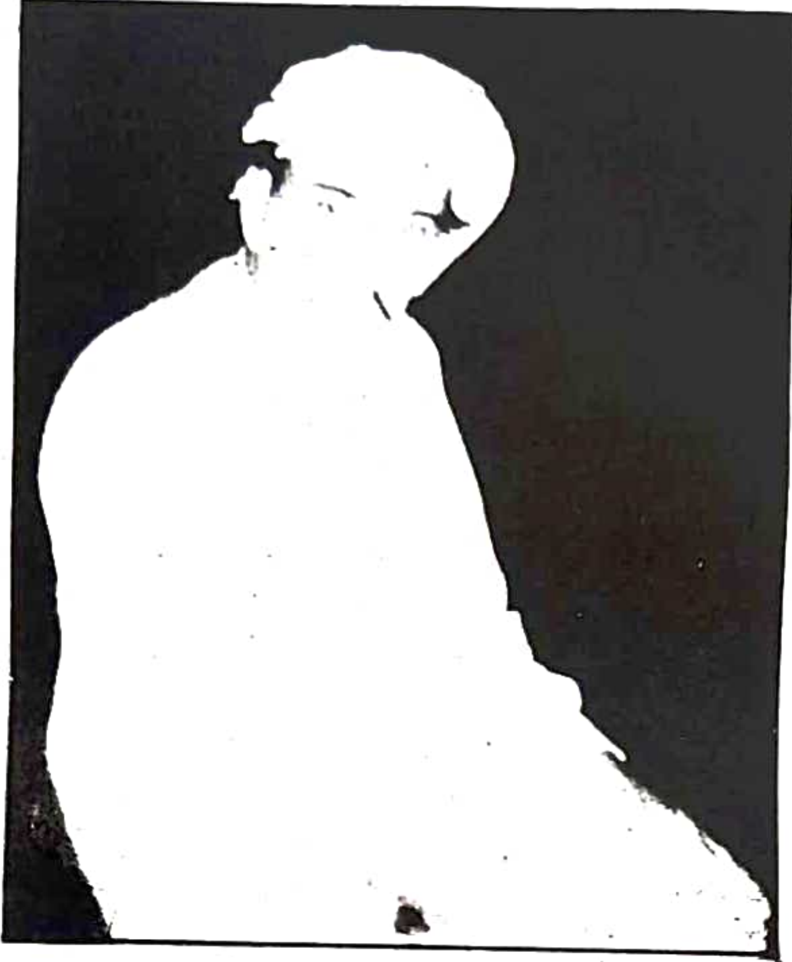
تو حضرت مخدومؒ کے چہرے پر روحانی جلال نمایاں ہو گیا۔؎

ہنستے ہیں دیکھ کر مجنوں کو گل صحرائی
پا برہنہ طلب خار لئے پھرتی ہے

آپؒ نے فرمایا "ہلی شاہ" کے پھٹے پرانے کپڑے نہ دیکھنا یہ وہ موقع تھا جب پیر و مرشد نے واضح طور پر آپؒ کی اہمیت کا اعلان کر دیا۔ یہ وہ لعل ہے جو اگرچہ گدڑی میں ہے لیکن لعل گدڑی میں ہو یا کمخواب میں وہ لعل ہی ہوتا ہے۔ پھر ولی کامل کی نظر تو وہ نظر ہے کہ اگر ذرے پر بھی پڑ جائے تو اسے بھی آفتاب کر دیتی ہے۔

وہاں پر ایک سرکاری آفیسر نے حضرت مخدومؒ سے بیعت کی درخواست کی تو آپؒ نے فرمایا ہلی شاہ کے مرید ہو جاؤ اور اس کے بعد اس آفیسر کا ہاتھ پکڑ کر سید ولی محمد شاہ قدس سرہ کے ہاتھ میں دے دیا۔ واضح رہے کہ اس وقت حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ مرید نہیں کرتے تھے۔ اور وہ سرکاری آفیسر آپؒ کا پہلا مرید تھا۔

ہر اک تو پچھ سکنا سوہنا او کیتا کسے دا میں کوئی نقصان نہیں
میں تے ہر اک دا دلوں بننا چاہناں میرا بندا کوئی انسان نہیں
میرے نال وفا کوئی نہیں کردا کیا مینوں اے ارمان نہیں
تیرے باجھوں ولیاؒ سر پیر قلندر کوئی کردا ایہ احسان نہیں





حضرت سید علی احمد شاہ گیلانیؒ، سید خورشید محی الدین گیلانیؒ، سید مقبول گیلانی، حضرت سید ولی محمد شاہ صاحبؒ اور سید علی محمد شاہ صاحبؒ (ایک یادگار)

# فنا فی الشیخ

جب حضرت قبلہ مخدومؒ سید علی احمد گیلانی قدس سرہ العزیز کا وصال ہوا تو یہ خبر پھیل گئی کہ دستار صاحبزادہ حضرت سید مقبول محی الدین گیلانی مدظلہ العالی کے سر پر باندھی جائے گی۔اس خبر پر یہاں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں کہ سجادہ نشیں کی مسند پر تو بڑے صاحبزادے حضرت سید خورشید محی الدین گیلانیؒ کو بیٹھنا تھا اس وجہ سے خاصی پریشانی کا سماں پیدا ہو گیا کون جانتا تھا کہ اس خبر کے پیچھے کیا راز پنہاں ہے۔

تیرے اک نہ ہونے سے ساقیا نہ وہ دور ہے نہ وہ جام ہے
نہ وہ صبح اب مری صبح ہے نہ وہ شام اب میری شام ہے

اگلی ہی شب حضرت قبلہ مخدومؒ سید علی احمد گیلانی قدس سرہ العزیز حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا ''ولی شاہ'' تم دستار بندی پر ضرور آنا وہیں آ کر اصل حقائق سے پردہ اٹھے گا۔شاید اسی موقع کے لئے کہا گیا ہو گا

پیام بر نہ میسر ہوا تو خوب ہوا
زبانِ غیر سے کیا شرحِ آرزو کرتے

جو یہ لوگ یہاں سے ڈیرہ غازیخان پہنچے تو دیکھا کہ دستار بندی گنج العلوم نیر علم و عرفان سید خورشید محی الدین گیلانیؒ کی ہو رہی ہے تاہم حضرت سید خورشید محی الدین گیلانی نے دستار مبارک حضرت سید مقبول محی الدین گیلانی دامت برکاتہم کے سر پر رکھ دی۔

قبلہ پیر و مرشد سید علی احمد گیلانی قدس سرہ العزیز نے کچھ تبرکات حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ کو دینے کی وصیت فرمائی تھی اپنے جس خاص پیرہن سے ان کو نوازا تھا وہ حضرت سید مقبول محی الدین گیلانی دامت برکاتہم نے آپؒ کو عطا فرمائے اور

حضرت مخدومؒ کی وصیت کے الفاظ دہرائے جس میں آپؒ نے فرمایا تھا کہ ان تبرکات کو پہن کر آپؒ اس مسند پر بیٹھیں گے جس پر مخدومؒ تشریف فرما ہوتے تھے یہ سنتے ہی حضرت سلطان العصر مضطرب ہو گئے آپؒ کا جسم لرزنے لگا آپؒ نے عرض کی یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جس پیرہن کو میرے شیخ مکرمؒ نے اپنے جسم مبارک سے زینت بخشی ہو اُسے میں پہن کر ان کی مسند پر بیٹھوں۔

حضرت سید مقبول محی الدین گیلانی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ ''حضرت مخدومؒ قدس سرہ نے وصال سے قبل فرمایا تھا کہ جب ''بلی شاہ'' آ جائیں تو یہ تبرکات ان کے حوالے کر دئے جائیں اور میری مسند پر بٹھائیں۔''

حضرت سلطان العصر سید ولی محمد شاہ قدس سرہ کی آنکھوں سے اشکوں کی جھڑی لگ گئی حضرت میں اس قابل نہیں کہ اس پاک اور مقدس لباس کو پہن لوں اور ان کی مسند پر بیٹھنے کی جسارت کروں۔

تمام اہلِ محفل پر گریہ طاری ہو گیا ۔وصیت کے مطابق حضرت سید مقبول محی الدین گیلانی نے حکم فرمایا کہ اس پر عمل کریں تو دیکھنے والی آنکھوں نے دیکھا کہ جب حضرت مخدومؒ کے پیرہن کو پہن کر حضرت سلطان العصرؒ مسند پر بیٹھے تو در و دیوار ساکت ہو گئے اور دیکھنے والی آنکھوں نے حضرت مخدومؒ قدس سرہ العزیز کو مسند پر جلوہ افروز دیکھا:

تیری صورت بہر صورت ہر اک صورت سے ظاہر ہے
میری صورت کسی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی

یہ عجیب منظر تھا جس نے تمام اہلِ محفل کو رونے پر مجبور کر دیا ایسا لگا جیسے دستِ غیب نے وقت کی لگام پیچھے موڑ دی ہے اور حضرت مخدومؒ قدس سرہ العزیز اُسی جلالِ روحانی کے ساتھ اپنی مسند پر جلوہ آراء ہو گئے ہیں گویا

مٹا دیا مرے ساقی نے عالمِ مَن وتو
پلا کے مجھ کو مئے لا اِلٰہ اِلا ھُو

تصوف کی اصطلاح میں یہ فنا فی الشیخ کا بے مثال نمونہ تھا جو حضرت مخدومؒ کی

کمال مہربانی، شفقت اور لطف و عنایت کے باعث رونما ہوا۔

من تو شدم تو من شدم
تو جاں شدی من تن شدم

حضرت مخدومؒ اپنے اسلاف کی صفات کاملہ سے بہرہ ور تھے۔آپؒ کی ذاتِ والا صفات میں امام جعفر صادق سا فہم و ادراک بھی تھا اور حضرت جنید بغدادیؒ سا زہد بھی، حضرت معروف کرخیؒ سا تقویٰ بھی تھا اور شہنشاہِ بغداد رضی اللہ عنہ جیسا جلال و جبروت بھی، حضرت شاہ کمال غوث الآفاق سا اندازِ نظر بھی تھا اور حضرت شاہ سکندر محبوب الٰہیؒ جیسا قلبِ تاباں بھی غرض اسلاف کے جمیع اوصافِ پاکیزہ آپؒ کی ذاتِ اقدس میں جمع ہو گئے تھے اور آپؒ انہی اوصاف کا عکس حضرت سید ولی محمد شاہ کے قلب پر اُتار تے رہے اور آپؒ کے ظاہر و باطن کو اوصافِ جمالی سے متصف فرما دیا۔ حقیقت یہی تھی کہ جب دریا سمندر میں اُترا تو اُسے بھی سمندر کی پہنائی مل اور وہ بھی سمندر ہو گیا یعنی

ہو منبع نورِ ہدایت کا سمندر ہو ولایت کا
پھنسی منجدھار میں نیا لگا دو پار وَلی شاہؒ

حضرت مخدومؒ شاہ ولایت قدس سرہ کے وصال مبارک کے بعد کچھ افراد ڈیرہ غازی خاں دربار عالیہ قادریہ پر حاضر ہوئے تو ایک خوش نصیب کو اُس رات حضرت مخدومؒ العالم قدس سرہ کی زیارت ہوئی عرض کیا حضور آپؒ کہاں جلوہ فرما ہوتے ہیں قربان جایئے فرمایا ہم آجکل پیر شاہ ہوتے ہیں یہ حضرت مخدومؒ کی کمال شفقت تھی جسے آپؒ کے بعد حضرت سید مقبول محی الدین گیلانی دامت برکاتہم نے برقرار رکھا ہمارے حضرت سید ولی شاہ قدس سرہ کے متعلق آپؒ کی اہلیہ محترمہؒ فرماتی ہیں کہ اکثر جذب کی کیفیت میں اٹھ کھڑے ہوتے اور تیزی سے ڈیرے کی طرف جاتے ہوئے فرمایا کرتے ''مرشد پاک! (میاں صاحبؒ) آ گئے ہیں جس نے زیارت کرنی ہو آ جائے۔ حضرت معروف کرخی کا فرمان ہے:

خدا کے اولیا کی تین نشانیاں ہیں ان کا خیال خدا کے حضور میں رہتا ہے۔ ان کا رہن سہن خدا کے ساتھ ہوتا ہے ان کا سارا کاروبار خدا کے ساتھ ہوتا ہے۔ابو سعید فرماتے ہیں اصل معرفت خدا کے سوا کسی کو بھی نہیں دیکھتے اور نہ کسی سے محوِ گفتگو

ہوتے ہیں اور خدا کے سوا کسی کے ساتھ مشغولیت کرتے ہیں یہ ہے معرفت کا اصل مفہوم ۔ اگرچہ حضرت سلطان العصر سیدولی محمد شاہ قدس سرہ کے مفصل حالات و واقعات نہیں ملتے لیکن جتنے بھی درج کئے گئے ہیں ان پر نگاہ ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپؒ نے اس صحیح معرفت اور مقام انتہائے عبدیت حاصل کیا جس پر سطورِ بالا میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

آپؒ ایک معزز گھرانے کے چشم و چراغ تھے لیکن بچپن ہی سے دینی علوم کو سیکھنے کا شوق ہونے کی وجہ سے آپؒ حق کی تلاش میں نکلے علم حاصل کیا مرشدِ کامل کی تلاش کی پھر زندگی کا ایک حصہ خاصِ خدمتِ مرشد اور مجاہدات میں گزار دیا ۔ مرشد ِ کامل کی مہربانی نے آپؒ کو صفاتِ الٰہی سے ان معنوں میں متصف فرما دیا جس کو تصوف کی اصطلاح میں مقامِ بقا باللہ کہا جاتا ہے۔

ہم بغل دریا سے ہے اے قطرۂ بے تاب تو
پہلے گوہر تھا بنا اب گوہرِ نایاب تو

امام العاشقین حضرت نوشہ گنج بخشؒ تعلق باللہ اور وحشت عن الغیر یعنی بقا حاصل کرنے کا طریق یوں فرماتے ہیں:

''آپ نہ رہے اور اللہ رہے''

''یہ وہ مقام ہے جہاں انسان انسانِ کامل ہوتا ہے۔ جانشین نبی و خلیفہ ہونے کی حیثیت سے اسے تکوینی فرائض کے علاوہ ہدایتِ خلق پر مامور کیا جاتا ہے۔''

یہ تعریف شمس الاولیا گنج العلوم نیر علم وعرفان حضرت سید خورشید محی الدین گیلانی ؒ نے اپنے ملفوظات میں تحریر فرمائی ہے آپؒ آگے شانِ مقام بقا باللہ یوں تحریر فرماتے ہیں۔

یہ مقام اکابر ہے کمالات کی آخری منزل جو لوگ توہمات اور شکوک کی دنیا میں رہتے ہیں حقائق سے بالکل بے بہرہ ہیں حقائق سے ان کو کامل آگاہی حاصل ہو سکتی ہے حقائق سے کامل آگاہی تو صرف باللہ ایمان بالرسول کا نتیجہ ہوتی ہے اس کے بغیر ہرگز ہرگز کوئی شخص حقائق سے آگاہ نہیں ہو سکتا! ہو بھی کیسے۔

دلِ عاشق کی بے قراری کو
وہی سمجھے ہے جو کہ محرم ہے

# چشمہ سرمدی

کتب سیر سے واقفیت رکھنے والے اصحاب پر مخفی نہیں ہے کہ جس قدر کوئی شخص نیکی، تقویٰ، عملِ صالح، اطاعت، عبادت اور ذکر و فکر میں ترقی کرتا ہے اسے قدر اس کے دل میں نورِ ایمان قوی اور زیادہ روشن و تاباں ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں اسی نور کی مقناطیسی طاقت یعنی ''میگنیٹک پاور'' ترقی کرتی جاتی ہے۔ جوں جوں باطن میں سالک ترقی کرتا ہے اس کا نوری دائرہ اور باطنی ماحول وسیع تر ہو جاتا ہے گویا زندہ دل عارف سالک نور کا ایٹم ہوتا ہے اس کا دل نور کا مرکز ہوتا ہے اور آس پاس کی مخلوق اس سے کسبِ فیض کرتی ہے

طرب آشنائے خروش ہو تو نوائے محرم گوش ہو
وہ سرور کیا کہ چھپا ہوا ہو سکوتِ پردۂ ساز میں

غوث العباد حضرت سلطان العصر سید ولی محمد شاہ قدس سرہ العزیز جیسی کوئی اور صاحبِ علم و عمل ہستی پیر شاہ کی گذشتہ تاریخ میں نظر نہیں آتی۔ آپؒ کے والدِ ماجد حضرت سید سخی سیدن شاہؒ صوفیت میں بڑے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ لیکن اس سلسلہ سادات میں جو پیر شاہ میں حضرت سید پیر شاہؒ سے قائم ہوا حضرت سید محمد ولی شاہ قدس اللہ سرہ العزیز کی ذاتِ والا صفات نے چار چاند لگا دئے۔ آپؒ کی مثال پیر شاہ کی انگوٹھی میں نگینے کے جیسی ہے۔

جب حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ تحصیلِ علم سے فارغ ہوئے تو اس وقت یہاں ضرورت تھی کہ یہاں علم و عمل اور آگہی کے اجالے بکھیرے جائیں ایسے میں حضرت موصوفؒ کا وجودِ مسعود پیر شاہ بلکہ برِصغیر پاک و ہند کے لئے مژدۂ جانفزا ثابت ہوا ایک عرصۂ دراز کے بعد فیضانِ نبوت سلسلہ روحانی کی صورت میں قائم ہوا

جس نے لوگوں کے دلوں کو بصیرت اور روحانیت کی روشنی سے بہرہ ور کیا۔ ایسے وقت میں جب اہل علاقہ کے عقائد ایمان و مذہب میں وہ شدت نہ تھی۔

آپؒ نے عبادت، زہد و ورع، اتباع سنت مصطفیٰﷺ، تقویٰ و طہارت اور پابندی شرع کا درس دیا اور اسلام کی اصل سے روشناس کرایا اور پھر طریقت و حقیقت اور معرفت کے چراغ روشن کر کے تشنہ روحوں کو تزکیہ و تصفیہ کی طرف مائل کیا نتیجتاً یہاں کے لوگوں میں عشق مصطفےٰﷺ کی اہمیت اجاگر ہوئی اور جو فیض منقطع ہو چکا تھا، جو دل بے فیض ہو چکے تھے، جو روحیں عرفانِ ذات سے بے بہرہ ہو چکی تھیں اُن میں فیض و برکات کا سلسلہ پھر سے بحال کر دیا اور سلسلہ طریقت کی اصل روح سے آگاہ کیا، صرف زبان سے ہی نہیں عمل سے ثابت کیا کہ طریقت کیا ہے؟ اور خانقاہی نظام کیا ہے؟ بدقسمتی سے اس دور میں بے عملی اور بدعقیدگی کے عناصر کچھ اس طرح سے گھل مل گئے ہیں کہ ذہنوں پر مادیت کی گرد جم چکی ہے نتیجتاً وہ اولیاء وصلحاء اور صوفیاء کی عظمت وتعلیمات سے انکار کرنے لگے ہیں حتیٰ کہ مذہبی اور دینی حلقوں میں بھی ایسی ذہنیت والے لوگ شامل میں جو اُن کی عظمت و بزرگی کے صاف منکر ہیں۔ لہٰذا صوفیاء اور عارفین کی تعلیمات سے بد دل ہوتے چلے جا رہے ہیں اور اُن کے فکر و عمل کو کسی اور رنگ میں سمجھنے لگے ہیں نتیجتاً روحانیت سے دُور ہوتے چلے جا رہے ہیں ورنہ حقیقت تو اظہر من الشمس ہے ؎

گل میں خوشبو تیری سورج میں اُجالا تیرا
پائے ہر شے میں تجھے ڈھونڈنے والا تیرا

دراصل بعض مصنفین نے تاریخ کا بغور مطالعہ نہیں کیا اور اُن کو یہ مغالطہ ہو گیا کہ صوفیاء نے رہبانیت اور تجرید کو اپنا مسلک بنا لیا ہے اور اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کی زندگی میں جمود کی سی کیفیت پیدا ہو گئی جو بالآخر زوال کا باعث ہوئی۔ یہاں اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کی گنجائش نہیں لیکن اتنا ذکر بے محل نہ ہو گا کہ مسلمان صوفیاء کے نزدیک ترکِ دنیا کی بنیاد دوسرے مذاہب کے درویشوں کی طرح رہبانیت پر نہیں بلکہ ترکِ دنیا سے اس کا مطلب یہ ہے کہ جاہ دولت کے حصول کو مقصدِ حیات

نہ بنایا جائے اور مسلمانوں کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ دنیا کے معاملات میں ایسے غرق ہوجائیں کہ خدا سے بھی غافل ہوجائیں۔؎

مردانِ خدا رغبتِ ہستی نہیں کرتے
یہ لوگ کبھی نفس پرستی نہیں کرتے

پیتے ہیں جہاں، اہلِ صفا بادۂ عرفاں
میخانہ بھی پی جائیں تو مستی نہیں کرتے

(پیر نصیر الدین نصیر گیلانی)

وہ خانقاہ نشیں ضرور ہوتے تھے لیکن دنیا و مافیہا سے بالکل بے رُخی نہیں برتتے تھے۔دنیا کی طرف رخ کرنے کا یہ مقصد تھا کہ وہ خدمتیں سرانجام دیں یعنی مسلمانوں کو روحانی اور اخلاقی تربیت دے کر اُن کو بلند کردار بنائیں اُس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اسلامی معاشرے کی بنیادیں اخلاقی طور پر مضبوط ہوگئیں دوسرا مقصد یہ تھا کہ اپنے اخلاق و تعلیم کے ذریعے غیر مسلموں کو اسلام کی طرف راغب کریں۔اُنہوں نے یہ پیغام دیا کہ زمانہ خواہ کتنی ترقی کر لے قرآن و حدیث کی سرحدوں سے باہر نہیں نکل سکتا مسلمان انتہائی خوش نصیب ہیں کہ وہ ایسے دین کے پیرو ہیں جو نہایت سائنٹفک بھی ہے۔مسلمان سائنس سمیت ہر چیز کی راہنمائی قرآنِ حکیم سے حاصل کرسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جدید سائنس بھی روحانیت کی تصدیق کرتی چلی جارہی ہے اور سوئے ہوئے اذہان و قلوب کے دروازوں پر دستک دیتی چلی جارہی ہے کہ اب بھی رسالت مآب ﷺ کے درفیض سے وابستہ ہو جاؤ جن کے غلام ہر دور میں اُن کے قرب اور فیوض کے اُجالے لے کروہ روشنیاں دنیا میں بانٹتے آتے ہیں اور تمہاری بدسلوکی پر بھی درگزر کرتے ہیں قرآن پاک کی زبان سے سُنو اور غور کرو کہ کیا تم احکامِ خداوندی پر واقعی عمل پیرا ہو سورہ کہف میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاصبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالغَدَاةِ وَالعَشِي يُرِيْدُونَ وَجهَهُ وَلَا تَعدُ عَينٰكَ عَنهُم تُرِيدُ زِينَةَ الحَيٰوةِ الدُّنيَا وَلَا تُطِع مَن اَغفَلنَا قَلبَهُ

عَن ذِکرِنَا وَلَا تَتَبع ھَوَاہُ وَ کَانَ اَمرہ، فرطاً (الکہف ۱۸۔۲۸)

اے میرے بندے تو اپنے آپ کو اِن لوگوں کی سنگت میں جمائے رکھا کر جو صبح و شام اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اُس کی رضا کے طلب گار رہتے ہیں اُس کی دید کے متمنی اور اُس کا مکھڑا تکنے کے آرزو مند ہیں (تیری محبت اور توجہ کی) نگاہیں اُن سے نہ ہٹیں کیا تو (اُن فقیروں سے دھیان ہٹا کر) دنیوی زندگی کی آلائش چاہتا ہے اور تو اُس شخص کی اطاعت بھی نہ کر جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور اپنی ہوائے نفس کی پیروی کرتا ہے اور اُس کا حال حد سے گزر گیا ہے۔

حضرت سلطان العصر سید ولی محمد شاہ قدس اللہ سرہ العزیز انہی مردانِ پاکباز میں سے تھے جنہوں نے بدعقیدگی کے اندھیروں میں بھی فکر و عمل کے اُجالے بکھیرے صبح و شام یادِ مولا میں مست رہے تصفیہ و تزکیے بھی کیے مجاہدے بھی کیے اور وقت آنے پر تشنگانِ مئے معرفت کی راہنمائی و دستگیری بھی فرمائی یہاں رحمتِ خداوندی کا نزول ہوا اور فیضانِ مصطفٰےؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضور غوث پاکؒ کا فیضانِ لایزال سایہ فگن ہوا اور حضرت مخدوم شاہ وِلایت سید علی احمد گیلانیؒ کا چشمۂ سرمدی جاری ہوا حدیث پاک میں اُن لوگوں کی شناخت یوں بیان فرمائی گئی ہے

"اُن کی پہچان یہ ہے کہ انہیں دیکھ کر خدا یاد آجاتا ہے۔"

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ یہاں خانقاہی نظام محض تعویز دھاگوں اور دم دعا تک ہی محدود رہ گیا تھا ایک کچی مسجد تھی جس میں لوگ محض عید تہوار کے مواقعوں پر ہی نظر آتے تھے عوام جہالت میں بھٹک رہے تھے بزرگانِ دین کے ورثا اپنے اسلاف کے طریقوں سے دور ہو گئے تھے جس کی وجہ سے تعویز دھاگوں کا کام کرنے والے قرب و جوار میں پیر بن کر لوگوں کی جیبوں پر ہاتھ صاف کرنے اور ہاتھ میں تسبیح لے کر لوگوں کے جذبات کشید کرنے لگے تھے۔

پیر شاہ میں روحانی اقدار امام المشائخ پیر سید سید شاہؒ کے دم سے قائم تھیں البتہ علومِ شریعت کی تدریس کا سلسلہ مکمل طور پر ختم ہو چکا تھا۔اس بے راہ روی کو دیکھ کر سلطان العصر سید ولی محمد شاہ قدس سرہ العزیز کا دل بہت آزردہ تھا آپؒ ہر آنے والے

پر اس کی استعداد کے مطابق علوم ِشرعی کی اہمیت واضح کرتے جو طلباء آپؒ سے مشورے اور رہنمائی کے لئے آتے آپؒ ان کی اس طرح رہنمائی فرماتے اسی جدوجہد سے یہاں دوبارہ شعور و آگہی کے اجالے پھیلنے لگے آپؒ کے پاس ہمہ وقت طالب علموں کا ہجوم رہنے لگا لہٰذا اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ ایک مرکز قائم کیا جائے جہاں آپؒ طالب علموں کو دینی اور شرعی علوم کی تدریس کا علم دے سکیں۔ آخر کار آپؒ کے والد سید سخی سیدن شاہؒ کے مزار کی جگہ منتخب کی گئی اس وقت دربار کی حالت موجودہ نہ تھی بلکہ مزار مبارک کو بارشوں سے محفوظ رکھنے کے لئے چھپر کا سائبان بنایا گیا تھا آپؒ نے وہاں درس و تدریس کا کام شروع کیا درویشوں کی کثیر تعداد دور دراز کے علاقوں سے آ کر یہاں دینی تعلیم کی پیاس بجھانے لگی اور اڑوس پڑوس کے دیہاتوں سے بڑے بوڑھے فیض حاصل کرنے لگے یہاں تک کہ رجال الغیب بھی آپؒ سے کسبِ فیض کے لئے حاضر ہونے لگے اور مخصوص اوقات آپؒ سے فیض یاب ہوتے تاہم ان اوقات میں آپؒ دیگر طلباء کو دور رہنے کی ہدایت کرتے تاکہ ناخوشگوار واقعے سے محفوظ رہ سکیں۔ دور دور سے مرید آتے جب یہ درس و تدریس کا کام دیکھتے تو اپنے بچوں کو بھی تحصیلِ علم کے لئے یہاں چھوڑ جاتے درس و تدریس کے ساتھ ساتھ مسجد اور دربارِ عالیہ کی بنیادیں بھی رکھی گئیں اور کام زور وشور سے جاری ہوا پلی اینٹ کی پسائی کے لئے چکیاں لگائی گئیں جن سے گارا تیار کیا جاتا جس سے چنائی کا کام لیا جاتا۔ اس کام کے لئے پاک پتن سے مستری لائے گئے تاہم تعمیر وتوسیع کے لئے آپؒ کے طالب علموں اور درویشوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا وہ دن کو کام کرتے اور رات کو سبق یاد کرتے۔

انہی دنوں ایک ایسا واقعہ بھی پیش آیا جس نے آپؒ کو از حد محتاط کر دیا دربار ِعالیہ کی تعمیر کے دوران ایک جن نے آپؒ سے اجازت طلب کی کہ حضور مجھے بھی خدمت کا موقع دیا جائے آپؒ نے کچھ دیر سکوت فرما کر اجازت دے دی تعمیر کے دوران اُس نے ایک روز شرارت کی۔ گنبد مبارک کا کام ہو رہا تھا مستری نے اینٹ یا کوئی سامان طلب کیا تو نیچے کھڑے ہوئے جن نے بجائے اینٹ کے اُوپر اُچھالنے

کے، خود ہی ہاتھ گنبد تک لمبا کر کے اینٹ وہاں پہنچادی، مستری چکرا کر نیچے آ گرا۔ زیادہ کاری ضربیں یا چوٹیں تو نہیں آئیں لیکن غوث العباد سلطان العصر سید ولی محمد شاہ قدس سرہ، نے جلال کے عالم میں اس جن کی خوب خبر لی اور آئندہ کے لئے اس پر کسی بھی قسم کی سرگرمی میں حصہ لینے پر پابندی لگا دی۔ رفتہ رفتہ دربار اقدس تمام مراحل سے گزرتا ہوا اپنی شان جلالت اور پرشکوہ طرز تعمیر کے ساتھ مکمل ہوا۔ دربار عالیہ کا جو گنبد تعمیر کیا گیا ہے وہ اپنی طرز کا واحد گنبد ہے جس کی طرزِ تعمیر اور انفرادیت کا مقابلہ کوئی اور گنبد نہیں کر سکتا دربارِ عالیہ کے ساتھ ہی چھوٹی سی مسجد کی تعمیر بھی مکمل ہوئی جس کے ساتھ درویشوں کے لئے دو رہائشی کمرے بھی تیار ہوئے ان سرگرمیوں کی وجہ سے مریدوں کی آمد و رفت میں اضافہ ہو گیا اور حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ العزیز کا اسمِ گرامی دور دور تک گونجنے لگا لوگ دور دور سے گلشنِ قادریہ غوثیہ کے اس گلِ سرِ سبد کی زیارت کے لئے حاضر ہونے لگے۔ یہ عزت و توقیر کچھ حضرات کو گراں گذری اور انہی کے اعتراضات کی بنیاد پر آپ کو دربار عالیہ پر درس و تدریس کا سلسلہ وقتی طور پر موقوف کرنا پڑا اور یہ خودی کا پیکر درویشانہ شان کے ساتھ پیر شاہ کے مرکزی حصے میں جلوہ افروز ہو گیا جہاں ایک کچی مسجد واقع تھی بہرحال فضل خداوندی کا سائباں ہر جگہ آپ پر سایہ فگن رہا۔

یہ حقیقت ہے کہ انسان اس دنیا میں انسانوں ہی کے درمیان میں رہتا ہے۔ ایسے میں اگر کچھ لوگ اس سے مخلص ہوتے ہیں اور اسے چاہتے ہیں تو ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جو اس سے ناخوش اور بیزار ہوتے ہیں کانٹا بھی اسی مرغزار میں اگتا ہے جس میں پھول پیدا ہوتا ہے۔ حضرت سید ولی محمد شاہ قدس اللہ سرہ العزیز کو بھی ایسے حالات سے دو چار ہونا پڑا ایسے لوگوں سے واسطہ پڑا جو اپنے لئے "کچھ زیادہ" اور دوسرے کے لئے "کچھ کم" پر معاملات کی بنیاد رکھتے ہیں اور جب دیکھتے ہیں کہ کوئی ان کے معاملات کے خلاف زیادہ عزت و احترام پا رہا ہے تو اس کے سر سے احترام اور بزرگی کا تاج اتارنے کے لئے کوشاں ہو جاتے ہیں اس پر ہر جانب سے حملہ آور ہوتے ہیں۔ سچ کہا ہے کسی نے:

آتشِ رشک و حسد سے سنگ بھی خالی نہیں
دید موسیٰ کو ہوئی اور طور جل کر رہ گیا

یہی ہوا اندرونی کشیدگی زبان پر آ گئی قلبی تعصب نے لفظوں کا لباس پہن لیا لیکن اللہ والے نفرتوں سے اپنے دماغوں کو آلودہ نہیں کرتے وہ تو اخوت اور بھائی چارہ کا درس دیتے ہیں۔ باہمی نفرتوں اور کدورتوں کا قلع قمع کرتے ہیں آدمیت سے محبت کرتے ہیں یہ تو مجسم اذان کی روح پرور صدا ہوتے ہیں جو خدا کے بندوں کو خدا کے لئے خدا ہی کی طرف بلاتے ہیں دنیا جب ان پر اپنا ہر راستہ بند کرتی چلی جاتی ہے تو اللہ رب العزت اپنا رستہ کھول دیتا ہے اہلِ زر بندشوں کو دیکھ رہے ہوتے ہیں مگر اہلِ نظر کشادگیوں کو تاڑ لیتے ہیں سو اہلِ دل نے دیکھا کہ بے سر و سامانی کے عالم میں بھی آپؒ کے چہرے پر صبر و شکر کا نور بکھرا ہوا تھا۔

طوفان کر رہا تھا میرے عزم کا طواف
دنیا سمجھ رہی تھی کہ کشتی بھنور میں ہے

ہر اک توں پچھ سکنا ایں سوھنا او کیتا کسے دا میں کوئی نقصان نہیں
میں تے ہر اک دا دلوں بننا چاہناں میرا بندا کوئی انسان نہیں
میرے نال وفا کوئی نہیں کردا کیا مینوں ایہہ ارمان نہیں
تیرے باجھوں ولیاؒ سر پیر قلندر کوئی کردا ایہہ احسان نہیں

# مساجد سے شغف

مسجد کو اسلامی معاشرے میں اہم مقام حاصل ہے یہ دورِ رسالت مآبؐ اور دورِ خلافت میں معاشرے کی تمام سرگرمیوں کا مرکز ہوتی تھی پھر شعائرِ اسلام میں اُسے اہم مقام حاصل ہے مسلمان اور مسجد لازم وملزوم ہیں اسلامی تعلیمات اور قرآن و حدیث کے مراکز ہیں جہاں خدا تعالیٰ کی کبریائی عظمت اور ربوبیت کا پورے شکوہ سے جب اعلان کیا جاتا ہے تو توحید کے پروانے جوق در جوق اس کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں یہی وہ مقام مقدس ہے جہاں آ کر انسان دنیاوی دھندوں سے بے نیاز خشوع وخضوع سے اپنے خالق و مالک سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے جہاں اہلِ ایمان دن میں پانچ وقت اکٹھے ہو کر اللہ کی بارگاہ میں جبینِ نیاز جھکاتے ہیں الغرض مسجد وہ مقام ہے جہاں آ کر اقبال کا شعر عملی تفسیر پیش کرتا ہے

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

دین و مذہب سے وابستہ ہر شخص اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ ہر مذہب میں عبادت کدے بنیادی اہمیت کے حامل سمجھے جاتے ہیں اور اُن عبادت گاہوں کا تقدس واحترام اُس مذہب سے تعلق رکھنے والوں پر فرض ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مومنین کے لئے دین اسلام کو پسند فرمایا ہے اور اہلِ اسلام کے لئے بطور عبادت گاہ مساجد کو پسند فرمایا ہے پہلے وقتوں میں عبادت کے لئے کچھ مقامات مخصوص کر دیئے گئے تھے لیکن حضور اقدس واکمل ﷺ کی آمد کے باعث اللہ تعالیٰ نے تمام زمین کو لائقِ عبادت بنا دیا۔ مسجد کے لغوی معنی ''سجدہ گاہ'' کے ہیں دوسرے لفظوں میں مسجد اللہ کا گھر ہے

حضرت اقدس و اکملؐ کی اس عالمِ رنگ و بو میں تشریف آوری نے انسان کو وہ شانِ بندگی عطا فرمائی جس کی کسی شاعر نے یوں عکاسی کی

واقف ہوں شان بندگی سے اب قید قبلہ کیا
سر ہر کہیں جھکا کہ ہے مسجود ہر جگہ

یوں تو ہر مومن قلبی طور پر مساجد سے لگاؤ رکھتا ہے لیکن مادیت پرستی کے اس دور میں مساجد کی تعمیر وتوسیع کے منصوبے کم ہی ہو گئے ہیں یہ بزنس ایج ہے کمپیوٹر ایج ہے، تمام بڑے شہروں میں فلک بوس عمارتیں ہر قدم پر نظر آتی ہیں اور ہر ماہ ان میں چند نئی عمارات کا اضافہ ہو جاتا ہے ان عمارات کے پیچھے کوئی مسجد بھی موجود ہے اس کا کسی کو علم نہیں پاکستان کو اسلام کا قلعہ کہا گیا ہے اس نعرے یا لقب کا عملی تصور یہاں موجود نہیں فلک بوس عمارتیں دلکش بنگلے بی ایم ڈبلیو کاریں کمپیوٹر سنٹرز یہ سب چیزیں جو انسان ہونے کے ناتے کفار کے پاس بھی ہیں ایسے میں ہماری شناخت کیا ہے؟ بادشاہی مسجد فیصل مسجد یا منی مارکیٹیں شاید وقت اور کمپیوٹر سنٹرز کی گھما گھمی میں ہم اپنی شناخت بھول گئے ہیں پچاس سال پیچھے چھوڑ آئے ہیں آج کل حال یہ ہے کہ اس اسلام کے قلعے سے دینی اقدار اور مسلم ثقافت کی اینٹیں نکالی جا رہی ہیں ہمارے طرز رہن سہن بول بات کھانے پینے غرض پیدائش سے موت تک ہر مرحلے پر ہر قدم پر مغربی تہذیب و ثقافت کی چھاپ کچھ زیادہ ہی گہری ہو گئی ہے اس کے جواب میں عموماً یہ جواز پیش کیا جاتا ہے کہ دوسری اقوام کے اچھے خصائل و عادات کو اپنانا کس قانون کی رُو سے جرم ہے یہ بات درست ہے کہ اسلام اچھے اطوار کو اپنانے کو جرم قرار نہیں دیتا حضرت اقدس ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ:

"حکمت مومن کی گم شدہ میراث ہے اسے جہاں پائے حاصل کرے"

لیکن اس حدیث مبارکہ پر غور کیا جائے تو "حکمت" سے معلوم ہوتا ہے کہ اچھائی برائی کھرے کھوٹے کی کسوٹی پر پرکھ کر ان پر عمل پیرا ہوا جائے یہ نہیں کہ اندھا دھند تقلید کر کے برے بھلے کی تمیز ہی ختم کر دی جائے ضرورت اس بات کی ہے کہ نئی نسل کو اپنے قومی تشخص اور مذہبی اقدار سے روشناس کرایا جائے تا کہ ہمارا مستقبل ان

لادینی رجحانات سے محفوظ رہ سکے۔

سلطان العصر سید ولی محمد شاہ قدس سرہ کو دربارِ عالیہ سے ناخوشگوار حالات کی وجہ سے پیر شاہ کی مسجد میں آنا پڑا جو اس وقت ناپختہ تھی مسجد کے سامنے ایک ''کھوئی''لوگوں کی پیاس بجھانے کے لئے موجود تھی جس سے سارا دن عورتیں اور مرد پانی بھرتے نظر آتے تھے اس زمانے میں یہ پانی بھرنے کا واحد ذریعہ ہوتی تھی بعد ازاں ہینڈ پمپ کے آجانے سے کھوئی کی افادیت ختم ہوگئی جس کی وجہ سے کھوئی کو مٹی سے پاٹ دیا گیا تاکہ کوئی جانور یا انسان اس کے اندر نہ گر جائے مسجد کے صحن کو وسعت دی گئی مسجد کی سیڑھیوں کے قریب ہر وقت ایک آہنی ڈرم پڑا رہتا تھا جو سردی میں پانی گرم کرنے کے کام آتا تھا آہستہ آہستہ مسجد کی توسیع کا کام شروع ہوا کچی مسجد شہید کردی گئی اور اس کی جگہ پختہ مسجد نے لے لی اور تکمیل کے مراحل سے گزرتی ہوئی مکمل ہوئی آپ کی سوچ کا آئینہ مسجد غوثیہ پیرشاہ اپنی تمام تر خوبصورتیوں کے ساتھ آراستہ ہے آپؒ کا بیشتر وقت مسجد غوثیہ میں گزرتا آپؒ ہمہ وقت یہاں ذکر و فکر اور وظائف میں مشغول رہتے درویشوں اور طالب علموں کی کثیر تعداد یہاں بھی موجود تھی جو آپؒ سے دینی علوم حاصل کر رہے تھے آپؒ ان پر خصوصی توجہ فرماتے تھے یہ مسجد تعلیم و تربیت کا ایک موثر ترین مرکز بنی وہ مسجد جو عیدین کے علاوہ بے آباد رہا کرتی تھی اُس کے در و دیوار آپؒ کی آمد کی برکت سے ذکرِ حق کے ساتھ ساتھ قال اللہ و قال الرسول ﷺ کی آوازوں سے گونجنے لگی۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے ''روح چراغ ہے جس کا تیل ذکرِ الٰہی ہے اگر روح کو روشن رکھنا چاہتے ہیں تو ذکرِ الٰہی میں اضافہ کریں۔

دینی علوم کے ساتھ ساتھ یہاں روحانی تربیت بھی ہونے لگی باطنی کثافتیں دور ہونے لگیں نور کا باڑا بٹنے لگااور دلوں میں عشقِ مصطفیٰ ﷺ کے چراغ جلنے لگے اخلاق و کردار سنورنے لگے یہ بے نفسی یہ عظمتِ فکر و عمل کرامت نہیں تو اور کیا ہے اگر یہ ولایت نہیں تو اور ولایت کسے کہتے ہیں۔

حضرت معاذ بن جبلؓ راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ

کی رضاجوئی کے لئے مسجد بناتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنا دیتا ہے اور جو شخص مسجد میں قندیل روشن کرتا ہے اس کے لئے ستر ہزار فرشتے اس وقت استغفار کرتے رہتے ہیں جب تک وہ قندیل روشن رہتی ہے۔

مسجد غوثیہ کے بعد حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ العزیز نے مسجد شاہ جیلان کا سنگِ بنیاد رکھا جو کہ ٹبہ شاہ جیلان پر تعمیر کی گئی ہے ٹبہ شاہ جیلان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہاں کے مکین جو ''ماچھی'' کہلاتے ہیں پہلے اللہ ودھایا نامی شخص کی بستی ''جھوک'' میں رہائش پذیر تھے۔ یہ تمام ''منظور برادران'' حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ کے عقیدت مند ہونے کے ناطے حضرت صاحبؒ کو گیارہویں شریف اور دیگر محافلِ میلاد کے موقع پر ''جھوک'' لے جاتے حضرت سید ولی شاہ قدس سرہ العزیز اکثر وہاں قیام فرمایا کرتے تھے۔

الیکشن کے دنوں میں اللہ ودھایا کا بیٹا بقا خان الیکشن میں کھڑا ہوا وہ چاہتا تھا کہ قبلہ شاہ صاحبؒ بھی اس کی طرف داری کریں لیکن حضرت صاحبؒ نے اس کی حمایت نہ کی جس کے نتیجے میں اس کے دل میں غبار پیدا ہو گیا اور اس نے اپنی رعایا کو تنبیہہ کر دی کہ آئندہ شاہ صاحب یہاں نہ آئیں

منظور برادران نے اس بات پر تعجب کا اظہار کیا کہ اگر ہمارے شیخؒ یہاں نہیں آئیں گے تو ہم کیسے یہاں رہ سکتے ہیں'' بقا خان نے کہا'' تو پھر اپنا انتظام کہیں اور کرلو'' اس کے بعد بقا خان نے ماچھیوں کو دن رات تنگ کرنا شروع کر دیا ان حالات سے تنگ آ کر ماچھی اپنے پیر و مرشد سید ولی محمد شاہ قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔

حضرت سلطان العصرؒ کے چہرۂ مبارک پر رنگِ جلال اُبھرا چند لمحوں کے بعد فرمایا ''غم نہ کرو اللہ رب العزت مسبب الاسباب ہے وہ کوئی سبب ضرور بنائے گا:

ان سے کہ دو نہیں آہستہ جو رکھتے دو گام
گر بھی پڑتے ہیں بہت دوڑ کے چلنے والے

ابھی چند ہی روز گزرے تھے کہ راولپنڈی کا ایک میجر آپؒ کی خدمت میں حاضر

ہوا اور کہا کہ میں اپنی زمین بیچنا چاہتا ہوں آپؒ نے ماچھیوں کو طلب فرمایا اور ان سے فرمایا کہ ''تم سب مل کر یہ زمین خرید لو اور اس جگہ نئی بستی آباد کرو'' جب یہ زمین خرید لی گئی تو آپؒ نے انہیں نقشہ بنا کر دیا کہ اس کے مطابق بستی کی تعمیر کا کام کرو'' آپؒ نے بستی کا نام ٹبہ شاہ جیلانؒ تجویز فرمایا۔

ادھر ٹبہ شاہ جیلان کا سنگِ بنیاد رکھا گیا اور ادھر ''جھوک'' کی بنیادیں منہدم ہونے لگیں آج ٹبہ شاہ جیلان میں زندگی کی تمام سہولتیں موجود ہیں اس کے مقابلے میں ''جھوک'' آثارِ قدیمہ کا نقشہ پیش کرتی ہے وہاں ایک بھی گھر نظر نہیں آتا ساری بستی کھنڈر ہو کے رہ گئی اور ہمہ وقت وہاں قبرستان کا سا سناٹا طاری رہتا ہے۔

اب دُھول اُڑ رہی ہے گلابوں کے شہر میں
لُو چل پڑی ہے ایسی کہ پتھر جھلس گئے

بقا خان آج شکست و ریخت اور بیچارگی کا شکار ہے یہ اس بدسلوکی کا نتیجہ تھا جو حضرت شاہ صاحبؒ کے ساتھ روا رکھی گئی بے شک خدا تعالیٰ اپنے دوستوں کو کبھی بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا۔

حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ نے ٹبہ شاہ جیلان میں مسجد کے لئے خصوصی جگہ منتخب کی فرمائی اور یہ مسجد اپنی خصوصی نگرانی میں تعمیر کروائی آج یہ مسجد اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ ٹبہ شاہ جیلان کے مرکز میں جگمگا رہی ہے اس میں اب درس قائم کیا گیا ہے جہاں سینکڑوں بچے قرآن کی تعلیم حاصل کرتے ہیں ٹبہ شاہ جیلان اپنی نوعیت کا عجیب نمونہ ہے اس کے علاوہ بھوکاں پتن کے قریب نور محمد جوئیہ کی بستی میں مسجد کی بنیاد رکھی یہ بھی آپؒ کے اعلیٰ ذوق کی آئینہ دار ہے اور ایک بستی ولی کوٹ کے نام سے بھی آباد کی الغرض :

؎ جس سمت آ گئے ہو کوچے بسا دئے ہیں

# جلالت

آپؒ فرمایا کرتے ولی اللہ ہمیشہ بیدار رہتا ہے اُس پر غفلت طاری نہیں ہوتی وہ وجود ظاہری سے مجلس عوامی میں ہوتا ہے اور وجود باطنی سے مجلس محمدیؐ میں ہوتا ہے۔ وہ جو بھی کہتا ہے بامر اللہ کہتا ہے اور جو کرتا ہے باذن اللہ کرتا ہے۔ علامہ اقبالؒ اپنے ایک شعر میں مومن کے جلال و جمال کی کچھ اس طرح عکاسی کرتے ہیں۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
ہو رزم حق و باطل تو فولاد ہے مومن

حضرت سلطان العصر سیّد ولی محمد شاہ قدس سرہٗ کو بھی اللہ تعالیٰ نے جلال و جمال سے یکساں طور پر متصف فرمایا تھا۔ جو بھی آپؒ کے چہرہ مبارک کے دیدار کی سعادت پاتا اُس کے دل میں آپؒ کے حسین نقش و نگار ثبت ہو جاتے تھے۔ جب آپؒ پر جلال غالب ہوتا تو دیکھنے والے پر جلال کی مصیبت طاری ہو جاتی۔ ایسے میں معلوم ہوتا کہ مرد مومن کا جلال کیا ہوتا ہے۔ مزاج برہم ہوتا تو تنفس کائنات ڈوبتی ہوئی محسوس ہوتی۔

ابتداء میں تو آپؒ کے جلال روحانی کا یہ عالم تھا کہ دور دراز سے مریض پیر شاہ آتے ہیں صحت یاب ہو جاتا۔ ادھر آپؒ کی قلم چلتی اُدھر کام ہو جاتا۔ برسوں کے حل طلب مسائل آپؒ کی اِک نگاہِ جلال کے نتیجے میں انجام کو پہنچتے۔

ایک شخص کو بواسیر کا مرض لاحق ہوا۔ اُس نے حضرت سلطان العصرؒ کی تعریف سن رکھی تھی۔ اُس نے اپنے بھائی کو بلا کر درخواست کی کہ تم سرکار سیّد ولی محمد شاہؒ کی خدمت مین جا کر میرے لئے دعا کراؤ اور عرض کرو کہ کرم فرمائی کریں تو اس مرض سے میری جاں بخشی ہو جائے۔

تو توقع کی جگہ سب کی تجھی سے چشم داشت
تو پناہ دھر و تو اُمید گاہ شیخ و شاب

بھائی نے ہامی بھرلی۔ کسی روز وہ ڈیوٹی کے سلسلہ میں مصروف رہا۔ اچانک ایک روز پیر شاہ جانا ہوا اور حضرت شاہ صاحبؒ نے اسے طلب فرمایا۔ گفتگو کے دوران اچانک اُسے یاد آیا تو اس نے عرض کی ''حضور! بھائی بواسیر کی وجہ سے پریشان ہے اس نے مجھے آپؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کی ہدایت کی تھی لیکن مصروفیات کی وجہ سے میرے ذہن سے یہ خیال نکل گیا۔ یہ بھی آپؒ کا کشف روحانی ہے جو آج مجھے اتفاقاً یہاں آنا پڑا ورنہ کچھ اور دن شاید میں وقت نہ نکال پاتا۔ بھائی نے درخواست کی تھی کہ آپؒ سے عرض کروں کے خدارا دعا فرمائیں یا کوئی تعویذ عنایت فرمائیں آپؒ مسکرائے۔

یوں مسکرائے جان سی کلیوں میں پڑ گئی
یوں لب کشا ہوئے کہ گلستان بنا دیا

اب اُسے تعویذ یا دعا کی ضرورت نہیں وہ ٹھیک ہو گیا ہے۔ مرشد کریم کے صدقے وہ مرض دُور ہو چکا ہے۔ لگتا ہے اتنے روز سے تم اُس سے ملے نہیں۔ وہ شخص جب گھر گیا تو اُس کا بھائی مسجد سے آ رہا تھا اس نے پوچھا ''تم بالکل ٹھیک لگ رہے ہو کیا کوئی علاج معالجے سے فرق پڑ گیا ہے؟'' وہ مسکرایا! ''نہیں جس روز میں نے تم سے سیّد ولی محمد شاہ قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں حاضر ہونے کی ہدایت کی تھی اُس سے اگلے روز میں سو کر اُٹھا تو مرض کا نام ونشان تک نہ تھا۔'' حیرت ہے! اس کا بھائی بڑبڑایا۔ اب بھی ایسی ہستیاں اِس دنیا میں موجود ہیں جن کے نزدیک دوریوں اور فاصلوں کی کوئی اہمیت ہی نہیں اور جن کا نام ہی امراض کے لئے شفا اور مشکل کے لئے مشکل کشا بن جاتا ہے۔

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

یورپ کے علماء عمرانیات اسلامی مواخات اور باہمی اُنس و اخوت کا حال پڑھتے ہیں تو انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔ ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ وہ لوگ جو ایک دوسرے سے ناواقف ہوں اور اُن کے درمیان کوئی رشتہ نہ ہو وہ کیونکر ایک دوسرے کے معاون و مددگار اور شریک غم و الم ہو سکتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ مغرب کے علمائے عمرانیات و تمدن اس رشتہ کی گہرائیوں سے قطعاً ناآشنا ہیں جس کی بنیاد ایمان

جیسے گہرے جذبے پہ ہوتی ہے۔ یہ وہ جذبہ ہے جس کے تحت روئے زمین کے تمام مومن اپنے آپ کو جسدِ واحد کی طرح محسوس کرتے ہیں کہ پاؤں کے انگوٹھے میں کانٹا چبھ جائے تو آنکھ کے آبگینے سے آنسو چھلک جاتے ہیں اور جب تک وہ کانٹا نکل نہیں جاتا تمام جسم پر راحت و آرام اور خورد و نوش حرام ہو جاتی ہے۔ ملت اسلامیہ کے اُس جسم کو رسول اللہ ﷺ نے جماعت کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے اور اس کے متعلق آپ کا فرمان ہے:

''جو ایک بالشت بھر بھی جماعت سے علیحدہ ہوا اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے اتار پھینکا۔''

اسی پر بس نہیں یہاں تک فرما دیا کہ جو کوئی اس امت مسلمہ کے بندھے ہوئے رشتے کو پارہ پارہ کرنے کا ارادہ کرے اس کی تلوار سے خبر لو۔ خواہ وہ کوئی ہو۔ نبی کریمؐ کی یہی وہ پاکیزہ اور انقلاب آفریں تعلیم تھی جس نے عرب کے منتشر قبائل کو ایک متحد قوم بنا دیا۔

جب ایسے ہی واقعات کثرت سے وقوع پذیر ہونے لگے کہ کسی نے آپؒ کے پاس جانے کا ارادہ کیا تو پہلے ہی کام ہو گیا، مشکل دُور ہو گئی تو پیر و مرشدؒ حضرت مخدوم قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا: ''بلی شاہ، کچھ رضائے الٰہی کا بھی خیال کیا کرو۔'' اس کے بعد آپؒ کی طبیعت میں ٹھہراؤ سا آ گیا۔ تاہم استغراق کا عالم اکثر آپؒ پر طاری ہو جایا کرتا تھا۔ ایسے میں فقیرانہ جلال ہی اور ہوا کرتا تھا۔ آپؒ کو بلاشبہ ہر وقت اور ہر مقام پر صاحب حضوری کا مقام حاصل تھا اور یہی ایک عارف کامل کی نشانی ہوا کرتی ہے۔ آپؒ کو اللہ تعالیٰ نے وہ شان محبوبیت عطا فرمائی تھی کہ جو بھی آپؒ سے ملتا گرویدہ ہو جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی شخص خواہ کسی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتا ہو کسی مسلک کا نمائندہ ہو بلا امتیاز آپؒ سے محبت کرتا تھا۔ یہی ایک ولی کی شان ہوتی ہے۔

جب لوگوں کو معلوم ہوتا کہ آپؒ صاحب فیض و کمال بزرگ ہیں تو لوگ شہر سے آپؒ کی قیام گاہ پر آتے اور آپؒ کے فیض سے مستفیض ہوتے۔ یہ سلسلہ آپؒ کے آخری دم تک جاری رہا۔ آپؒ فرماتے ہیں:

''درویش کا دل باغ ہے اس سے ذکر الٰہی کی خوشبو آتی ہے اور

درویش کے پاس بیٹھنے والا اس مہک سے معطر ہو جاتا ہے۔"

بوئے محبت اپنی رکھی خدا نے اس میں
سینے میں آدمی کے دل عطر داں بنایا

جب کہ مردہ دل آدمی دنیاوی غلاظتوں سے بھرپور ہوتا ہے اور دوسروں کو بدبودار کر کے ہلاک کر دیتا ہے۔

آپؒ کا جلال روحانی اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ بہاولنگر آستانہ پر کچھ کرسچن آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؒ کے چہرے پر وہی تبسم رقصاں تھا۔ جب کہ آپؒ کے رفقاء کے چہروں پر ناگواری کے بادل چھا گئے۔ آپؒ نے اُن لوگوں کو اپنے پاس بٹھایا اور شفقت سے گفتگو فرمائی۔ دورانِ گفتگو حضرت صاحبؒ نے فرمایا، "جسم کچھ تھکا تھکا سا لگ رہا ہے مالش ہو جاتی تو جسم ہشاش بشاش ہو جاتا۔ مہمان کھل اُٹھے عرض کی، حضور! اگر غلاموں کو اجازت مرحمت فرمائیں تو ہم حاضر ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے قمیض اُتار دی۔ رفقاء کے چہرے پر مزید ناگواری کے آثار جھلکنے لگے۔ مہمانوں نے حضرت صاحبؒ کے جسم کی خوب مالش کی اور قدمبوسی کر کے واپس چلے گئے۔ خادم نے آ کر عرض کی بابا حضورؒ پانی گرم ہے، آپؒ نہا لیں۔ آپؒ نے فرمایا کیوں بھئی؟ خادم نے عرض کی، مہمان عیسائی تھے اُن کے ہاتھوں نے آپؒ کو چھوا ہے نہا لیں گے تو اثر اتر جائے گا۔ حضرت سیّد ولی محمد شاہ قدس سرہٗ نے جلالت میں فرمایا: "اُن کے ہاتھوں نے مجھے چھو کر ناپاک کر دیا ہو گا تو کیا وہ خود پاک نہ ہو گئے ہوں گے۔ کیا وہ اچھوت ہیں جن کے چھونے سے میرا جسم ناپاک ہو گیا، اُن کا رنگ مجھ پر چڑھ گیا ہے تو کیا؟ میرا رنگ اُن پر نہ چڑھا ہو گا۔" یہ آپؒ کے اخلاص کا اثر تھا کہ وہ عیسائی اگلے روز آپؒ کے دست حق پر بیعت ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔

کبیرا چندن کا بروا بھلا بیڑیو ڈھاک پلاس
وہ بھی چندن ہو رہیں بسیں جو چندن پاس

بلاشبہ یہ رحمتہ العالمینؐ کا عمل تھا۔ حدیث شریف میں آتا ہے، "بھوکے کو کھانا کھلایا کرو۔" صحابہ کرامؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ خواہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو۔ آپؐ نے فرمایا: "بھوکا صرف بھوکا ہوتا ہے، مسلم یا غیر مسلم نہیں ہوتا۔"

اگر آپؒ ان سے حقارت سے پیش آتے اُن کو دور بٹھاتے تو کیا وہ اسلام قبول کرتے؟ یاد رہے کہ اسلام تلوار کے زور پر نہیں پھیلا۔ ملک فتح کرنے والے غزنوی اور ہوتے ہیں اور دل فتح کرنے والے گنج بخشؒ، غریب نوازؒ اور !!! جو اللہ کے اصلی نائب بن کر اوروں کے دلوں پر بلا تاج و تخت حکومت کرتے ہیں۔ اسلام کی تبلیغ کے سلسلے میں مفکرین نے دو نظریئے قائم کیے ہیں۔ ایک نظریہ یہ ہے کہ اسلام تلوار کے ذریعے پھیلا ہے۔ میں اس نظریئے کا مخالف ہوں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ پریشان مغربی مفکرین کی اختراع ہے۔ میرا زاویہ نگاہ یہ ہے کہ اسلام صوفیاء کے بلند کردار، اخلاق اور روحانی تصرف سے پھیلا ہے۔ اگرچہ اِن میں سے بیشتر کا تعلق حکومت سے نہیں تھا لیکن وہ خود دلوں کے حکمران تھے اور حکومت وقت اُن کے روحانی تصرف کے سامنے سرنگوں تھی اس لیے جناب مظفر وارثی فرماتے ہیں:

تاریخ کا جھومر ہے نشانِ قدم اس کا
اخلاق کی تلوار سے جو شخص لڑا ہے

یہ حضرت سیّد ولی محمد شاہ قدس سرہٗ العزیز کے اعلیٰ اخلاق ہی کے کرشمے تھے کہ جو لوگ ایک بار بھی ملتے پھر ملنے کے لئے بیقرار رہتے اور آپؒ کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر غیر مسلم بھی کھنچے چلے آتے یہ آپؒ کی شفقت کی اعلیٰ مثال ہے۔ آپؒ عاجزی و انکساری کا پیکر تھے۔ دھیمے لہجے میں بات کرتے تو حاضرین کا دل موہ لیتے دنیاوی مسائل سے لے کر فقر و عرفان تک کے پیچیدہ مسائل کو سادہ اور آسان ترین الفاظ میں حل کرتے حتیٰ کہ علماء تک تفسیر، حدیث، لغت، فقہ، طریقت، شریعت، منطق اور فلسفہ جیسے علوم پر آپؒ کی کامل گرفت دیکھ کر حیران نظر آتے۔ آپؒ کی گفتگو اُن کی بے شمار الجھنیں سلجھا دیتی اور دین و ایمان کی اختلافی گرہیں کھول کر اُنہیں دائمی سرور سے آشنا کر دیتی۔

حقیقت یہ ہے کہ دعوت حق و صداقت کا فروغ اس کے پیروؤں کے یقین و ثبات کی نسبت سے ہوتا ہے ان کا ایمان محکم اس جہانِ آب و گل میں زلزلہ پیدا کر دیتا ہے۔ قوموں کی حیات و ممات کا دارومدار اُن کی قوت ایمانی پر ہے۔ اگر انہیں اپنے مسلک زندگی کی صداقت پر یقین ہے اور وہ یقین دل کی گہرائیوں میں پیوست

ہے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت انہیں ان کے مقام سے گرا نہیں سکتی۔ مردان مومن کی جماعت کے جس سرخیل کا ذکر اس وقت ہمارے لیے وجہِ شادابیِ قلب و نظر ہے اس قوتِ ایمانی کا پیکر تھا جس کی وجہ سے بڑی سے بڑی مصیبت اور سخت تکلیف اس کے نزدیک ہیچ تھی ہم صرف نام کے مسلمان کیا سمجھ سکتے ہیں کہ ایمان کی قوت انسان کے اندر کیا تبدیلی پیدا کر دیتی ہے؟ آج کا مسلمان نہ ایمان کے ذوق سے بہرہ یاب ہے اور نہ عمل کی چاشنی سے لذت گیر۔ ایسے میں آپؒ کی ذات ایمان و ایقان کا سرچشمہ بن کر تشنگان مئے معرفت کو سیرات کر رہی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے اہل دانش، علماء اہل علم وفکر آپؒ کے روبرو سر جھکائے ہاتھ باندھے نظر آتے۔ آپؒ کی سحر بیانی کے آگے گنگ دکھائی دیتے۔

آپؒ رات کو جاگنے کے باوجود سارا دن کمال استقامت سے سائلوں کے درمیان گزارتے۔ اُن مسائل اور شکایتیں سنتے اور ان کے حل کمال شفقت سے تجویز فرماتے۔ شب و روز کی عبادت اور ریاضت سے کمال و استقلال بھی جاری رہا۔ جذب و استغراق بھی اتنا بڑھتا چلا گیا کہ آپ پر داغ کا یہ شعر صادر آنے لگا:

تیری یاد ہے یا ہے تیرا تصور
کبھی داغ کو ہم نے تنہا نہ دیکھا

راہ سلوک کے حجابات اٹھتے اور اسرارِ کائنات کے تمام دروازے کھلتے چلے گئے، بزم جانانہ سج گئی اور فیض کے در وا ہو گئے۔ غالب سے معذرت کے ساتھ:

بزم شاہنشاہ میں ''اسرار'' کا دفتر کھلا
رکھیو یاربّ! یہ درِ گنجینہ گوہر کھلا

# بزم جانانہ

نہ بادہ ہے نہ صراحی نہ دورِ پیمانہ
فقط نگاہ سے رنگیں ہے بزمِ جانانہ

حضرت سلطان العصر سیّد ولی محمد شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز کی نشت و برخاست مسجد غوثیہ پیر شاہ میں ہوا کرتی تھی جہاں لوگ شریعت و طریقت کے اسرار و رموز سے آ گاہی حاصل کرتے اور شفائے قلوب کا سامان کرتے اور اسرار و مفاہیم کی آبشار کے مترنم پانی سے اپنی روحانی تشنگی فرو کرتے۔ رفاہِ عامہ اور مظلوموں کی حمایت آپ کا شیوہ تھا۔ خود بھی اوامر و نواہی شرع کی پابندی فرماتے اور دوسروں کو بھی اسی کا درس دیتے۔ آپ کی بزم عارفانہ حبیب کبریاؐ کی صفت و ثنا اور تذکرہ سے منور رہتی۔ واقعہ معراج کا روحانی پس منظر، شریعت و طریقت میں فرق تدبیر و تقدیر اور ایسے کئی نازک اور پیچیدہ مسائل جن سادہ ترین اسالیب میں بیان فرماتے وہ کسی بھی اہل دانش کے لئے حیرت انگیز تھا۔ آپ کی محفل میں حال و قال دونوں ملتے تھے گویا:

ہماری بزم میں چلتا ہے رات بھر ساغر
غروب صبح کو یہ آفتاب ہوتا ہے

ایک طرف نماز، روزہ حج و زکوٰۃ کے فلسفے میں غوطہ زن ہوتے دوسری طرف حقوق العباد، محبت الٰہی، یاد الٰہی، مشیت الٰہی، عبادت، اخلاق، اخلاص کے روحانی پہلو کی پردہ کشائی فرماتے۔ ذخیرہ اندوزی، گراں فروشی، چغل خوری، بہتان تراشی، عدم تعاون علی البر سے بچنے کا حکم دیتے اور دروغ گوئی کی حوصلہ شکنی کرتے۔ رزق حلال کی خاص تلقین کرتے اور فرماتے کہ جس شخص نے اپنے اوپر رزق حلال کی پابندی لی ہوئی ہو اس کے دل پر از خود ایمان، یاد الٰہی، امن و سلامتی، قناعت و توکل اور محبت و رحمت کی بارشیں ہوتی رہتی ہیں۔ آپ ہمیشہ کبائر و صغائر سے بچ نکلنے کی تعلیم دیتے۔ اوامر و

نواہی کی پابندی پر خاص زور دیتے اور دوسری سنگتوں کے بجائے نیکوں اور صلحاء و اولیاء کی صحبت کو ترجیح دینے کا درس دیتے۔ عالم ارواح کا ذکر اس طرح فرماتے جس طرح کوئی عالم اسباب کے رہنے والوں کا ذکر کرتا ہے۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلوب پر خاص زور دیتے۔

تزکیہ کے اس سلسلے میں حضرت بایزید بسطامیؒ کا یہ واقعہ بیان فرماتے کہ ایک مرتبہ حضرت بسطامیؒ کسی جگہ سے گزر رہے تھے ایسے میں آپ کا لباس ایک کتے سے چھو گیا آپ نے فوراً لباس سمیٹ لیا۔ حضرت بسطامیؒ نے محسوس کیا کہ کتا زبانِ حال سے کچھ کہہ رہا ہے: ''یا حضرت'' آپ نے لباس کیوں سمیٹ لیا مجھ میں صرف ظاہری گندگی اور نجاست ہے جو لباس سے چھو جائے تو تین بار دھونے سے پاک ہو سکتی ہے لیکن انسان کے دل کی ناپاکی مجھ سے بدتر ہے کیونکہ وہ باطن میں ہے جو سات دریاؤں کے پانی سے دھونے سے بھی پاک نہیں ہو سکتی۔'' اس ظاہر ہو جاتا ہے کہ تزکیہ نفس کے بغیر انسان مومن اور اشرف المخلوقات نہیں کہلا سکتا۔

آپؒ فرماتے تھے کہ سجدہ صرف یہ نہیں کہ پیشانی زمین پر رکھ دی جائے۔ بلکہ سجدہ یہ ہے کہ دل میں عاجزی، فروتنی، انکساری و خاکساری پیدا ہو۔

در حضور دوست ہر جانب نظر کر دن خطاست
یک زماں حاضر نیش اے دل کہ جاناں ناظر است

اور دل سے خودی اور انانیت دور ہو جائے۔ کبر و نخوت اور ریا کاری کا زہر نکل جائے۔ آپ کے ہر ہر لفظ سے آبِ وحدت ٹپکتا، ہر عالم میں خواہ صحت کے بہترین وقت میں یا تھکن اور بیماری کی شدید اذیت میں آپ کی زبان سے جو بھی لفظ نکلا خوشبوئے وحدت سے لبریز نکلا۔

کلامِ صاف کو اپنے جو دیکھے اس کو حیرت ہو
یہ آئینہ ہوا ہے جو ہر ادراک سے پیدا

محاسن و مکارمِ اخلاق کے پرچار اور مصائب سے گریز کا درس طرزِ عمل دینے کو تصوف کی اصطلاح میں ''فتوت'' کہا جاتا ہے۔ جسے اسم صفت ''فتی'' سے وضع کیا گیا ہے جس کے معانی نوجوان اور ساتھی مستعمل ہیں۔ فتیات اور فتیان کے کلمات قرآن

مجید میں بھی وارد ہوئے ہیں اور شاہ علی ہمدانیؒ کی کتاب الفتوہ کے مطابق اسے اردو یا فارسی میں ''جوانمردی'' کہتے ہیں۔ دور جاہلیت میں اگر کوئی سخی، شجاع یا جنگجو ہوتا تو وہ فتیٰ کہلاتا۔ فتیان جاہلی کے سلسلہ میں حاتم طائی یمنی کی جوانمردی کے واقعات آج تک زبان زد خاص و عام ہیں۔

۹ ہجری میں جب قبیلہ طے کی بغاوت کو فرو کرنے کے بعد جنگ میں گرفتار ہونے والوں میں حاتم طائی کی بیٹی سامنے آئی تو آنحضرت ﷺ نے اُس لڑکی کو رہا کرتے فرمایا: ''تمہارے باپ میں مومنانہ صفات موجود تھیں۔'' اس فرمان کی روشنی میں فتیٰ کی اہمیت اور بھی واضح ہو جاتی ہے۔

ملا حسین نے لکھا:

''فتوت کے موضوع میں اسی پسندیدہ صفات اور نیک سیرت لوگوں کے اعمال و افعال سے بحث کی جاتی ہے جو اپنی محکم قوت ارادہ کے بل بوتے پر تائید ربانی کے سزاوار بنتے، برے کاموں سے اجتناب کرتے اور معاشرے کی بہبودی میں کوشاں رہے ہیں۔ فتوت کے تین درجے ہیں، پہلا سخاوت کا درجہ ہے کہ جائز ذرائع سے ہاتھ آنے والی دولت کو مخلوق کی رفع احتیاجات کی خاطر بے دریغ خرچ کیا جائے۔ دوسرا صفائے باطن کا درجہ ہے کہ سینے کو حسد و بغض، کبر و نخوت اور خواہشات بد سے پاک رکھا جائے۔ تیسرا درجہ وفا ہے جس کا مقصد حقوق اللہ اور حقوق العباد کو مادی طور پر نبھانا ہے۔ فتوت ایک معزز موضوع ہے جسے تصوف اور توحید الٰہی کا ایک شعبہ کہنا چاہیے۔''

عبدالرحمٰن سلمی نیشاپوری کی تعریف خاصی ٹھوس اور جامع ہے فرماتے ہیں:

''فتیٰ یا جوانمرد وہ ہے جس میں آدم علیہ السلام کی توبہ و انابت مصائب و آلام کو برداشت کرنے کا نوح علیہ السلام جیسا جذبہ، ابراہیم علیہ السلام کا جذبۂ ایثار و مقاومت، یوسف علیہ السلام کی باعصمت رہنے کی سعی، ایوب علیہ السلام کا تشکر و امتنان، یونس

علیہ السلام کی توبہ و استغفار، داؤد و سلیمان علیہ السلام کی جفاکشی، موسیٰ علیہ السلام کا ایفائے عہد، یوشع بن نون کا تعاون علی البر، عیسیٰ علیہ السلام کی غیر معمولی رقت، حضرت سیّد الانبیاء ﷺ کے مکارم اخلاق، ابوبکر صدیقؓ کا صدق عمرؓ کا جلال، عثمانؓ کی حیاء اور علیؓ کے علم کا پرتو ہو اس کے باوجود خود کو عاجزی سے پیش کرنے اور اپنی برتری کے ادعا سے احتراز کرے۔''

ماشاء اللہ حضرت سیّد ولی محمد شاہ قدس سرہٗ العزیز فتوت کے معیار پر بھی پورے اترتے ہیں۔ بلاشبہ آپ انہی مردانِ پاکباز میں سے تھے جن کی ہر ہر سانس ہر ہر ادا کرامت کا رنگ اختیار کر لیتی ہے اور انہی لوگوں کے متعلق حدیث قدسی میں وارد ہوتا ہے:

''ہم اُن کی آنکھ بن جاتے ہیں زبان اور ہاتھ بن جاتے ہیں۔''

ہر کہ نیم در جہاں غیرے تو نیست
یا توئی یا خوئے تو یا بوئے تو

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ''فتوت'' محاسن کے پرچار اور معائب سے گریز کا نام ہے۔ اگرچہ یہ مکمل تصوف نہیں لیکن تصوف سے جدا بھی نہیں۔ بلکہ تصوف کا ہی شعبہ ہے، جزو ہے اور اس شعبے کے تقاضوں کو صوفیاء کرام اور عارفین نے ہر دور میں نبھایا اور بہت خوب نبھایا۔ ہر دور میں ان کی ندائے حقیقت آشنا گونجتی رہی کہ:

خورشید قیامت کا سر پر تو اب آ پہنچا
غفلت کو جگا دنیا کسی نیند یہ سوتی ہے

وہ چاہتے تھے کہ معاشرے میں ایسا خوشگوار انقلاب بپا ہو جائے جس کے نتیجے میں ہر شخص حسن عمل، حسن اخلاق اور حسن سلوک جیسے خصائل سے آراستہ ہو جائے اور حق تلفی، بدسلوکی، کشیدگی، ناانصافی اور فساد جیسے امراض سے ہر انسان کو شفا نصیب ہو جائے۔ لہٰذا انہوں نے شجاعت، سخاوت، صفائے باطن، خدمت خلق، مہمان نوازی دشمنوں کو معاف کرنے اور ایسے تمام مکارم اخلاق کی پیروی کرنے کا درس دیا جن پر

عمل پیرا ہو کر انسان اشرف المخلوقات بنتا ہے اور جن کی روشنی میں نگاہ مومن کی عشق مصطفیٰؐ اور قربِ مصطفیٰؐ کی سعادتیں حاصل ہوتی ہیں۔صوفیاء کی انہی عظمتوں کا اعتراف علامہ اقبال نے یوں کیا ہے :

آہ وہ مردانِ حق ، وہ عربی شہسوار
حامل خلق عظیم ، صاحب صدق و یقین
جن کی نگاہ نے کی تربیت شرق و غرب
ظلمت یورپ میں تھی جن کی خردراہ بیں
جن کے لہو کے طفیل آج بھی ہیں اندلسی
خوش دل و گرم اختلاط، سادہ و روشن جبیں

یہ سچ ہے کہ روحانی رہنماؤں کا وجود اس کرۂ ارض پر بسنے والوں کے لیے خیر و برکت کا باعث ہے۔ اگر مرشدؒ سالک کی خرابیوں بیماریوں اور گناہوں کے بھیانک چہروں سے پردہ نہ اٹھائے تو سالک کی ترقی وعروج کی راہیں مسدود رہتی ہیں۔علمائے ظاہر تو محض جامع ہستی کے ظاہری داغوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں جب کہ یہ خدا مست صوفیاء اور عارفین جامۂ ہستی کے باطنی داغوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

حضرت سیّد ولی محمد شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز کی تعلیمات کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ جس طرح ایک کاشتکار اپنی زمین کو نرم کر کے بیج بوتا ہے اور پھر خون پسینہ ایک کرتا ہے وقتاً فوقتاً پانی سے سیراب کرتا ہے، کڑی دیکھ بھال اور نگرانی کرتا ہے تو ایسی صورت میں وہ حق بجانب ہوتا ہے کہ اچھی پیداوار کی اُمید رکھے۔ بالکل اسی طرح طالب حق وہی ہے جو اپنے دل کی سرزمین میں ایمان و ایقان کا بیج بوتا ہے اسے بغض و حسد اور خواہشات بد کے جھاڑ جھنکار سے پاک رکھتا ہے اور فوقتاً فوقتاً اُسے تزکیہ و تصفیہ نفس زہد و ورع اور تقویٰ و طہارت کے پانی سے سیراب کرتا ہے۔

دین و دنیا و دوزخ و فردوس
تو رہا کن بایں خزاں بگداز

اگر ایسا نہیں کرتا تو اسے رحمت حق سے کیا واسطہ۔

کبیر رین گوائی سو کے تے دیوس گوایا کھائے
ہیرے جیسا جنم ہے کوڈی بدلے جائے

آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر انسان کے دل میں خدا کے حضور جواب دہی کا یقین پیدا ہو جائے تب ہی حرص اور بخل جیسے امراض سے چھٹکارا نصیب ہوتا ہے۔ انصاف کی خوشبو پھیلتی ہے۔ اختلاف دور ہوتے ہیں اور خلوص و محبت کے جذبات کو فروغ ملتا ہے۔ ورنہ جیسے ہی یہ یقین کمزور ہوتا ہے اخلاقی کمزوریاں سر اُٹھانے لگتی ہیں اور معاشرے کا امن وسکون برباد ہو جاتا ہے۔ آپ کا طرزِ تکلم اگر خطیبانہ یا ناصحانہ نہ ہوتا لیکن حکمت وفراست سے بھرپور ہوتا۔ گھن گرج کی بجائے نہایت دھیمے انداز میں کہے گئے لفظ اپنی بھرپور تاثیر کے ساتھ سرمایہ قلب ونظر بن جاتے اور ہر جملہ دنیائے دل میں ایک حشر اُٹھا دیتا۔

ہم سمجھتے ہیں تری عشوہ گری کو ساقی
کام کرتی ہے نظر ، نام ہے پیمانے کا

آپ کی گفتگو سادگی کے پھولوں سے مہکتی تھی مشاہدہ بیان کو نکھار دیتا۔ ہر چیز وضاحت سے کھول کر بیان کرتے۔ جنت کا تصور تو نقشہ کھینچ کر رکھ دیتے۔ صوفیاء کرام اور اولیاء کے واقعات بیان فرماتے تو لگتا جیسے ان واقعات کے عینی شاہد ہیں اور وہ منظر آپ کے سامنے رونما ہو رہا ہے۔ جیسے آپ الفاظ سے آراستہ کر کے اذہان و قلوب کے پردے پر کسی فلم کی طرح روشن کر رہے ہیں۔

فارسی اور عربی کے اشعار آپ کی گفتگو میں یوں رچ بس جاتے جیسے خوشبو ہوا سے اور ساز سماعت سے ہم آہنگ ہو جاتے ہیں۔ آپ کی گفتگو سماعتوں کے کشکول عبرت و نصیحت کے آبدار موتیوں سے لبریز کرتی چلی جاتی۔ مولانا روم کی مثنوی کی کہانیوں کی حقیقت بڑے دلچسپ انداز میں بیان فرماتے اور حضرت شیخ سعدیؒ کی حکایات بڑے شوق سے سنایا کرتے اور شیخ سعدیؒ کی ان سبق آموز حکایات کو عملی زندگی میں رائج کرنے پر زور دیتے۔ اسی بات کو مدّنظر رکھتے ہوئے راقم الحروف جب ایران گیا تو شیخ سعدیؒ اور حافظ شیرازیؒ کے مزار مبارک پر بھی حاضری دی اسی شب خواب میں والد محترم قبلہ حضرت سیّد ولی محمد شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز تشریف لائے (واضح رہے کہ یہ واقع حضرت صاحبؒ کے وصال کے بعد 2001ء میں وقوع پذیر ہوا) اور فرمایا ''نور'' اب تم ایران آ ہی گئے ہو تو حضرت ایوب علیہ السلام پیغمبر خدا کے

مزار قدس پر ضرور جانا بندے کے لئے یہ بات بہت حیرت انگیز ثابت ہوئی۔ صبح راقم الحروف نے اپنے ہمسفر رفیق پیر صابر علی سے اس بات کا تذکرہ کیا تو وہ بھی حیرت زدہ ہو گیا کیونکہ یہ ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ یہاں پیغمبر خدا حضرت ایوب علیہ السلام کا روضۂ اقدس مرجعٔ خلائق ہے۔ جب ہم نے مقامی شخص سے معلوم کیا تو اس نے بتایا کہ شیراز سے دو طرفہ سفر 90 کلومیٹر کے فاصلے پر تخت جمشید اور نقشِ رستم کے قریب مرو دشت میں آپؑ کا مزار اقدس زیارت گاہِ ملائک و خلائق ہے۔

ہم علی الصبح ہی شیراز سے ٹاکسی کے ذریعے سے روانہ ہوئے تا کہ اس سعادت عظمیٰ سے اپنے نامہ اعمال کو جگمگا سکیں اور اس جلیل القدر پیغمبر کی دہلیز کو بوسہ دے سکیں جس کے صبر اور تشکر و امتنان پر قدسیوں کو بھی غش طاری ہو جاتا ہے۔ یہ ایک عجیب ایمان افروز واقعہ/ تجربہ تھا جس نے ہمارے نخل ایمان کو ایقان کی بارش سے سیراب کر دیا۔ نجانے یہ شیخ سعدیؒ کے مزارِ مبارک پہ حاضری کی برکت تھی یا کرم کا بہانہ۔ بہرحال جو لوگ یہ ایمان نہیں رکھتے کہ اولیاء کی حیات و ممات یکساں ہے اور وہ بعد از وصال بھی اسی طرح راہنمائی کے فرائض سرانجام دے سکتے ہیں ان کے لئے یہ کرامت ایک کھلی دلیل ہے۔ حافظ شیرازیؒ کا شعر ہے:

ہر گز نمیرد۔ آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوا م

..........☆☆☆..........

اولیاء زندہ ہیں۔ ولی کو کسی سے محبت نہیں ہوتی! سوائے ذات باری تعالیٰ کے۔ حالانکہ ہر شخص سمجھتا ہے کہ مجھ سے زیادہ محبت ہے۔

عکس تحریر

بسم الله الرحمن الرحیم الهی اسئلک بعظمة الوهیتک وباسرار ربوبیتک وبالخاتم ذی الارکان
الخمسة المطوقة بارکان ملکوتک وبالالفات الثلاثة الجامعة معنی الشفع والوتر فالشفع کل مکون
ابرزته قدرتک النافذة فی الاشیاء الصانعة ماهیة اشکالهم فالذکر والانثی شفع والسموٰت والارض
شفع والجنة والنار شفع واللوح والقلم شفع والعرش والکرسی شفع والروح والنفس شفع وکل شیٔ ابدعته
قدرتک یا قادر یا بدیع رقمت بقلم ارادتک وید قدرتک معانی الشفع وتفردت بالوحدانیة والفردانیة
فانت الوتر المطلق وکل شیٔ فهو الشفع المحقق داساً لک بالالف الممدود الذی دل علی کمال قهرک وغلبتک
لکل موجود وجعلت فی باطنه ومعنی ظاهره السهام الممدود بالمیم المطمسة التی عمل دورانها فی الهیبة
فطمست بالسواد عن الجیم لاجل ما فیها مداد الزهاد والعباد واسئلک اللهم بالسلم الذی فیه معانی معراج السبع
الطباق وبالالفات الاربعة المشیرین لکل ذی قوائم اربع والانامل الاربع ومافیها من التورات والانجیل
والزبور والفرقان والخاتم ذی الارکان الثمانیة التی تشیر الجوارح معانیها الی سر حملة العرش الثمانیة وهی ابجد
هوز حطی کلمن سعفص قرشت ثخذ ضظغ وبالهاء المقوسة التی هی قائمة مرکز الاحاطة ولتشیر باسرار عجائب

بدالعهد [illegible] فارتفعت [illegible] على [illegible] في [illegible]

[illegible] في المكونات [illegible] وجميع الجبال [illegible] الشهادة [illegible]

على [illegible] جلال وصدق الوحدانية [illegible] توبة [illegible] والجأ الجمهور لانك انت الظاهر في كل شيء

وقد الهمهم سر صنعتك في بدائع مكوناتك وعجائب الخفيات يا عالم الخفايا ويا خالق البرايا ويا بر الزكاة سألتك ان تفيض

على بحار من علوم قدسك تتلاطم امواجها على معارف لبصائر قلبي فتنطق كل جارحة مني لسر فردانيتك فاني

اسألك باسمك الفرد ان لا تذرني فرداً وانت خير الوارثين وباسمك الجبار ان لا تسلط علينا جباراً عنيداً

ولا شيطاناً مريداً يا جابر العظم الكبير لجبر سفينة احوالي فانها قد غرقت في بحر ذنوبي وخطاياي لما هبت ريح قبيح

افعالي واقوالي (انكسرت) انكسرت فبجودك يا كريم ارغب من كمال احسانك السابق الى قبل وجودي في المكونات

جُد لغفرانك وارسل على اوزاري وسفينة قبيح احوالي هبوب ريح رياح رحمتك التي وسعت كل شيءٍ فاني لا ارجو

الا انت يا شكور اوزعني ان اشكر نعمتك التي انعمت عليّ وعلى والديّ وان اعمل صالحاً ترضاه وادخلني

برحمتك في عبادك الصالحين فاشكرك كما ينبغي بجميل صفاتك العلية واسألك يا تواب ان تتوب عليّ من جميع اوزاري

وتتقبل عملي وتبلغني آمالي وسؤلي فاني رأيت خلقاً كثيراً بلغتهم آمالهم واطلعتهم من الادنى الى الاعلى بين عوالم خلقك

وملكت لهم الرقاب وقلدتهم سيف نصرك والبستهم حللاً من هيبتك وجعلت لهم في السنتهم حكمتك فخضعت

لعلو درجاتهم بك الاعناق وانتشر ذكرهم في الآفاق فبحقك على هؤلاء وبحقهم بذلك ان تعطيني ما اعطيتهم وتبلغني ما بلغتهم

وترفع مقامي كما رفعته لهم وتملكني الرقاب كما ملكتهم وقلدني سيف حماية نصرك كما قلدتهم والبسني حللا من سناء ضياء جمال [illegible]

هيبتك [illegible]

بهيبتك فتخضع فتخضع لي بها رقاب الطاغين الجبابرة وأصول بنصرك وعزة قهرك وغلبتك في الأقاليم
حتى أشاهد في مقام عظمة الوهيتك كل ما كان في العصر من حوادث مخلوقاتك وتبهر العقول ثم
يتحير في صنعك وتدبير حكمتك التي فتشخص لي بك الأحداق وتخفض برفعك إلى الجباه والأعناق
ويهرولون لسرعة إليّ وإلى مقامي برحمانيتك وعطف على أقدام الأخلاق وسكن محبتي وهيبتي التي ألبستنيها
في الأفئدة في جميع الآفاق يا عالما بأحوالي وما في ضميري إليك سؤالي يا ظاهر أظهر إلي إفادة أسمائك ودعائك
ومناجاتك ببديع أنوار أسرارك وأظهر علي آثار عبوديتك وهب لي يا وهاب حكمتك فإني رأيت [illegible]
وقف بباب الملك وطلب الدخول فنادى باسم الملك بتذلل وخضوع فأدخلته وزراء الملك [illegible]
فيبلغونه عند الخليفة ما تمناه وأنت أولى بذلك مني فإني واقف ببابك مناد باسمك يا من هو ظاهر فوقه في [illegible]
اجعلني من أهل الظهور وبلغني منيتي وأجب دعوتي يا من يجيب المضطر إذا دعاه ها أنا عبدك معتاد إلى ما [illegible]
فقير من الحسنات باسط يد الفاقة خامل الذكر بين الورى اجعلني من الكبراء الأعلين المختصين [illegible]
أرجو ذلك لعلمي منك الأجود إحسانك وامتنانك على مخلوقاتك فإني أسألك علو الدرجات في الدارين كما [illegible]
وأيقنت بأنك تعز من تشاء وتذل من تشاء بيدك الخير إنك على كل شيء قدير وحاشاك أن تردني [illegible]
بيده الخير إنك على كل شيء قدير وحاشاك أن تردني خائبا يا من بيده ملكوت كل شيء [illegible] أسمائك [illegible]
وبذاتك العلية وبوجهك العظيم أن تسخر لي الروحانية الموكلين لفلك الشمس المدبرين حولها [illegible]
أسمك الحكيم الحسيب فأرسلت على الشمس من أسمائك فكان عليهم محفوفات لتشع أسرارها بردة وسلاسة [illegible]

كل ليلة حتى تسجد تحت ساق العرش لعظمة ملكك وربوبيتك فقات كلامك والشمس تجري لمستقر لها ذلك تقدير العزيز العليم وبالعين الحمئة التي تغرب فيها الشمس من السر وبالقطب الوحداني الذي يحضر بذاتك النورانية عند طلوع الشمس الذي كان معه في الدائرة الوحدانية وحضوره المختصون من عبادك الذين اصطفيتهم من بين اوليائك وبحق الاوتاد الاربعة الذين بهم ارسيت ضياجيح مخلوقاتك وسكنت روعتهم واحببت بهم في الجهات الاربعة من الدنيا دعاء عبادتك وبالحرس والغوث الذين ليستغاثون بهم في الشدائد والنوازل المهمة كافة مخلوقاتك وسبعون رجلا الذين يحضرون كل يوم عند طلوع الشمس على مخلوقاتك في الفلك الرابع وينادون خلف صوت الروحانية والملائكة الكروبيون باسمك القوي فتمدك هم بقوة ذلك الاسم فيجرون تجري الشمس في الفلك بسرعة لعظيم الاسماء ... بقوة منك ويسخر لي روحانية الشمس سلطانية العوالم ورئيسهم روقائيل عليه السلام وسخر اللهم روحانية القمر ورئيسهم جبرائيل عليه السلام فاني سألتك بالنور المودوع المستضيء في دائرة القمر المقتبس من نور جلالك وصفاتك ... خاتم الانبياء سيدنا محمد صلى الله عليه وسلم في الليلة التي هبط القمر من السماء لاجابته دعوتك ولعظمتك فانشق نصفين ليدان اقتبس من نور قلبه نوراً وضياء فبحق هذا النبي الكريم وآله واصحابه وكل من اتبعك منهم الى يوم الدين وكل رسول ونبي من بني آدم الى سيد العالمين ان تسخر لي يا الله الروحانية العلوية والسفلية الذين يخدمون الدراري السبعة يفعلون كل امر اريده اين روحانية فلك المريخ ورئيسهم سمسمائيل اجيبوا دعوتي واحضروا انتم وروحانية فلك عطارد ورئيسهم ميكائيل وروحانية فلك المشتري ورئيسهم صرفائيل وروحانية فلك الزهرة ورئيسهم عنيائيل وروحانية فلك المقاتل ورئيسهم الحاكم على الاملاك العلوية صاحب الفلك السابع والقلم الجامع السيد كسفيائيل عليه السلام اسألك اللهم بحق الرؤساء السبعة وما كان معهم من الارواح الروحانية والاجساد المجتهدة هؤلاء من كان ذي روح ونفس

# چراغ جادۂ منزل

**سلطان العصر حضرت سید ولی محمد شاہ قدس اللہ سرہ العزیز اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں۔**

علم کی دو قسمیں ہیں۔ 1۔علم لدنی 2۔علم کسبی۔

کسبی کی مثال ایسی ہے کہ ایک گڑھا کھود کر اس میں پانی بھر دیا جائے تو جتنا پانی اس میں بھرا گیا ہے اسی قدر رہے گا اور ''اگر اس میں کوئی چشمہ پھوٹ پڑے تو پھر اس میں سے خوب پیو پلاؤ جتنا خرچ کرو کم نہیں ہوا اتنا ہی اور آ جائیگا'' یہ علم لدنی کی مثال ہے پس جو لوگ علم ظاہر پڑھتے ہیں جتنا پڑھتے ہیں اتنا ان میں رہتا ہے لیکن بعض مردان حق کو اللہ تعالیٰ علم عطا فرماتا ہے جیسا کہ حضرت خضر کے واقعہ سے ظاہر ہے۔

اور ہم نے اس کو اپنے پاس سے ایک علم سکھایا تھا۔یہیں سے علم ''لدنی'' کی اصطلاح قائم ہوئی ہے یعنی وھبی علم۔ جب دل کا دریچہ کھل جاتا ہے تو روح مبارک حضور انور ﷺ کی طرف سے نور کا ایک منبع ان کے دل میں آ جاتا ہے دل کے اندر سے ہی ساری باتیں سمجھ میں آتی رہتی ہیں کسی سے پڑھنے کی ضرورت نہیں رہتی ایسے ہی لوگوں کے لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یعنی مومن کی فراست (قلبی علم) سے ڈرو کیونکہ و اللہ کے نور کے ساتھ دیکھتا ہے جہاں عرفانی علوم اپنا قدم جماتے ہیں وہاں رسمی علوم کی واقفیت اہمیت نہیں رکھتی بلکہ رسمی علوم ''لدنی'' کے لیے ایک دھبہ قرار پاتے ہیں۔یہی وجہ ہوئی کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات نے رسمی علوم سے دور رکھا۔

عارف باللہ کا دل خاص حرم الٰہی اور کعبہ حقیقی ہوتا ہے کثرت ذکر الٰہی سے اس کا دل زندہ و تابندہ ہوتا ہے اور ان میں سے بعض اہل اللہ کو حضرت اقدس و اکمل ﷺ کی خاص عنایت سے علم کیفیات یعنی علم لدنی حاصل ہوتا ہے جو دل یعنی روح کے راستے یا ذریعے سے سالک عارف تک پہنچتا ہے۔

جس شخص کو علم محسوسات کسبی ہو اور علم کیفیات نہ ہو وہ کیفیات نہیں سمجھ سکتا جب تک علم کیفیات اس پر نہ کھلے اگر استدلال سے کسی نے مان لیا تو علم ناقص ہوگا لہذا ضرورت

ہے شیخ کی خدمت میں رہ کر حاصل کرے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بیعت کے بعد بھی کچھ عرصہ حضرت سید ولی محمد شاہ قدس اللہ تحصیل علم میں مشغول رہے یہ وہ وقت تھا جب مولانا محمد یارؒ کا انتقال ہو چکا تھا آپ ان کے برادر عزیز مولانا کرم دین صاحبؒ کو پیر شاہ لے آئے خود بھی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور طالب علموں کا بھی سلسلہ جاری و ساری رکھا۔

ایسے میں ایک مرتبہ حضرت مخدوم شاہ ولایت سید علی احمد گیلانیؒ نے فرمایا ''ولی شاہ'' کچھ پڑھتے ہو آپ نے دست بستہ عرض ''جی حضور'' آپ نے فرمایا اچھی بات ہے! اللہ تمہارے قلب و سینے کو فراخی عطا فرمائے اسی وقت آپ کو اپنے سینے میں سمندر سا موجزن محسوس ہوا جب آپ استاد گرامیؒ کی خدمت میں پہنچے تو بے اختیار وہ سب کچھ سنا دیا جو آپ نے ابھی تک بظاہر پڑھا ہی نہیں تھا استاد کو حیرت ہوئی کہ یہ ابواب تو ابھی میں نے پڑھائے ہی نہیں آپ کو کیسے ازبر ہو گئے پیر و مرشدؒ کو جب معلوم ہوا تو آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا ''ولی شاہ علوم کیفیات سے دور یشی کا سفر کر رہے ہیں لیکن اسباب ظاہری کی رعایت ضروری ہے'' اس سے اندازہ ہوتا ہے پیر روشن ضمیر کی نگاہ عنایت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم لدنی کے امر میں خاص امتیاز بخشا تھا آپ کے کلام کو سمجھنے کے لیے دانشوروں اور علماء کو اپنا پورا دماغ نچوڑنا پڑتا ہے۔

آپ بلاشبہ حضرت پیران پیر غوث الاعظمؒ کے کمالات روحانی کے وارث اور فیضان ظاہری و باطنی کے امین تھے اور علوم و معارف کے افق پر نیر اعظم کی مانند درخشاں تھے جس کی ضیاباریوں سے ہر قلب اپنے ظرف اور استعداد کے مطابق فیض یاب ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ برسر مجلس کسی شخص نے سوال کیا ''حضور ! اولیاء کو یہ مشاہدہ کیسے ہو جاتا ہے کہ کس وقت کہاں کیا ہو رہا ہے۔

جیسے یہ کہ دیوار کے پیچھے کیا ہے؟ یا میرا فلاں مرید کیا کر رہا ہے آپ نے فرمایا ''اولیاء کو امور غیبی کا معلوم ہو جانا مشاہدہ نہیں مکاشفہ کہلاتا ہے مشاہدے کا لغوی معنی معائنہ کرنا یا دیکھنا ہے اور یہ ظاہری بصارت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے (یا اخص الخواص عارفین کو نصیب ہوتا ہے) جیسے میں نے طلوع آفتاب کے منظر کا مشاہدہ کیا ہے

جبکہ مکاشفہ سے کشف باطن مراد ہے عارف کے دل کی آنکھ سے باطنی اسرار و رموز کے پردے اٹھا دیئے جاتے ہیں اور امور غیبی سے آگاہی بخشی دی جاتی ہے۔اب رہا یہ سوال کہ یہ کیسے ہوتا ہے تو مشاہدے یا مکاشفہ کی منزل تک پہنچنے کا راستہ عشق الٰہی اور مجاہدہ ہے۔ سالک طریقت جب مجاہدے کے ذریعے قرب خداوندی کے راستے پر گامزن ہوتا ہے اور مخلوق سے کنارا کش ہو جاتا ہے یاد الٰہی میں مستغرق ہو جاتا ہے اور تزکیہ نفس تصفیہ و تطہیر قلب کے مراحل سے گزر کر رذائل باطنی سے چھٹکارا حاصل کر لیتا ہے تو اس کا قلب صیقل ہو جاتا ہے اور اس میں محبت الٰہی کے انوار و تجلیات کا ورد ہونے لگتا ہے سینہ انوار الٰہی کا گنجینہ بن جاتا ہے۔ایسے میں اس پر باطنی حجابات اٹھا دیے جاتے ہیں تو پھر عارف سالک آسمان عرش عظیم تک اور زیر زمین تحت الثریٰ تک باطن کی آنکھ سے عیاں دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ''عطائی'' طاقتِ بصیرت عطا فرما دیتا ہے جس کی وجہ سے اس کے لیے پردے اٹھ جاتے ہیں اور وہ پردہ غیب میں مخفی اشیاء کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے اس لیے حدیث شریف میں وارد ہوتا ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔

آپ نے اس کی وضاحت یوں بھی فرمائی کہ جیسے ایک ماہر علم نجوم اپنے حساب کے ذریعے پیش گوئی کرتا ہے کہ آج یا فلاں دن سورج گرہن ہو گا یا چاند گرہن ہو گا لیکن اس علم سے نا آشنا پیش گوئی نہیں کر سکتا یہی مثال انسان کی ہے کہ مرشد کامل پہلے اس کو شیاطین کے دام سے رہائی دیتا ہے اس کے باطن کو صاف کرتا ہے پھر آہستہ آہستہ اس کو خدا کی بارگاہ میں پہنچاتا ہے۔ایسے میں آپ نے ایک تجربے کے ذریعے اس بات کو ثابت کیا۔آپ نے دوسروں سے پوشیدہ رکھ کر اپنے رومال کے نیچے کچھ چیزیں جیسے قلم، کنگھی اور تسبیح وغیرہ رکھ دیں اور فرمایا'' یہ میرا مجاہدہ ہے۔۔۔۔۔علم تو حاصل ہو گیا ہے کہ رومال کے نیچے کچھ ہے۔۔۔لیکن اب مشاہدہ کیسے ہو کہ رومال کے نیچے کیا ہے؟

پھر ایک مرید کو بلا کر رومال کا کنارا اٹھایا اور فرمایا'' دیکھو! نیچے کیا ہے؟''

جب اس نے دیکھ لیا تو آپ نے حاضرین سے پوچھا'' اب تم لوگ بتاؤ کہ اس رومال کے نیچے کیا ہے؟

حاضرین نے جواب دیا ہم جواب دینے سے قاصر ہیں کیونکہ انہیں یہ علم نہیں تھا

کہ رومال کے نیچے کیا ہے۔ ان کی نظریں تو بس رومال کو دیکھ رہی تھیں چنانچہ انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا "جن شخص کو میں نے یہ چیزیں دکھائی ہیں اس نے مشاہدہ کرلیا ہے اب میں اس سے سوال کروں گا کہ اس رومال کے نیچے کیا ہے؟ مرید نے رومال کے نیچے چھپی چیزوں کے نام بتادیئے آپ نے رومال اٹھالیا اس نے ٹھیک بتایا کیونکہ اس پر سے پردے اٹھائے جا چکے تھے اور یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا بالکل اسی طرح خدا تعالیٰ اپنے مردان پاکباز کو یہ طاقت کشف عطا فرمادیتا ہے کہ وہ عالم اسرار کو عیاں دیکھے یہ سلسلہ "عطائی" ہے اور عارف پر ہی یہ راز افشا ہوتے ہیں۔

حضرت نظام الدین اولیاء کے بقول

"جو شخص راہ محبت اور معرفت میں کامل ہے اس سے ظاہر باطن میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں اور نہ ہی پوشیدہ رہتی ہے"

فرمایا" رضائے الٰہی میں راضی رہنا اور ماسوااللہ سے کنارا کش ہو جانا اس سلسلے میں حضرت محبوب الٰہی کا ارشاد ہے کہ صوفی چار چیزوں کو دور رکھتا ہے اول دنیا دوم یہ کہ ذکر الٰہی کے علاوہ کوئی بات نہیں کرتا سوم غیر کی طرف نظر نہیں کرتا اور چہارم یہ کہ طہارت القلب من حب الدنیا یعنی جب دنیا سے دل کو پاک کر دیتا ہے پھر جب آئینہ دل پر سے حب دینا کا رنگ دور کر کے اللہ رب العزت سے موافقت کرے گا تو غیر درمیان سے اٹھ جائے گا اور اللہ تعالیٰ سے یگانہ ہو جائے گا اور مخلوق سے بیگانہ یہ وہ مقام ہے جہاں وہ اس حدیث قدسی کی حقیقت کو پالیتا ہے کہ

بی یبصر و ا و بی یبصر و ا و لیسمع و بی ینطق

مجھی سے دیکھتا ہے مجھی سے سنتا ہے اور مجھی سے بولتا ہے جب ان مقامات پر پہنچتا ہے تو مجاہدے اور مکاشفے کی لذت حاصل ہوتی ہے۔

کسی نے سوال کیا" حضور" ! مقام لاہوت سے کیا مراد ہے؟

فرمایا ! مقام "لاہوت" وہ منصب ولایت ہے جہاں سالک کو فنافی اللہ کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔

پوچھا گیا ! ہم دیکھتے ہیں کہ دوران محفل سماع کسی پر اچانک وجد طاری ہو جاتا

ہے "حضور اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔

فرمایا! ہم تو یہ جانتے ہیں کہ جو وجد مشاہدے سے خالی ہو وہ وجد نہیں کذب ہے دروغ ہے۔

آپ کے ایک مرید نے آپ کی ایک عظیم الشان کرامت کا ذکر کیا۔ فرماتے ہیں کہ ایک شخص آپ کی خدمت اقدس میں مسجد میں حاضر ہوا اور عرض کی یا سیدی! حفظ قرآن کا اشتیاق رکھتا ہوں دعا فرمائیے کہ اللہ رب العزت مجھے اتنی قلبی وسعت عطا فرمائے کہ میں اس کے کلام برحق کو اپنے حافظے میں سمو سکوں" آپؒ نے یک نظر توجہ سے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا "مسجد کے اس کونے میں چادر لپیٹ کر بیٹھ جاؤ۔ شام تک وہاں سے نہیں اٹھنا نہ ہی کسی سے بات چیت کرنا" اللہ اکبر شام کو جب وہ اٹھا تو اللہ جل شانہ کے فضل وکرم اور ولی وقت کی نگاہ التفات سے اس کا سینہ روشن ہو چکا تھا جو چیز ایک مرتبہ پڑھ لیتا فوراً یاد ہو جاتی۔

ایک مرتبہ دوران محفل ایک شخص نے سوال کا کہ "حضور مرشد کیا ہے؟"

آپ نے سورۃ المائدہ کی یہ آیت پڑھی۔

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں مجاہدہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ پس کوئی صالح مرد ولی اللہ کامل مکمل تلاش کر کے دستِ بیعت کریں کیونکہ صراط مستقیم حاصل ہو جائے یعنی ایسے کامل شخص کو تلاش کر جس کی زیارت سے خدا نظروں میں سما جائے اور دل پر غالب ہو جائے دل سے شیطانی خیالات دور ہو جائیں اور دل کو سکون و راحت محسوس ہو مرشد وہ ہوتا ہے جو مالک حقیقی اور انسان کے درمیان مسافت کم کر دے۔

گلے خوشبوئے در حمام روزے رسید از دست محبوب بدستم
بدو گفتہ کہ مشکی یا عنبری کہ از بوئے دل آویزے تو ستم
بگفتہ من گلے ناچیز بودم ولیکن مدت با گل نشتم
کمال ہمیشن درمن اکثور کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

ان اشعار سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ کمال والوں کی صحبت بھی انسان کو صاحب

کمال بنا دیتی ہے جیسے مٹی کچھ مدت پھولوں کی صحبت میں رہی تو اس سے بھی خوشبو آنے لگی جو انسان عرفان اور گیان کا طالب ہے وہ کسی عارف یا صاحب عرفان کی خدمت میں باادب ہو تو اسے بھی جامِ عرفان سے سرشار کر دیا جاتا ہے۔

ہر کہ خدمت کردا او مخدوم شد
ہر کہ نخوت کردا او محروم شد

**لادین لمن لاشیخ له ومن لا شیخ له فهو شیطان**

محبِ صادق کو ہمہ وقت محبوب کی راہ اور رضائے الٰہی کی تلاش ہوتی ہے لہٰذا مردانِ خدا رضائے خداوندی کے لیے ہر شے سے قطع تعلق کر لیتے ہیں اور مسجدوں، ویران مقامات اور قبرستان میں سکونت اختیار کر لیتے ہیں اور بزمِ الست سے دارِ فنا اور دارِ فنا سے جلوہ گاہِ حشر تک اُنھی کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔

پھر فرماتے وہ مخلوق میں رہ کر بھی خالق سے غافل نہیں رہتے اگر ایک لحہ بھی یادِ خداوندی سے رہ جائیں تو افسوس کرتے ہیں کہ ہم تو مردے ہیں اگر ہم میں زندگی کی ذرہ بھر بھی رمق ہوتی تو یادِ الٰہی ہم سے فوت نہ ہوتی گویا کہ

وقت جو تیری یاد میں گزرے
زندگی میں شمار ہوتا ہے

## مصطفائے مصطفےٰ

مذہب اسلام اور کفر میں فرق صرف اور صرف آقائے دو جہان سرورکون ومکاں حضرت اقدس واکمل ﷺ کی ذات گرامی ہے سابقہ مذاہب میں خدا پرستی تو بے شک تھی لیکن خداشناسی نہ تھی آنحضرت ﷺ خداشناسی کرتے ہیں حق پسندوں کو جان حق بناتے ہیں۔ تخلقو باخلاق الله تعالی اور قلوب المومنین عرش اللہ تعالی سے سرفراز کرتے ہیں۔ قیامت تک روئے زمین پر خداوندی عزوجل کی کامل معرفت اور اس پر ایمان کا ایک اور صرف ذریعہ ہے اور وہ حضرت سید الانبیاء المرسلین ﷺ کی ذات گرامی ہے۔

اس دنیا میں آنے والا ہر انسان جب اپنے وجود اور اس بے کراں کائنات کے ان گنت مظاہر پر غور وفکر کے عمل سے گزرتا ہے تو آخر کار وہ یہ دریافت کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے کہ کوئی ذات ضرور موجود ہے جس نے کون ومکاں کا نظام سنبھال رکھا ہے جوارض و سما کا حکمراں ہے اور اپنی بے پناہ حکمت اور دانائی سے اس نظام کائنات کو چلا رہا ہے اور حکم فرماتا ہے۔

جب انسان تسلیم کے اس مرحلے سے گزرتا ہے تو ذات مطلق کے عرفان اور قرب کی خواہش اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے ایسے میں سب سے بڑی حقیقت جو اس پر آشکار ہوتی ہے وہ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات والا صفات ہے۔

''اسرار من رانی'' کا کشف بھی یہی ہے کہ جس نے آپ ﷺ کو دیکھ لیا اس نے خدا کو دیکھ لیا آپ ﷺ کا قرب دراصل قرب خداوندی ہے اور آپ سے تعلق درحقیقت اللہ رب العزت سے تعلق ہے سوچنے کی بات یہ ہے کہ آپ ﷺ ہم پر کرم نہ فرماتے۔ ہمیں ذات خداوندی کے اسرار سے آگاہ نہ کرتے تو کیا ہمیں معلوم ہو پاتا کہ خداوندی کیا ہے خالق وفاطر کسے کہتے ہیں؟

خود باری تعالیٰ نے بھی اک حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے کہ اس بیکراں کائنات جس کے ان گنت بے کنار وسعت تک تصور کی آنکھ بھی نہیں پہنچ سکتی کی تخلیق کا باعث صرف اور صرف آپ ﷺ کی ذات اقدس ہے ارشاد ہوتا ہے۔

**لولاک لما خلقت الافلاک**

کہ اے محبوب یہ ارض وسمایہ کائنات اور اس کی تمام رعنائیاں سارے مظاہر چاند' ستارے' سورج' پہاڑ' میدان صحرا' سمندر' بیابیاں' بادل' چرند' پرند' انسان' جنتیں اور اس کی تمام نعمتیں سب آپ ﷺ اور صرف آپ ﷺ ہی کے لیے بنائی ہیں حتیٰ کہ اظہار ربوبیت بھی آپ ﷺ ہی کی خاطر ہے بس میرا بننے کے لیے ناگزیر ہے کہ آپ ﷺ کی خوشنودی حاصل کی جائے آپ ﷺ کو راضی کیا جائے میں ان سے راضی ہو جاؤں گا اور ان کو اپنا محبوب بنالوں گا اور جو خدا کا محبوب ہو گیا اسے اور کیا چاہیے۔

ثابت ہوا کہ جو اللہ جل شانہ کی محبت کا دعوے دار ہے اس کے لیے ناگزیر ہے کہ وہ تمام رشتوں تمام تعلقات سے بڑھ کر آپ ﷺ کو محبوب رکھے انسانیت پر آپ کے احسانات کا تقاضا ہے کہ ہر چیز سے بڑھ کر آپ ﷺ سے محبت کی جائے کہ آپ ﷺ سے محبت ایمان اصل ایمان ہے قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے۔

''نبی اکرم ﷺ مومنوں کے لیے ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔

ایمان کی تکمیل آپ ﷺ کی محبت کے بغیر ممکن نہیں کیونکہ عمل میں محبت اور سپردگی کی کارفرمائی نہ ہو وہ عمل کو کھوکھلا ناخالص اور بے توفیق ہوتا ہے اس لیے حدیث مبارکہ میں وارد ہوتا ہے:

تم میں سے کوئی اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اپنے آباد اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

پھر ارشاد ہے۔

تم میں سے کوئی اس وقت تک ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہشات ان احکام کے تابع نہ ہو جائیں جو میں لایا ہوں۔

ان سے یہ معلوم ہوا کہ خدا کا بننے کے لیے ناگزیر ہے کہ بندہ محمد ﷺ کا بن جائے آپ ﷺ کی محبت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اپ ﷺ کے احکامات دل سے تسلیم کرے اور اپنی زندگی آپؐ کی کامل اتباع اور پیروی میں گزارے حتیٰ کہ بندہ مومن آپ ﷺ کی محبت کو برقرار رکھے ایمان کے تقاضے اتباع و طاعت کی عملی شکل سے ہی پورے ہوتے ہیں دراصل ایمان یہی ہے کہ دل میں عشق مصطفےٰ ﷺ کی آگ فروزاں ہو اور سینہ

حب رسول ﷺ سے سرشار ہو اور اس کی محبت کی عملی شکل یہ ہے کہ انسان اپنے جذبات و احساسات پسند و ناپسند کو آپ ﷺ کی مرضی کے مطابق ڈھالے حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص ایسا نہیں کرتا تو گویا وہ ایمان کی لذت سے ناواقف ہے۔

علامہ اقبال نے کم وبیش اس مضمون کو شعری قالب میں ڈھال دیا۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ھمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

دور سعادت کے مومنوں کی سیرت پڑھیے تو ایسے ایسے کردار سامنے آتے ہیں جنہیں عشق رسول ﷺ کے دعوے کا پاس تھا اور جن کے قلب و روح ذات مصطفیٰ ﷺ ہی کی الفت و عقیدت کی تپش سے گرماتے تھے آپ ﷺ کا روئے اقدس ان کا کعبہ ایمان تھا اور آپ ﷺ ہی کا تعلق ان کو اپنے ہر تعلق سے بڑھ کر عزیز تھا۔

نتیجتاً ان کی ذاتی مصروفیات میں اخلاق و کردار رفتار و گفتار غرض ہر ہر ساعت حیات میں آپ ﷺ ہی کی عادات و اطوار افعال و اعمال اور سیرت و کردار کی جھلک ملتی ہے ان میں مولائے علی المرتضیٰ تھے جنہیں ید اللہی کا شرف حاصل تھا۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے جو سخاوت میں یکتا تھے ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے جن کی عظمت و صداقت تمام عالم پر عیاں ہے عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے جن کا عدل بے نظیر تھا بلال رضی اللہ عنہ جو عشاق کے امام تھے غرضیکہ ہر ہر صاحب سعادت کا گرم خون اسلام کے باغ کو سینچنے میں کام آیا جو رسول اللہ ﷺ نے لگایا تھا ان کے سینوں میں آپ ﷺ کی دیوانہ وار الفت و عقیدت کا وہ طوفان بپا تھا جس کی قوت سے بہرہ ور ہونے کے بعد ان کا یہ عالم تھا کہ وہ کفر و طاغوت کی طاقتوں سے ٹکرا جاتے تھے اور اپنے محبوب ﷺ کے دین کی ناموس کی خاطر دشمنوں سے لڑتے لڑتے اپنی جان کے نذرانے پیش کرتے تھے۔ جن کو قرآن آشداء علے الکفار اور لایخافون لومتہ لائم کے ایمان پرور اور مقدس الفاظ سے یاد کرتا ہے پھر ان کو مردہ کہنے سے بھی منع فرمادیا اور ان کے متعلق بتایا گیا کہ وہ اپنے رب کی طرف سے رزق پا رہے ہیں اور اس پر خوشیاں منا رہے ہیں ان کے لیے اجر عظیم جنتوں اور بہترین ثواب کا وعدہ ہے۔

پھر وہ اہل ایمان لائے جنہوں نے بہ ظاہر حضور اقدس ﷺ کا عہد مبارک نہیں دیکھا لیکن پھر بھی ان کے دلوں پر آپ ﷺ کی عظمت و رفعت اور تکریم و تقدس کا نقش ثبت

تھا یہ مومنین آقائے دو جہاں سے رشتہ ادب و تعظیم میں منسلک تھے انہوں نے اسوہ رسول ﷺ برحق کو مشعل راہ سمجھا اور یہی وجہ ہے کہ ان کے ہر ہر عمل کے پیچھے ان کی رسول خدا ﷺ سے دلی چاہت اطاعت میں مکمل سپردگی اور قلبی میلان کا اظہار ہوتا ہے۔

ان کی نظر ایک طرف تو حضور سرور کونین ﷺ کی محبوبانہ شان و عظمت و روحانی جلالت و شوکت اور رفعت و نکہت کے اس علو پر تھی جس کے پھریرے اقلیم عرش و فرش پر پیہم لہرا رہے ہیں تو دوسری طرف آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے فکری علمی عملی عظمت و تقدس کے وہ پہلو بھی انہی کے پیش نظر تھے۔ جن سے دنیائے علم و عمل جگمگا رہی ہے لہذا انہوں آپ ﷺ کی ہمہ جہت اور جامع سوانح و سیرت اور اسوۂ حسنہ سے روشنی لے کر اپنی زندگی کو انہی خطوط پر استوار کیا اور حضور ﷺ کی محبت میں سرشار ہو کر حتی المقدور آپ ﷺ کے پیغمبرانہ روحانی امتیازات اور کمالات آپ ﷺ کے حسن ظاہر، شخصیت سیرت و سنت اور معجزانہ محاسن اسور محامہ کا وہ جامع تصور عوام الناس میں متعارف کروای جس نے ایک طرف تو ذات مصطفی ﷺ سے عملی و تعلیماتی تعلق و نسبت کو فروغ دیا اور دوسری طرف آپ ﷺ سے قلبی محبت وجدانی اتصال والہانہ عقیدت اور روحانی عقیدت اور روحانی عشق کی ضرورت پر زور دیا اس تصور نے نظروں اور عقلوں کو مطمئن کیا اھل ظاہر کو آسودگی بخشی اور اہل دل کے قلوب و ارواح کو بھی سیراب کیا۔

نتیجتاً اہل ایمان آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں اپنے عمل کی اصلاح اور اخلاق و کردار کی تطہیر کرنے لگے غرضیکہ ان کی زندگیاں بھی آپ ﷺ کی سیرت طیبہ اور تعلیمات مقدسہ کے آفاقی سانچوں میں ڈھلتی چلی گئیں۔

اے خاور حجاز کے رخشندہ آفتاب
صبح ازل ہے تیری تجلی سے فیض یاب

یہ متوازن اور جامع تصور اجاگر کرنے والے تابعین تھے تبع تابعین اولیاء مجددین وملت تھے اقطاب واغیاث تھے شیوخ و مخدوم تھے شب زندہ دار تھے غرض وہ نفوس قدسیہ تھے جنہوں نے اپنی تمام زندگیاں حضور ﷺ کی شخصیت اور عظمت و تکریم اور ہر ہر عمل اور ہر ہر ادا کے فہم میں گزاریں اور اپنے آپ کو اتباع و سوزش الفت مصطفی ﷺ کی بھٹی میں سے گزارتے ہوئے ہر ہر قدم پر وہ انمٹ نقوش ثبت کیے جو قدسیان فلک کے لیے باعث

رشک ہیں اور بلاشبہ محشر تک کوئی بھی محب اپنے محبوب کی رضا کے لیے عظمت انسانیت کی لوح جبیں پر عالم عشق و محبت میں ایسی مثالیں رقم نہیں کرسکتا۔

جو رکے تو کوہِ گراں تھے ہم جو چلے تو جاں سے گزر گئے
رہ یار ہم نے قدم قدم تجھے یادگار بنادیا

صوفیاء و مشائخ کرام کی انہی عظیم اور بے مثال روایات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ہر دور میں اہل ایمان اپنے جگر سے عشق و محبت کے وہی تیر پار کرتے ہیں جیسے پہلے ادوار میں اولیاء کرام نے کیے اور بلاشبہ عہد حاضر میں ان نفوس قدسیہ کی بہترین و جامع مثال سلطان العصر شیخ المشائخ واقف اسرار حقیقت و طریقت حضرت سید ولی محمد شاہ قدس اللہ سرہ العزیز کی ذات ولا صفات تھی۔

ولیؒ کی انتہا ہے کیا نہ پوچھو
صفاتِ مصطفیٰ ﷺ سے بہرہ ور ہے (سید انوار گیلانی)

قطب ہندوستان شہنشاہ دہر حضرت سید ولی محمد شاہ قدس اللہ سرہ العزیز حضور اقدس ﷺ سے ایسی محبت رکھتے تھے جو اعلیٰ پائے کے اولیاء و عارفین کو ہی نصیب ہوتی ہے آپؒ جہاں کہیں بھی ہوتے دل ان ﷺ کی حضوری میں ہوتا آپؒ کردار و گفتار میں سیرت محبوب کبریا کا عکس جمیل تھے آپؒ کی عبادات اور عادات واطوار غرض ہر فعل عین نبی پاک صاحب لولاک ﷺ کی سنت مبارکہ کے عین مطابق ہوتا عشق رسول ﷺ میں آپؒ کو فنا کا اعلیٰ ترین درجہ حاصل تھا۔

جب بھی حضور اقدس رحمت اللعالمین ﷺ کا تذکرہ ہوتا آپؒ کی آنکھیں اشک بار ہو جاتی فرماتے کہ جب تک حضور ﷺ سے خاص قلبی عشق اور جذباتی لگاؤ دل میں پیدا نہیں ہو جاتا ایمان کی حیثیت جاہلیت سے کچھ مختلف نہیں۔ آپؒ صوفیا و عارفین کے اس تجزیے سے متفق تھے کہ حضور اکرم ﷺ ایک ایسا بحر بیکراں تھے کہ اگر اس کا ایک قطرہ بھی باہر آجاتا تو کل کائنات اس میں غرق ہو جاتی آپؒ کے نزدیک حقیقت کی تجلیٰ کا عنوان رسول پاک ﷺ ہی کی ذات گرامی ہے آپ ﷺ ہی کی ذات تمام ظاہر و باطن کے کمالات اور خصوصیات کی جامع ہے اور حقیقت و مجاز کے تمام محاسن اور مظاہر کا سرچشمہ ہے آپ ﷺ بزم کن میں حامد و محمود اور مکاں میں جلوۂ مستور و مشہود کی صورت میں جلوہ گر ہیں۔

حضرت سید ولی محمد شاہ قدس کے نزدیک اگرانہیں کوئی نگاہ عشق و مستی سے دیکھے تو وہی اول اور آخر دکھائی دیتے ہیں گویا۔

دل ہے تو احساس ہے تو آنکھ تو بینائی تو
تو دکھائی دے رہا ہے دیکھتا کوئی نہیں

اسی لیے جب آپؒ کے سامنے مولائے رومؒ کا یہ شعر پڑھا گیا

گر نبود نور حق اندروجود      آبِ گل را کے کند ملک سجود

تو شاہ صاحبؒ نے فرمایا

گر نبود نورِ مصطفیٰ اندر وجود      آبِ وگل را کے کند ملک سجود

امام اہلسنت احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ اپنے رسالہ جذل الصفا تعبداً لمصطفیٰ میں فرماتے ہیں "اے مسکین! عبداللہ بمعنی خلقی خدا و ملک خدا تو ہر مومن و کافر ہے مومن وہی ہے جو "عبدالمصطفی" ہے امام الاولیاء مرجع العلماء حضرت سیدنا سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں من لم یر نفسه فی ملک النبی ﷺ لایذوق حلاوة الایمان جو اپنے آپ کو نبی محترم ﷺ کا مملوک نہ جانے ایمان کا مزہ نہ چکھے گا۔

آخر نہ دیکھا جب اللہ عزوجل نے محمد ﷺ کا نور سیدنا آدم علیہ السلام کی پیشانی میں ودیعت رکھا اور اسی نور کی تعظیم کے لیے تمام ملائکہ علیہم السلام کو سجدہ کا حکم دیا سب نے سجدہ کیا ابلیس لعین نے نہ کیا۔ کیا وہ اس وقت عبداللہ ہونے سے نکل گیا اللہ کا مخلوق اللہ کا مملوک نہ رہا؟ حاشا یہ تو ناممکن ہے بلکہ نور مصطفیٰ ﷺ کی تعظیم کو نہ جھکا۔ عبدالمصطفی نہ بنا لہذا مردود ابدی و ملعون سرمدی ہوا۔ آدمی کو اختیار ہے چاہے عبدالمصطفے ﷺ ہے اور ملائکہ مقربین کا ساتھ ہو یا اس سے انکار کرے اور ابلیس لعین کا ساتھ دے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کم سنی سے ہی اللہ رب العزت نے عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور لازوال آپ کے قلب میں جاگزیں فرما دیا تھا۔ تاریخ گواہ ہے کہ ہوش سنبھالنے سے تا دم وصال آپؒ نے زندگی کے کسی بھی حصے میں رسول اللہ کے اسوہ حسنہ سے گریز نہیں فرمایا۔ اگرچہ آپؒ کا جسم اطاعت سنت مصطفیٰ میں ریزہ ریزہ ہو گیا تھا۔ لیکن کوئی بھی رکاوٹ امی لقبؐ کے فیض بے اندازہ کے راستے میں حائل نہیں ہو سکی تھی۔ آپؒ کا قلب ہمہ وقت گنبد خضریٰ کی تجلیات سے منور رہتا اور آپؒ کی آنکھوں میں عشق رسالت مآب ﷺ کے

چراغ جلتے رہتے شب وروز ہر ہر ساعت ہجر مصطفےٰ ﷺ میں گزرتی اور ہر نئے دن کا سورج اورنئی شام کا چاند آپؒ کے لیے حضوری کا پیامی بن کر طلوع ہوتا حقیقت تو یہ ہے کہ مئے عشق رسول ﷺ کا پورے کا پورا میخانہ آپؒ کے تصرف میں تھا جس سے آپؒ تشنگان مئے معرفت کو سیراب کرتے اور یوں اطاعت واتباع مصطفیٰ ﷺ کا درس دے کر آپؒ نے قعر مذلت میں پڑے ہوئے بے شمار لوگوں کے قابل رشک بنادیا یہ وہ وقت تھا جبکہ گلستان دھر میں خاک اڑ رہی تھی اور ہر طرف ظلمتِ شب کا شور برپا تھا خناس اور شیاطین مکر و خباثت کے جال بننے میں مصروف تھے اسلام جنگ گاہ حق و باطل میں اپنی بقا کی جنگ لڑ رہا تھا جبکہ قرآن وسنت سے عملی تعلق منقطع ہو جانے کے باعث مسلمہ عقائد اسلام اور اسلاف کے تعامل و معمولات مٹنا شروع ہو گئے تھے مسلمان حضور ﷺ کی تعلیمات کو بھول رہے تھے اور سوچوں کے نگر میں صنم خانے آباد ہو چکے تھے غرض اسلامی روحانی اقدار کی مخالفت کے باعث ملی شیرازہ کچھ اس طرح منتشر ہو چکا تھا کہ پوری امت گروہ در گروہ بٹ کر رہ گئی تھی۔

ایسے وقت میں آپؒ کے حجرے سے عشق رسالت مآب ﷺ کا ماہتاب چمکا اور جن جن وادیوں میں اندھیروں کا راج تھا وہ پھر سے عظمت مصطفےٰ ﷺ کے نور سے جگمگا اٹھیں آپؒ کے قلب نے جو نور مصطفےٰ ﷺ کے نقش کفِ پا کی تجلیات سے منور تھا خلق خدا کے لیے شمع عرفان کا کام دیا بھٹکے ہوئے لوگ راہیں پانے لگے آپؒ نے علی الاعلان اپنے قول و فعل سے یہی پیغام دیا کہ نبی محترم ﷺ کی تعلیمات اور اسوۂ حسنہ کو مشعلِ راہ بناؤ یہی صراط مستقیم ہے اور یہی راہ نجات ہے۔

الفت احمد مختار ہے مذہب میرا    یہ نہیں ہے تو میرے واسطے دنیا ہے نہ دین

بلاشبہ یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ پیر شاہ کے ذرے ذرے کو اپنی رُوحانیت کی تابانیوں سے جگمگانے والی حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ العزیز کی ذات والا صفات ہے۔ آپؒ کے فیوض و برکات سے ایک دنیا مستفیض تھی آپؒ نے جب حق و صداقت پرچم بلند کیا تو پیر شاہ اور اس کے گرد وپیش کے مضافات ہی کیا برصغیر پاک وہند کا چپہ چپہ گونج اٹھا یہ آپ کا تصرف روحانی تھا یہاں کے باشندوں کے دل و دماغ میں زندگی کی نئی تڑپ وجود میں آئی اور لوگ جوق در جوق گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکل کر علم وحکمت اور شریعت وطریقت کی روشنی میں آ کر اپنے اخلاق و کردار کی تطہیر کرنے لگے یہ آپؒ کے اخلاق و کردار کی عظمت تھی جن کی وجہ سے بڑے بڑے منکر آپؒ کے سامنے حد درجہ مودب و

مبہوت بیٹھے دیکھا گیا لیکن مرحبا اے مرد قلندر کہ نہ تو کبھی آپ میں کبھی تکبر کے آثار دیکھے اور نہ ہی کبھی احساس برتری کی بو محسوس کی گئی۔

آپؒ اکثر دنیا و مافیہا سے بے نیاز تنہا بیٹھے عشق و مستی میں سرشار حضور اقدس شہنشاہ انس و جان ﷺ کے دربار گہر بار میں درودوں کے گجرے اور سلاموں کی ڈالیاں پیش کرتے رہتے تھے۔

شرق اور غرب کے پیالوں میں
حسن تیرا چھلکتا رہتا ہے
دل ہے میرا یہ میرے سینے میں
یا تیرا غم دھڑکتا رہتا ہے

ایسے میں حضور سرور کونین ﷺ کی ردائے رحمت آپ کو اپنے دامن کی خنک چھاؤں میں سمیٹ لیتی۔

کسی عورت نے سنا ہوا تھا کہ اولیاء اللہ کے پیچھے اگر درود شریف پڑھا جائے تو انہیں فوراً محسوس ہو جاتا ہے کیونکہ قدرتی طور پر وہ اسے بے ادبی اور گستاخی تصور کرتے ہیں لہذا اس نے آزمائش کے لیے اک مرتبہ جب آپ وضو کر رہے تھے اس نے درود پاک پڑھنے کا ارادہ کیا ابھی اس نے "اللھم" ہی کہا تھا کہ حضرت صاحبؒ نے سمت بدل کر اپنا رخ اس کی طرف کر لیا اور روحانی جلال میں فرمایا "فقیروں کو آزمانا نہیں چاہیے کبھی بندہ زیر عتاب بھی آ جاتا ہے۔"

اولیاء کرام کی راہ میں مقام وراہ کے نشیب و فراز قیام و سفر یا در و دیوار و بعد مکانی حائل نہیں ہو سکتے آپؒ بعض اوقات جام سکر سے مخمور شوقِ دیدار اور خیال سرکار ﷺ کا زادِ سفر لے کر پئے منزل روانہ ہو جاتے ایسے میں آنکھیں بند کر کے فرماتے۔

"لو بھئی ھن اساں تے مدینے چلے آں"

مدینے کی بات پر ضبط کا بندھن ٹوٹ جاتا سیل اشک بہہ نکلتا ہر موئے بدن حرف سپاس بن جاتا اور کیف حضوری میں ڈوب جاتے اور مسرت کا اظہار فرماتے رسول اللہ ﷺ سے آپؒ کی عقیدت و محبت کا یہ عالم تھا کہ دوران نماز سرکار ﷺ کا اسم مبارک آتا

تو آپ انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگا لیتے۔

وہی حق ہے اور وہی حق نما وہی قبلہ' قبلہ نما وہی
دم سجدہ پیش نظر وہی وہ جھلک رہا ہے نماز میں

حضرت سید ولی محمد شاہ قدس اللہ سرہ العزیز کی طبیعت میں اس قدر سوز و گداز تھا کہ ان کے سامنے جب کبھی حضور اقدس سید الانبیاء محبوب کبریا ﷺ کا ذکر خیر ہوتا تو بے تاب ہو جاتے آپ حب رسول ﷺ میں اس قدر سرشار تھے کہ حضور اقدس ﷺ کا اسم پاک سن کر دیر تک روتے رہتے اگر کسی وقت آپ سرکار ﷺ کی سیرت پاک کے عنوان پر گفتگو فرماتے تو ایسی عام فہم سیر حاصل اور شگفتہ بحث کرتے کہ ہر موافق و مخالف بھی گرویدہ ہو جاتا اگر آپ کے سامنے کوئی محمد کہتا اور ﷺ نہ کہتا تو آپ کو بڑی تکلیف ہوتی اور اسے محفل سے نکال دیتے۔

حضرت قبلہ والا مرتبت کا زیادہ تر وقت محفل میلاد شریف میں گزرتا تھا آپ محفل میلاد پاک منانے والوں پر بڑے مہربان تھے جب بھی کسی محفل میں تشریف لے جاتے ختم پاک کے بعد منتظمین کو مبارک باد دیتے یہ وہ ہستیاں ہیں جنہیں صاحب محفل کی تشریف آوری کا علم ہوتا ہے لہذا وہ محفل عام لوگوں کے لیے صرف محفل ہوتی ہے لیکن ان ہستیوں کے لیے محفل حضوری ﷺ ہوتی ہے گنبد خضریٰ کی ٹھنڈی چھاؤں ان پر سائیہ فگن ہوتی ہے اور رحمتِ خداوندی چھلک چھلک پڑتی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ جہاں بھی تشریف لے جاتے وہاں خوب رونق اور چہل پہل دکھائی دیتی جشن کا سماں ہوتا کیوں نہ ہوتا۔ کہ حبیب کبریا ﷺ کی آج آمد آمد ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ حضور ﷺ کی آمد کی خوشی میں جشن منانا ہم سب پر لازم ہے اور عبادت با سعادت ہے آپ محفل میں تشریف لے جاتے تو ہر طرف خاموشی چھائی جاتی۔ ایسے میں نعت خواں کے لبوں سے درود شریف کی پر سوز آواز گونجتی الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ و علےٰ آلک واصحابک یا نور اللہ۔ تمام سامعین وجد کی سی کیفیت میں اس عبادت میں مشغول ہو جاتے یوں محسوس ہوتا جیسے آسمان سے زمین تک نور کی بارشیں ہو رہی ہیں کیوں نہ ہو ایک ایسی ہستی پر درود بھیجا جا رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے اور جس کی خاطر کائنات تخلیق ہوئی ہے اور پھر محفل میں محبوب خدا کا

حبیبؐ جلوہ افروز ہے ایسے میں لوگ آپؒ کے چہرے مبارک کی زیارت سے شاد کام ہوتے رہتے اور شان خداوندی کا نظارہ کرتے۔

ایک مرتبہ محفل میلاد میں ظاہر پرست لوگوں نے دیکھا کہ حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہٗ استغفراق کی کیفیت میں ہیں چونکہ چمگادڑ کی آنکھ سے سورج سے نور نہیں لیتی لہٰذا انہوں نے اس رائے کا اظہار کیا کہ ''حضرت شاہ صاحبؒ محفل کے دوران سو رہے ہیں۔

کم نظر بے تابی جانم ندید
آشکارم دید و پنہانم ندید

مقرر نے حاضرین کی اس کیفیت کو سمجھ لیا اور خصوصی طور پر اہم محفل کو مخاطب کر کے یہ شعر پڑھا۔

الٹی چال چلتے ہیں دیوانگانِ عشق
آنکھوں کو بند کرتے ہیں دیدار کے لیے

اور حقیقت بھی یہی ہے جس کو کسی شاعر نے یوں رقم کیا ہے کہ

میں کر رہا تھا ان سے تصور میں گفتگو
دنیا سمجھ رہی تھی کہ نیند آ گئی مجھے

صاحبزادہ سید خورشید گیلانی فرماتے ہیں میں ''سراغ حسن دنیا کے میخانے میں نہیں دل کے پیمانے میں ملتا ہے' میخانے میں ڈوبنے کی نہیں پیمانے میں جھانکنے کی ضرورت ہے' جو دروں بینی سیکھ لے سمجھ لیے اسے جہاں بینی کا ہنر ہاتھ آ گیا ہے۔

دل کے ہر پردے میں ہے تصویرِ یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

اولیاء اللہ آنکھوں کو بند کر کے دل کی طرف مراقبے کو ہی دیدار اور مشاھدے کا ذریعہ سمجھتے ہیں یہ بات اخص الخواص کے لیے ہے نفس کا پابند انسان کثافت کے کیچڑ میں لتھڑا ہوا انسان تو ان لطیف اور قدسی فضاؤں کی ہوا نہیں لے سکتا جو عارف باللہ فنا فی اللہ کے لیے مخصوص ہے ظاہری آنکھ والے تو ان اسرار کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا جہاں اولیاء کے قدم پہنچتے ہیں صوفیاء کا قول ہے کہ ''رحمت کے کرشمے دیکھنی والی آنکھ اکثر پرنم رہتی ہے

سلطان العصر حضرت سید ولی محمد شاہؒ کی چشمان مبارک بھی اکثر و بیشتر پرنم رہتی تھی دیکھنے والے کہتے ہیں کہ آپؒ ہمارے درمیان ہوتے ہیں لیکن درحقیقت نجانے کہاں ہوتے ہیں۔

حضورﷺ کی عطائے خاص سے اولیاء آپﷺ کی نیابت کے فرائض سرانجام دیتے ہیں وہ آپﷺ کے پردۂ رحمت میں ہوتے ہیں محدود لامحدود میں فنا ہو کر لامحدود ہو جاتے ہیں صوفیاء کی زبان میں قطرے کا سفر وصال قلزم کے بعد انا البحر کا بیان ہے اور یہ بیان بیان میں نہیں آسکتا ہے پھر اس کا ظاہر و باطن باحق ہو جاتا ہے پھر وہ وجود کہیں ہوتا ہے اور مصروف کار کہیں اور پھر اس کی پرواز میں مشارق و مغارب کی حدیں بھی حائل نہیں ہوسکتی۔ حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں۔

میں اپنے رب سے تیس برس ہم کلام رہا مگر لوگ یہی خیال کرتے رہے کہ میں ان سے گفتگو کر رہا ہوں'' یہی عالم حضرت سید ولی محمد شاہ قدس اللہ سرہ العزیز کا ہوا کرتا تھا آپؒ کا معمول تھا کہ اول شب میں سو لیتے پھر اٹھ کر عبادت میں مشغول ہو جاتے اور بعض راتیں شب بیداری میں گزار دیتے تھے غرض آپ کی راتیں ذکر و فکر اور دن رشد و ہدایت اور مخلوق کو فیضیاب کرنے میں گزرتا تھا۔

ایک مرتبہ ایک مرید نے دیکھا کہ چند افراد لمبے سفید رنگ کے لبادوں میں ملبوس آپؒ کی خدمت میں حاضر تھے آپؒ کافی دیر سے انہیں تعویز لکھ لکھ کر دے رہے تھے پھر آپؒ نے متبسم ہو کر مرید سے فرمایا۔

آج تو حاجی آئے ہوئے ہیں'' مرید نے عرض کی جی حضوری! حج کرنے ہی آئے ہیں'' ایسے بے شمار واقعات رونما ہوتے جن کی توجیہ پیش کرنے سے عقل قاصر ہے۔

خودی وہ بحر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں
تو آب جو اسے سمجھا تو کوئی چارہ نہیں

بعض اوقات آپؒ کوئی شعر سنتے اور وہ آپؒ کے معیار پر پورا نہ اترتا تو بڑے حسین انداز میں اس میں ترمیم کر دیتے کسی نے آپؒ کی خدمت میں علامہ اقبال کا شعر پڑھا جو علامہ اقبال کی تمام شاعری کا حاصل ہے۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

حضرت شاہ صاحب ؒ نے فرمایا وفا کی بات نہ کرو حقیقت گدائی میں ہے آپ حضور سید الانس ﷺ سے تمام امت کی نسبت غلامی میں ہے خواجہ عالم ﷺ کے در کی گدائی کون و مکاں سے بے نیاز کردیتی ہے اپ ﷺ کے در کی گدائی پر ہزاروں بادشاہیاں قربان بلکہ۔

حیف ہے اس کی بادشاہی پر
تیرے کوچے کا جو گدا نہ ہوا

روحانیت والوں نے فرمایا۔

محمدؐ کی غلامی میں اگر ہو جائے تو کامل
تو دنیائے مالک بھی تیرے زیر نگیں ہوگی

حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ نے فرمایا اگر علامہ اقبالؒ اس شعر کو یوں کہتے تو بات تھی کہ۔

ہو محمد پہ فدا تُو تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

علامہ اقبالؒ نے پیمان وفا باندھا تھا لیکن حضرت سید ولی محمد شاہ قدس رہ نے فدا کر کے شعر کو مزید حسین کردیا

بادشاہوں سے تیرے در کے گدا اچھے ہیں
تخت والوں سے بھی اونچے ہیں تیرے خاک نشین

ماضی کے مشہور صوفی بزرگ حضرت ابواسحاقؒ نے قندیل اور پانی کا مکالمہ بیان فرماتے ہی قندیل کا تیل اور پانی آپس میں باتیں کررہے ہیں پانی کا قول تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر چیز پر فوقیت عطا کی ہے کیونکہ اگر میرا وجود نہ ہوتا تو لوگ پیاس کی شدت سے مرجاتے اور یہ مرتبہ تجھے حاصل نہیں اس کے باوجود تو میرے اوپر آجاتا ہے اس کے جواب میں تیل نے کہا میں منکسر المزاج ہوں اور تجھے غرور و تکبر ہے کیونکہ میرا تخم پہلے زمین

میں ڈالا گیا پھر پودا نکلنے کے بعد کاٹ کر اور کوٹ کر مجھے کولھو میں پیلا گیا اس کے بعد میں نے خود کو جلا جلا کر دنیا کو روشنی عطا کی اور جس قدر راز یتیں مجھ کو پہنچائی گئیں میں نے ان سب کو نظر انداز کر دیا کہنے کو یہ تیل اور حکایت ہے لیکن اس کے پس منظر میں ایک بڑا قدیم مسئلہ پنہاں ہے اور وہ ہے علماء اور صوفیا کا جھگڑا شروع سے علمائے ظاہر اور مولوی حضرات صوفیاء کرام پر طرح طرح کے اعتراضات عائد کر کے مخالفت کرتے آئے ہیں لیکن اس تصادم و تقابل کا عجیب تر پہلو یہ ہے کہ اس میں آخری غلبہ ہمیشہ صوفیاء کے حصے میں آیا جب کہ علماء ظاہر کا وقتی غلبہ بالآخر ان کی شکست میں بدل جاتا ہے کسی نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ

مت مانیو کہ ہوگا یہ بیدرد اھل دیں
گر آوے شیخ پہن کے جامہ قرآن کا

غوث العباد حضرت سید ولی محمد شاہ قدس اللہ سرہ العزیز کے نزدیک آج کل کے علماء محض اپنا چکانے کی خاطر نئے نئے اختلافی مسائل کو جنم دے رہے ہیں جس کی دراصل، حقیقت ہی نہیں جب انہیں موقع ملتا ہے وہ عوام کو ذہنوں میں یہ زہر انڈیلنے میں مصروف ہو جاتے ہیں نتیجتاً عام ذہنوں میں دینی انتشار پیدا ہوتا چلا جاتا ہے۔

آپ" کی نظر میں آج کے علماء کا بنیادی فتنہ بے عملی ہے اگر عمل ہے بھی تو بس ظاہر داری اور زمانہ سازی کی حد تک ہے پھر اس صدی کے علماء غیر مفید لا حاصل جارحانہ اور بے نتیجہ بحث بہت کرتے ہیں اختلافی مسائل کو ہوا دیتے ہیں اور وہ خواہ مخواہ رائی کا پہاڑ بنا دیتے ہیں جس کی وجہ سے اختلاف کم ہونے کے بجائے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

چند آدمی ہی اتحاد کو بنایا اور چند ہی بگاڑا کرتے ہیں چند آدمیوں کے اختلاف رائے سے امت مسلمہ میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے کتنے افسوس کا مقام ہے کہ ایک ہی دین کے عالم کسی فروعی اور بے بنیاد غیر ضروری اختلاف کی بدولت ایک دوسرے کو سلام تک کہنا پسند نہیں کرتے۔

سگ اصحاب ہوا صحبت انساں سے بشر
آدمی ہو کے بھی انساں تو انساں نہ ہوا

یہی وجہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب" علماء نے ظاہر کی تقاریر سننے سے گریز کرتے

تھے کیونکہ آپؒ کے خیال میں بعض اوقات ان سے کسی نازک مسئلے پر احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے اور بات لایعنیت کی طرف نکل جاتی ہے خواہ مخواہ نور و بشر کی بحث اور حضورﷺ کی ذات اقدس کے حوالے سے تکرار شروع ہو جاتی ہے۔

ایک دفعہ معروف عالم دین جناب مولانا اللہ یار اشرفی صاحب پیر شاہ کی محفل میں تقریر کر رہے تھے جوش خطابت میں ان کی زبان سے ایسے الفاظ نکل گئے جو حضرت سید ولی شاہؒ کو ناگوار گزرے اور خلاف ادب محسوس ہوئے آپؒ نے نرمی سے مولانا صاحب کا ہاتھ تھام کر تقریر رکوا دی اور خود بنفسِ نفیس سٹیج پر تشریف لائے اور تقریر فرمائی تقریر کا موضوع تھا ''والضحیٰ'' تھا آپؒ نے اسرار و مفاھیم کے دریا بہا دیئے آپؒ کی روانی بیان کے سامنے اُمڈتے سیلاب پناہ مانگنے لگے اذان فجر تک آپؒ نے کلام فرمایا الفاظ آپؒ کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے کہ حضور ہمارا انتخاب فرمائیں جاندار اور پاکیزہ الفاظ نے آپؒ کے کلام کو چڑھی کمان بنا دیا۔ آپؒ کے شکوہ الفاظ کا لغت ساتھ نہیں دے پا رہی تھی۔ جس عالم و دانش ور نے سنا گنگ اور ششدر رہ گیا اور آپؒ کی صحت لفظی کو آیات کا درجہ دینے لگا۔ حاضرین و ناظرین ایسے دم بخود بیٹھے رہے گویا تمام عمر تقریر ہوتی رہی تو تمام عمر یونہی بیٹھے رہیں گے یہ ایک عارف کامل کی زبان کی تاثیر تھی جو دل سے کلام کرتی ہے کسی بھی قسم کے اختلاف میں الجھانے کے بجائے قلب و روح کو ایمان و ایقان کی روشنی عطا کرتی ہے۔

ایک مرتبہ بہاولنگر میں محفل میلاد کے لیے آپؒ سے شرکت کی درخواست کی گئی۔ آپؒ کی آمد سے پہلے آپؒ کے بھتیجے ممتاز عالم دین حضرت سید مسعود الحسن المعروف چن پیر شاہ صاحب خطاب فرما رہے تھے انہوں نے دوران خطاب کسی مسلک پر طنز کیا جس کا اس مسلک کے پیروکاروں نے برا مانا اور وہ محفل سے اٹھ کر جانے لگے ایسے وقت میں حضرت سید ولی محمد شاہ قدس اللہ سرہ العزیز کی آمد کا شور ہوا وہ لوگ سلام کے لیے آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا ''کیا محفل ختم ہو گئی ہے؟ انہوں نے عرض کی ''نہیں'' محفل تو جاری ہے ہم جا رہے ہیں۔ آپؒ نے پوچھا ''پھر آپ کیوں جا رہے ہو'' انہوں نے صورت حال آپ کے گوش گزار کی۔ آپ لوگ میرے ساتھ محفل میں چلیں '' جب چن پیر شاہ صاحب کی تقریر ختم ہوئی تو آپؒ لب کشائی فرما کر آسمانِ فکر و سخن سے

تارے اتار لائے تمام حاضرین محفل کے چہرے کھل اٹھے حتیٰ کہ دوسرے مسلک کے لوگ بھی اس خطاب سے جھوم اٹھے دماغوں میں باغ مہک اٹھے شک گزرنے لگا کہ آپؒ کو روح القدس کی تائید حاصل ہے ورنہ کہاں یہ نادر تخیل کہاں ذہن انسان۔''

محفل کے بعد حضرت چن پیر شاہ صاحب حضرت سلطان العصر سید ولی محمد شاہ قدس سرہ سے ملے اور شکایت آمیز انداز میں کہنے لگے ''چاچا جی'' یہ آپ نے کیا کیا؟ بات واضح تو کر دیتے وہاں تو ہر مسلک کا بندہ خوش گمانی کا شکار ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ ان کے مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔

آپؒ نے فرمایا ''ضروری نہیں کہ ہمارا ہر عمل تمہارے لیے قابل قبول ہو'' وہ کیوں ''چاچا جی'' چن پیر شاہ صاحب نے تعجب سے کہا'' آپؒ نے فرمایا ''بات یہ ہے کہ چن پیر کے تم علماء ہو اور ہم درویش ہمارا مسلک صلح کل ہے لہٰذا ہمارے نزدیک دل آزاری گناہ ہے یہ بات تم لوگ بھی جانتے ہو لیکن تم اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے ہم اسے اپنا اولین فرض سمجھتے ہیں طنز و تشنیع کی برچھیاں دلوں کو چھلنی تو کر سکتی ہیں پر دلوں کے دروازے نہیں کھلوا سکتیں پیار کی نرم و گداز دستک سے ہی دلوں کے دروازے کھلتے ہیں توحید و رسالت ﷺ کے سورج کی لازوال روشنی کو صرف محبت ہی کی زبان میں لوگوں تک پہنچایا جا سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ علماء اور درویش کے راستے جدا جدا ہیں'' فرمایا خوش خلقی اور نرمی برتو اور اتفاق کی کوشش کرو۔

شیخ الشیوخ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ فرماتے ہیں کہ علماء کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ ہم جانشین انبیاء ہیں درحقیقت اولیاء کرام انبیاء کے جانشین ہیں کیونکہ ان کو علم باطن حاصل ہے اور حضور ﷺ کے اکثر اوصاف ان میں پائے جاتے ہیں مثلاً فقر و سخا امانت و دیانت وغیرہ کے علاوہ جس طرح حضور اقدس ﷺ کو ہمہ وقت دیدار الٰہی حاصل تھا جس طرح خیر و شر کو منجانب اللہ تصور فرماتے تھے اور خیر و شر پر صبر سے کام لیتے تھے اور مخلوق سے زیادہ ربط وضبط سے کام نہ لیتے تھے اور کبھی ان چیزوں سے خائف نہ ہوتے تھے جن سے مخلوق خوفزدہ رہتی ہے اور نہ کبھی آپؐ ان چیزوں سے توقعات وابستہ فرماتے تھے جن سے مخلوق کو توقع ہوتی ہے اسی نوعیت کے بہت سے اوصاف اولیاء کرام میں پائے جاتے ہیں اس لیے صحیح جانشین

انبیاء یہی لوگ ہیں۔

بلاشبہ حضرت سید ولی محمد شاہ قدس اللہ سرا العزیز عشق رسول ﷺ کے میر کارواں تھے پھر بھی عشاقان مصطفیٰ ﷺ میں اپنا تذکرہ عاجزی وانکساری سے کرتے آپؒ فرماتے تھے کہ جو یہ کہا جاتا ہے کہ قبر میں حضور ﷺ تشریف لاتے ہیں میرا دل نہیں مانتا یہ بات تعظیم و تکریم رسالت مآب ﷺ کے سراسر خلاف ہے میرا اعتقاد تو یہ ہے کہ جب سوال و جواب کا وقت آتا ہے تو ''روح'' کو سرکار ﷺ کے حضور پیش کیا جاتا ہے اور وہیں آپ ﷺ کی پہچان کی صورت میں اس پر جنتی ہونے کی مہر لگادی جاتی ہے یا قبر سے پردے ہٹا کر دیدار کرایا جاتا ہے۔

آپؒ کے سامنے جب بھی حضور اقدس ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کا مسئلہ چھڑ جاتا تو آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ ''یہ بے ادبی ہے'' آقائے کریم ﷺ کے لیے حاضر کا لفظ موزوں نہیں ہے ''حاضر سے حکمیہ پہلو نمایاں ہوتا ہے اس لفظ میں نرماہٹ نہیں ہے یہ زبردستی' غضبناکی اور جلال کی علامت ہے جبکہ ہمارے آقا ﷺ رحمتہ اللعالمین ہیں اس کی مثال یوں ہے کہ جب عدالت کسی کو طلب کرتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ فلاں کو حاضر کیا جائے یہ پیشی کی علامت ہے اور ہمارے آقا ﷺ کسی کے سامنے جواب دہ نہیں پابند نہیں آپ ﷺ مالک ومختار ہیں لہذا اس بات کا خیال رکھتے ہوئے حاضر و ناظر کے بجائے متبادل کے طور پر ''ظاہر و باطن استعمال کیا جانا چاہیے'' غور فرمائیے کیا یہ نکتہ نظر عقیدت و محبت کی چاشنی اور تعظیم و تکریم کے رنگ سے رنگا ہوا نہیں ہے؟ بلاشبہ اس مسئلہ سے یہ بات اپنی مکمل سچائی کے ساتھ واضع ہو جاتی ہے کہ اعلیٰ حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ حضور نبی اکرم ﷺ سے کتنی قلبی عقیدت اور والہانہ محبت رکھتے تھے کہ آپ کو آقائے محترم ﷺ کے معاملے میں معمولی سی بے ادبی بھی گوارہ نہ تھی گویا بقول شاعر۔

خطا معاف میں دو وحدتوں کا قائل ہوں

کہ خدا کے بعد محمدؐ بھی محترم ہیں بہت

ایک مرتبہ کسی عالم نے ''حقیقت محمدیؐ'' کے عنوان سے کتاب تحریر کر کے اس کا مسودہ تصحیح کے لیے آپؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے کتاب کے نام پر نظر ڈالی اور

مسودہ واپس کر دیا عالم بے حد حیران ہوا اور عرض کی ''حضور میں نے تصحیح کے لیے یہ مسودہ پیش کیا ہے'' آپ نے فرمایا'' جس کتاب کا نام ہی ادب کے دائرے سے خارج ہو اس کا مضمون نجانے کیا ہوگا بے خبر انسان جس ذات اقدس ﷺ کے مقام کو سمجھنے سے انبیاء اولیاء کی عقلیں تک عاجز ہیں جبریل جنکی غبار راہ کو نہیں پہنچ سکتا جن کے مقام و منصب کا یہ عالم ہو کہ ان کی بارگاہ اقدس میں جنیدؒ و بایزیدؒ کو اونچی سانس لینے کی اجازت و جرات نہ ہو تو ہم تم اس ذات اقدس کی حقیقت کو کیا پا سکتے ہیں بہتر یہی ہے کہ تم اس مسودے کو لے جاؤ اور میری طرف سے اسے مسترد سمجھو۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتم
کہ آں ذات پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

اور اگر کتاب ہی میں آقائے کریم ﷺ کا مقام دیکھنا ہے تو چشم بصیرت سے دیکھو'' ہمہ قرآن در شان محمد است'' محمد سے والناس تک حضور رحمت دو عالم ﷺ کی توصیف اور نعت ہی ہے۔ یہ انسان کے بس میں نہیں کہ وہ حسن ازل کے مظہر اتم کی توصیف اور مدح کا حق ادا کر سکے۔''

ہمارے لیے یہ المیہ ہے کہ آپؒ کے اقوال و فرمودات کو قلمبند کرنے کی طرف عملی زندگی اور آپ کی تعلیمات کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی جس کی وجہ سے آنے والی نسلوں کو بہت بڑا نقصان پہنچے گا۔ آپ نے جہاں سیرت کے حسی پہلوؤں کے بیان سے فکری و نظری دلایل کی صورت میں عقل پرست طبقے کے اعتراضات کا جواب دیا وہیں آنحضرت ﷺ کی سیرت کو تعلیمات کو نئے حالات میں قابل عمل اور نتیجہ خیز ثابت کیا اور حضور ﷺ سے قلبی عقیدت اور لگاؤ کا بھی درس دیا آپ کی خواہش تھی کہ معاشرہ جو عقیدہ توحید اور عقیدہ رسالت ﷺ کے درمیان خطرناک تضادات اور التہابات کا شکار ہو کر ایمانی حلاوت اور روحانی کیفیات سے محروم ہو گیا ہے اس بھول سے نکل آئے یہ جان لے کہ محبت رسول ﷺ ہی مقصود و کمال ایمان ہے اور بعثتِ محمدی ﷺ کی دولت لازوال سے مالا مال ہو کر ہی کوئی انسان پختہ موحد بن سکتا ہے آپ چاہتے تھے کہ قرآن و حدیث اور سیرت کی روشنی میں عشق رسالت مآب کے اصل تصور کو از سر نو اجاگر کیا جائے تاکہ آج کے انسان

کے اندر کا دشمن پسپا ہو جائے اور جو امت سید کونین ﷺ کے راستے سے ہٹ کر خوار ہے پھر سے اس راستے پر آ کر فلاح وخیر کی امین ہو جائے اقدار پیغمبر کو فروغ ملے محبت رسول ﷺ ملے آج کے مسلمان کی پریشانی حالی، فکر، عملی اور اعتقادی بگاڑ دور ہو یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب وہ اپنی زندگی آنحضور ﷺ کی مقدس تعلیمات کے سانچے میں ڈھال لے منبع فیضان رحمت باری کی محبت اور الفت کی مہک بندہ مومن کی دھڑکنوں میں پھیل جائے اور دیدہ ودل میں تصور رخ جاناں کے ایسے چراغ روشن ہو جائیں کہ مرد مومن کی نظریں کبھی دانش فرنگ کے جلوؤں سے خیرہ نہ ہوسکیں بقول اقبالؒ۔

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانش فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ ونجف

# میخانۂ الست

از شراب غوث اعظم گلشن وگلزار مست
شاخ مست و برگ مست ومیوہ مست وبار مست

حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایک بہت ہی گناہگار شخص تھا لیکن اس کے دل میں حضور غوث الاعظمؓ کی محبت والفت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی جب اس کے مرنے کے بعد دفن کیا گیا اور قبر میں منکر نکیر نے سوالات کئے تو اس نے ہر ہر سوال کا جواب ''عبدالقادر'' دیا۔

کوئی کمال نہ کوئی عمل ہے دامن میں
بس اک شرف کے غلام شہ شہاں ٹھہرا

بس اس کے حال خراب پر کرم ہوگیا۔ منکر نکیر کو حق تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ سے حکم آیا کہ اگر چہ یہ بندہ فاسقوں میں سے ہے مگر اس کو میرے محبوب سید عبدالقادرؓ (جو کہ صادقین میں سے ہیں) کی ذات سے محبت ہے لہٰذا اس کی محبت اور حسن اعتقاد کے بدلے میں ''میں نے اسے بخش دیا اور اس کی قبر کو وسیع کیا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی نسبت تمام اولیاء واقطاب کیلئے باعث عز وشرف ہے۔ کوئی ولی اس وقت تک ولی ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتا جب تک وہ حضرت پیران پیرؓ کی محبت میں فنا نہیں ہو جاتا۔ آپ ہی کے منظور نظر کو بارگاہ رسالت مآب ﷺ سے محبوبیت کا اعزاز حاصل ہوتا ہے اور آپؓ کے راندہ درگاہ کو بارگاہ خداوندی میں جائے پناہ حاصل نہیں ہوسکتی جو بھی اہل دین ہیں وہ سب سیدنا محی الدینؓ کے ممنون ہیں کیونکہ آپؓ ہی کی نگاہ مجددانہ دین وملت کو جلا بخشتی ہے۔

ہر طالب طریقت شیداست بر کمالت
ہر فاضل شریعت بر علم تو فدائی

یہی وجہ ہے کہ خواجہ اجمیریؒ ہوں' بختیار کا کیؒ ہوں' شہ کمالؒ ہوں' سلطان باہوؒ ہوں' بہاؤ الدینؒ ذکریا ہوں' سید علی احمد گیلانیؒ یا اعلیٰ حضرتؒ کہ سب اولیاء حضورؓ کے نیاز مندوں میں شامل ہیں۔ سبھی اکابر و مشاہیر آپؓ کے درفیض پر دریوزہ گر ہیں حضرت اجمیریؒ بارگاہ غوثیت میں عرض گزار ہیں۔

معین کہ فدائے نام توشد دریوزہ گراکرام توشد
شد خواجہ ازاں کہ غلام تو شددارد طلب تسلیم ورضا

ایسے ہی محبان غوثیت میں حضرت سید ولی محمد شاہ قدس اللہ سرّہ العزیز بھی شامل تھے آپ کا دل حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؓ کے عشق سے لبریز تھا تادم آخر اسم عبدالقادرؓ آپ کے لبوں سے جدا نہیں ہوا بادۂ الفت سیدنا عبدالقادر جیلانیؓ کا نشہ آپ کی آنکھوں سے چھلکتا تھا۔ ایک طرف جہاں آپ کی شخصیت اور مقام روحانی پر مخدوم العالم حضرت سید علی احمد گیلانیؒ کا نمایاں رنگ تھا تو وہیں آپ کو روحانی مناسبت حضرت پیران پیرؓ سے بھی تھی آپ کا وُجود مسعود خوشبوئے اسم غوثیت سے مہکتا تھا' آپ کا قلب نورِ فیضان غوثؓ کا سرچشمہ تھا یہی وجہ ہے کہ آپ عشاء سے فجر تک سیرت غوث الثقلینؓ پر عمل پیرا رہتے تھے گویا کہ:

روشنی ہو یا اندھیرا تجھ سے میں غافل نہیں
میرا دن تیرے لئے ہے میری شب تیرے لئے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؓ کی توجہ' بے پایاں کرم اور عنایات کریمانہ نے آپؒ کو تادم آخر دنیا و مافیہا سے قطعی مستغنی اور بے نیاز رکھا حتیٰ کہ آپ کو ساری زندگی مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپ کو بھی پیران پیرؓ کی الطاف وعنایات نے حسن اخلاق اور سیرت و کردار کا پہاڑ بنا دیا تھا۔ اخوت کا بیان محبت کی زبان بنا دیا تھا سو آپ کسی سے مرغوب نہیں ہوئے۔ فکری واضحیت یقین کامل کے ساتھ جرأت وحوصلہ مندی سے آگے بڑھتے رہے۔

آپ کانٹوں پر چل کر پھولوں کی روش پر خرام کا لطف لینے کا ہنر جانتے تھے سو

مشکلات و مصائب تنقید و اعتراضات سے نہیں گھبرائے آتش عشق برابر سلگتی رہی شعلہ شوق دم بدم بھڑکتا رہا۔ سکون اور ٹھہراؤ سے بے نیاز رکاوٹوں کو عبور کرتے ہوئے یہ قافلہ سالار عشق و مستی سوئے منزل رواں دواں رواں۔ بقول اقبالؒ

ازل اس کے پیچھے ابد سامنے     نہ حد اس کے پیچھے نہ حد سامنے
زمانے کے دریا میں بہتی ہوئی     ستم اس کے موجوں کی سہلتی ہوئی
تجسس کی راہیں بدلتی ہوئی     دما دم نگاہیں بدلتی ہوئی
سبک اس کے ہاتھوں میں سنگ گراں     پہاڑ اس کی ضربوں سے ریگ رواں
سفر اس کا انجام و آغاز ہے     یہی اس کی تقویم کا راز ہے

حضرت شاہ ولایتؒ کی نظر التفات سے حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ کو اس قابل کر دیا کہ حافظ نہ ہونے کے باوجود علوم ظاہری و باطنی اور عرفان کی جامعیت کا سرچشمہ تھے آپ نے توحید کے مسائل نہایت عارفانہ طور پر مشکوف کئے اور سالکانِ طریقت کو دولت عرفان سے متمتع کیا ایسے میں آپ حضور غوث پاکؒ کی ذاتی توجہات کا مرکز تھے لہٰذا سیدنا سردار الاولیاءؓ نے جو مستقل مقام حضوری اور روحانی سربلندی آپ کو عطا فرمائی وہ آپ کے احوال اور محبت وعقیدت کا فطری اور منطقی نتیجہ تھی۔

اکثر اس شعر پر آپ کی طبیعت میں وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی تھی

جس کی منبر ہوئی گردن اولیاء
اس قدم کی کرامت پہ لاکھوں سلام

یہ شعر سن کر آپ اشکبار ہو جاتے اور کافی دیر تک آنکھوں سے موتی جھڑتے رہتے۔ آپ کا دامن اشکوں سے تر ہو جاتا یہ حضور غوث الاعظمؒ سے عقیدت کا عالم تھا۔

ایک دفعہ حضرت غوث الاعظمؒ کی خیالی تصویر آپ کی خدمت میں پیش کی گئی تو فرمانے لگے ”حضور غوث پاکؒ کا تاج ایسا تو نہیں پھر حضرت پیران پیرؒ کے تاج کی چند نشانیاں بھی بیان فرمائیں کیا خوب کہا ہے کسی اہل دل نے

اس نظر میں فاصلے صدیوں کے بھی حائل نہیں
اپنے درویشوں سے وہ ہر دور میں آ کر ملے

حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ العزیز حضور محبوب سبحانی شہباز لامکانیؒ کی گیارہویں

شریف بڑے اہتمام اور تزک و احتشام سے منایا کرتے تھے اس میں آپ کے تمام مریدین عقیدت مند حاضر ہوتے۔ بڑی بڑی دور سے نعت خواں حضرات بھی اس شام سعادت سے فیضیاب ہونے کیلئے آستانہ عالیہ قادریہ پیر شاہ پر حاضر ہوتے۔ میری نظر میں یہ محفل سالکوں کیلئے خضر راہ کا کام دیتی تھی۔ کچھ نعت خواں کو درباری نعت خواں ہونے کا شرف حاصل ہے جو ہر وقت حضرت شاہ صاحبؒ کے قریب رہتے تھے۔ جن میں سید شوکت شاہ' صوفی منظور' نور محمد وغیرہ شامل ہیں۔

بعض احباب گیارہویں شریف کو بدعت کہتے ہیں ایسے میں میرے جیسے آدمیوں کے دل تڑپتے ہیں کوئی اپنی طہارت اور اپنا تقویٰ لئے پھرے ہمارا تو یہ مذہب ہے کہ

کافر عشقم مسلمانی مرادر کا رنیت

لیکن دیکھا جائے تو یہ بدعت عین اسلام ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا وصال گیارہ ربیع الثانی کو ہوا تھا لہٰذا آپ کے چاہنے والے اس دن کو ایصال ثواب کرتے ہیں اور بھی بہت سے خصوصی واقعات ہیں جو دسویں کی رات کو وقوع پذیر ہوئی اسی شب حضرت نوحؑ کی کشتی جودی پہاڑ پر لگی حضرت یونسؑ مچھلی کے پیٹ سے باہر آئے حضرت ابراہیمؑ کی آگ گلزار ہوئی' حضرت آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی اور پھر ان واقعات میں دس محرم الحرام کو سید الشہداء حضرت امام حسینؓ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ اسی شب کو آخری فضیلت حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کے وصال مبارک کی صورت میں حاصل ہوئی لہٰذا اس روز محبان غوثیتؒ گیارہویں شریف کی تقریب کا اہتمام وانصرام کرتے ہیں اور اپنے امام الطریقت والشریعت سید الاولیاء شیخ الملک والجن والانس حضور پُر نور غوث الاعظمؒ کی روح پرفتوح کو ایصال ثواب کرتے ہیں اور نیاز پیش کرتے ہیں بس ثابت ہوا کہ گیارہویں شریف ایصال ثواب کی ایک صورت ہے۔

حضرت ضیاء اللہ قادری ملفوظات عزیزی کی ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز محدیث دہلوی جو آج کل ہندو پاک کے علماء کے حدیث کے استاد ہیں گیارہویں شریف سرکاری طور پر منائے جانے کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

حضرت سیدنا غوث الاعظمؒ کے روضہ مبارک پر گیارہویں شریف پر بادشاہ وغیرہ شہر

کے اکابرین جمع ہوتے۔ نماز عصر کے بعد مغرب تک کلام اللہ کی تلاوت کرتے اور حضور غوث پاکؒ کی مدح میں قصائد اور منقبت پڑھتے' مغرب کے بعد سجادہ نشین درمیان میں تشریف فرما ہوتے اور ان کے ارد گرد مریدین حلقہ بگوش بیٹھ کر ذکر جہر کرتے۔ اسی حالت میں بعض پر وجدانی کیفیات طاری ہو جاتی اس کے بعد طعام شرینی جو نیاز تیار کی ہوتی تقسیم کی جاتی اور نماز عشاء پڑھ کر لوگ رخصت ہو جاتے۔ دعا کسی مخصوص فرد کیلئے نہیں تمام مسلمانوں کیلئے کی جاتی ہے۔ یہ کام گیارہویں تاریخ کو کرنا جائز ہے اور دوسری تاریخوں میں بھی دن اور تاریخ متعین کرنا نہ واجب ہے نہ حرام یہ تو عقیدت اور محبت ...... کی بات ہے اور پھر صرف اسی ایک ہستی کو ایصال ثواب نہیں کیا جاتا۔ باقی بزرگان دین کو بھی بلکہ تمام مسلمانوں کو ایصال ثواب کیلئے جاتا ہے اور سب کیلئے دعائے خیر کی جاتی ہے جو بدعت کہتے ہیں وہ بدعت کی جامع تعریف کریں اور پھر اس طرح اسے بدعت کہیں کہ ان کے دیگر ہزاروں معمولات اس کی زد سے بچ جائیں اور صرف گیارہویں شریف اس کی زد میں آئے وہ ایسا قیامت تک نہ کر سکیں گے کیونکہ ناجائز کہنے کیلئے دلیل شرعی درکار ہے کسی کے کہنے سے حلال چیز حرام تو نہیں ہو جاتی جو لوگ اسے اسراف اور بدعت کہتے ہیں ان کو اپنے سیاسی گھریلو اور ذاتی و طبقاتی پروگرام کیوں نظر نہیں آتے۔ بیٹے کی پیدائش پر وہ جو چاہے کریں مذہبی اور سیاسی پیشواؤں کی برسیاں انہیں ناجائز معلوم نہیں ہوتیں۔ ان کے سالانہ پروگرام لاکھوں کروڑوں روپے خرچ کر کے مناتے ہیں۔ تقریبات کی رونقیں دوبالا کرنے کیلئے درختوں' میدانوں اور نجانے کہاں کہاں روشنی کا انتظام و زیبائش کرتے ہیں۔ گیارہویں شریف اور ایسی دوسری تقریبات کو اسراف اور بدعت کہنے والوں کو اپنے یہاں نہ تو انہیں قرآن یاد آتا ہے نہ حدیث نہ خدا نہ رسولؐ نہ اسراف نہ جائز ناجائز صرف مقدس تقریبات میں ساری خرابیاں نظر آتی ہیں۔ پیمانہ ایک رکھیں دو نہ رکھیں۔

حضرت سید ولی محمد شاہ گیارہویں شریف بڑے شوق و ذوق سے مناتے تھے۔ یہ سلسلہ سالہا سال جاری رہا بلاشبہ یہ وہ محفل ہوتی تھی جس پر بغداد معلیٰ کی شعاعیں منعکس ہوتی تھیں اور صاحب محفل جلوہ گر ہوتے تھے۔ محفل میں شریک ہونے والا ہر شخص اور یہ بے مثال نظارے دیکھنے والا ہر فرد مئے الست کے نشے میں مخمور نظر آتا تھا۔ اس روز نور کا

باڑا بنتا ایسا محسوس ہوتا جیسے فرشتے قطار در قطار نور کے تھال لے کر اتر رہے ہیں اور محفل پر انوار وتجلیات سرمدی کی بارش ہو رہی ہے۔ فضا عطر بار ہو جاتی اور صبائے جنت اہل محفل کے گرد خوشبو بکھیرنے لگتی اس وقت درویشوں کی تعداد میں بھی بے پناہ اضافہ ہو جاتا۔ شام کو لنگر تقسیم ہوتا تھا۔ گیارہویں شریف کا ختم پاک اس مسجد کے احاطے میں پڑھا جاتا تھا تو سماں بندھ جاتا۔ سر شام ہی سے رحمت کے بادل چھا جاتے ہر دل سے سوال اٹھتا کہ نجانے آج کس گل کی آمد آمد ہے جو اس خزاں دیدہ چمن میں گلزار ارم کا نقشہ نظر آ رہا ہے۔ مریدین درویشوں اور طالبعلموں کی ایک لمبی قطار ہوتی۔ انواع واقسام کے کھانے' میوے پھل فورٹ طشتریوں میں سجا کے وجد کی سی حالت میں ہونٹوں پر درود وسلام کے بے شمار گلدستے سجائے شہر یار رسل ؐ کی نذر کرتے ہوئے حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ العزیز کی رہنمائی میں مسجد غوثیہ کی جانب رواں دواں ہوتے۔ سب کے لبوں سے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ جاری ہوتا۔ یہ عجیب پر بہار منظر ہوتا ذرہ ذرہ درخشاں نظر آتا۔ شمیم خلد مدینہ چار سو محو خرام ہوتی۔ سب کے ہاتھ دربار غوثیت مآب ؓ میں پھیلتے ہوتے اور یہ منظر حسن رضا خاںؒ کے اس شعر کی تفسیر بن جاتا۔

آنکھوں میں ہے نور کی تجلی
پھیلی ہے ضیائے غوث اعظمؓ

تمام چہروں پر وفور شوق کی چمک دیدنی ہوتی۔ سرکارؒ کی رحمت دستگیری کو آگے بڑھتی اور پیران پیر کا ابر عطا وسخا سب کے پژمردہ حسرتوں کے کھیتوں ہرے کرتا چلا جاتا۔ ایسا لگتا جیسے کائنات کا ذرہ ذرہ ان کے ساتھ ساتھ رواں دواں ہے۔ سب قطار در قطار لوح عقیدت پر ہچکیاں رقم کرتے ہوئے دیدہ شوق میں آنسوؤں کو سلگاتے ہوئے چلتے تو گرد وپیش کا ماحول تک منور ہو جاتا۔ اس دلآویز منظر کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے دور دور سے نعت خواں' عقیدت مند حاضر ہوتے اور سب مل کر پڑھتے یہ منقبت تو محفل کی جان ہوتی تھی جس کو دو نعت خواں نور محمد مستری اور صوفی منظور پڑھتے۔

غوث ماسلطان ماہستم غلام کوئے تو    دل اسیر موئے تو جانم فدائے روئے تو
راست گو بیت بہ رافلی رالزنان رافیض داد    توبہ کردند ودے گفتند آفریں برخوئے تو

از قدوم تو شرف بغداد حاصل کردہ است — سالکان دیں نظر دارند ہر دم سوئے تو
زہد و تقویٰ ختم کر دی غوث اعظم بودہ — شد معطر عالم اسلام از خوشبوئے تو
شاہ کمال الدین ہستی رشتہ دار غوث ما — آرزو دارم کے خواہم بندہ در پہلوئے تو
شاہ سکندر قادری محبوب رب دوالمنن — بہر درد شوق دل کافی مرادا روئے تو
شاہ علی احمد تو ہستی جانشین رفتگان — لمعہ انوار شاں می تابد اندر روئے تو
من ہمی خواہم زخالق باطفیل مصطفیٰ — رحمت اللہ باشد ہمقرین خوئے تو
خواہشے دارم کے اندازی نگاہے بروز بر — شاہ من آقائے من ہستم غلام کوئے تو

ایک مرتبہ قصیدہ غوثیہ کے شعر (ان الحسنی والمخدع مقامی)

میں ''مخدع'' مقام سے کیا مراد ہے کے متعلق پوچھا گیا کہ کہ مشائخ اور اولیاء کرام نے بھی اتنی تشریح فرمائی ہے کہ ''مقام مخدع کمال قرب خاص حق تعالیٰ ہے یا بڑا ہی خاص اور بالاتر مقام ہے اس کا اصل مفہوم کیا ہے؟'' فرمایا ''یہ وہ مقام ہے جہاں پنجتن پاک علیم السلام جلوہ افروز ہوتے ہیں سادہ لفظوں میں یہ ایک گول میز کانفرنس ہے پنجتن پاکؑ کی اس بزم میں میرے آقا سلطان الاولیاءؒ بھی تشریف فرما ہوتے ہیں۔'' سبحان اللہ جس نکتے کو اکابر اولیاء نے بڑی احتیاط اور نزاکت سے بیان کیا۔ اس کی ہمارے حضرت سلطان العصر سید ولی محمد شاہ قدس اللہ سرہ العزیز نے کتنے آسان انداز میں عقدہ کشائی فرمادی پھر قطب کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ''آسان ترین مثال ہے جیسے چکی کی کلی نہیں ہوتی ہے۔ بس ایسے ہی قطب ہوتا ہے اس پر پوری دنیا کا کنٹرول اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔''

چکی چکی ہر کہے مانی کہے نہ کو
جو مانی کے سنگ لاگے بال نہ بیکا ہو

مقام غوثؓ کی بات چلی تو فرمایا کہ تمام اولیاء اور اقطاب کی سو بار کی توجہ غوثؓ کی ایک بار کی توجہ کے برابر ہے۔

حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ نے ایک روز کسی کو حضرت غوث الاعظمؓ کا وظیفہ عنایت فرمایا اور روز تسبیح کرنے کی ہدایت فرمائی۔ رات کو اس نے دیکھا کہ وہ حضرت پیران پیرؓ کے دربار میں موجود ہے ایسے میں ایک بزرگ نمودار ہوتے ہیں اور ایک تسبیح اس کی

جانب بڑھاتے ہیں'' میں حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کے دربار سے آیا ہوں یہ تسبیح حضورؐ کی طرف سے تحفہ ملا ہے اور یہ روٹی کا ٹکڑا دیا ہے تم اسے کھالو اللہ اکبر یہ مقام فنافی الغوثیت کی ایک درخشاں مثال ہے کہ آپؒ کا فرمان حضرت غوث پاکؓ کا فرمان تھا مرید کو یہ عملی تجربہ بھی کرا دیا گیا تھا۔

# کشف وکرامات

کرامات کا ظہور پذیر ہونا ایک حقیقت ہے۔ کتاب ہستی ایسی بے شمار حکایتوں سے عبارت ہے کہ انسان محو حیرت رہ جاتا ہے کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی۔ تماشائے اہل کرم میں بے شمار محیر العقول واقعات رونما ہوتے ہیں کہ جن کی رونمائی بعض اوقات پر اپنا دست سر درکھ کر چند ساعتوں کیلئے یا بعض اوقات ایک مدت کیلئے انسان کو اسرار کے پردے میں نہاں حقیقت کی دنیا کے بارے میں سوچنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ ابتدائے آفرینش سے لے کر اب تک ایسے بے شمار اصحاب علم وفضل سے اس بزم ہستی میں حتی الوسع خدائے واحد کا پیغام حق پہنچانے کیلئے اصلاح ملت کیلئے ان خسارہ دل میں چراغ معرفت روشن کئے۔ یہ ہستیاں آسمان زیست پر ستاروں کی مانند دمک رہے ہیں اور دمکتے رہیں گے۔ ان اللہ کے سفیروں نے جس بھی کوچے کو اپنے قدوم سے سنوارہ خدا نے اس قوم کی حالت بدل ڈالی۔ وہاں کے بیمار قلوب کو شفائے کامل بخشی' بے قرار ذہنوں کو قرار بخشا' بے سکون دلوں کو تسکین عطا کی۔ ان انسانوں نے کبھی سنگریزے اٹھائے تو کندن کر دیا' میلی چادر دھوپ میں ڈالی تو بارش کرم کا آغاز ہو گیا۔ دعا کیلئے قسام ازل ہاتھ بلند کئے اور مرادوں سے جھولی بھر دی جہاں سب تدبیریں بے اثر ہوتی ہیں۔ وہاں ان ہستیوں کے دست حق پرست نے مسیحائی کی جن کے بارے میں بہت سے واقعے کتابوں میں محفوظ ہیں انہیں لوگوں کے نقوش قدم کو مینارہ نور کی مانند راہبر سمجھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اے رب کائنات! تو ہمیں ان لوگوں کی راہوں کا مسافر بنا جنہوں نے تیرے فضل سے تیری رضا کی منازل طے کیں جو راہ حق کے مسافر تھے ان افراد نے ہر مصیبت اور غم کو سینے پر تمغے کی مانند سجایا اور رحمت عالمؐ سے استقامت طلب فرمائی یہی وجہ ہے کہ ان کا فیض روحانی کڑی دھوپ میں دل نگاروں کیلئے

راحت و تسکین کا ذریعہ ہے۔

حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ العزیز کے روحانی فیض کو آج بھی میری دو آنکھیں دیکھ رہی ہیں۔ 1986ء میں ایک راندہ درگاہ شخص ریگزار حیات کی ستم خیزیوں سے تنگ آ کر ایک آستانہ کرم اور سلسلہ قادریہ کے باعظمت مینارہ نور کی ہستی کی بارگاہ کی طرف بڑھا چلا جا رہا ہے۔ مشفقی سید ولی محمد شاہ قدس سرہ کا یہ واقعہ صریحاً امام احمد رضا خاںؒ کے شعر کی عکاس کرتا ہے۔

تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا

یہ شخص جیل سے فرار ہو کر بھاگا تھا لیکن باہر اس کیلئے امان نہ تھی کہ راہ میں تھانے والے" اس کو عدالت نے سزائے موت سنا دی تھی موت کا خوف کئی طرح سے انسان کے اعصاب پر ردعمل ظاہر کرتا ہے کہیں زلزلے سے بڑے بڑے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں تو کہیں ایک نازک سے پودے کی کونپل اس عذاب سے ناآشنا خنک ہوا کی سرگوشیاں میں ہلکورے لیتی رہتی ہے۔ ایسے لمحات انسان کو یا تو قطعی بے دست و پا کر دیتے ہیں یا پھر پہاڑوں سے ٹکرا دینے والا نیا حوصلہ بخش دیتے ہیں سو وہ کس طرح اس عذاب سے رہائی پا کر نکل آیا تھا۔ اب دشت غریبی کی اس آبلہ پا مسافر کو سائباں کی تلاش سرگرداں رکھ رہی تھی وہ جان ہتھیلی پر لئے صحرا میں خشک پتے کی طرح اڑا پھر رہا تھا جس پہ روندے جانے کا خوف طاری ہو زندگی بہت انمول چیز ہے۔ اسے بلا رہی تھی اور موت سیاہ کفن اوڑھے اس کے تعاقب میں تھی اور وہ دو آنکھوں کے حصار پر انوار میں تھا۔ اس نے کئی در کھٹکھٹائے کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ پیچھے مڑ کر دیکھتا تو درزنداں میں جھولتا پھندا اس کے پیروں تلے سے زمین نکال لیتا اور وہ مزید گے بھاگتا چلا جاتا وہ پاکستان کے سابقہ صدر کے دروازے پر بھی گیا اسے پناہ چاہئے تھی صدر نے اسے ازراہ ہمدردی رقم کی پیشکش کی۔ جنگل کے اندھے قیدی کو اگر ہیرے بھی مل جائیں تو وہ اس کیلئے بے معنی ہیں اس کی بھوک نہیں مٹا سکتے۔ اس نے رقم لینے سے انکار کر دیا اور بے مراد شکستہ پا خارزار حیات میں خود کو گھسٹتا ہوا چل دیا۔ ایسے میں چشمان رحمت نے مسیحائی کی ادھر شکستہ دل عاصی پر خطا کے ذہن کے خشک تاریک بیاباں میں ایک چاند طلوع ہوا جس نے اسے امید کے اجالے بخشے وہ اس گوشہ عافیت کی

جانب سفر کرنے لگا۔ یہ خیال حضرت سید ولی محمد شاہؒ کے آستانہ کرم کا تھا جس نے آندھی ابرزدہ شخص کو سائباں کی راہ سمجھا دی۔

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع
جو میرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

غرض یہ کہ وہ آپؒ کی سرکار میں آن پہنچا اور سرخم آبلہ پا آپ کے حضور سایہ رحمت میں آیا ہے۔ کاش میں سنگ در تیرا ہوتا۔

تیری دہلیز چومتا ہوتا
ہوتا طاہر تیرے فقیروں میں
تیرے دربار میں کھڑا ہوتا

میں بحیثیت رقم الطروف اس واقعہ کا چشم دید گواہ ہوں۔ مسافت خارزار سے اس کے پاؤں میں آبلے پڑے ہوئے تھے جس کی وجہ سے وہ چلنے میں دشواری محسوس کر رہا تھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نیم کے درخت کے سائے تلے جلوہ افروز تھے۔ منزل پر پہنچ کر اس کی ساری قوت برداشت جواب دے گئی اور سفر خارزار کی مسافت کے عذاب خواب بن گئے۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا قدموں میں آن گرا اور زار و قطار رونے لگا۔

حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ نے شفقت سے اسے دیکھا "کیا ماجرا ہے؟ آپ نے مخصوص دھیمے لہجے میں دریافت کیا۔ کیوں چشم بہ گریہ ہو" اس نے بے قراری سے عرض کیا" خالی دامن ہوں بس یہی سوغات رہ گئی ہے میری ہمسفر زندگی میں تلخ یادوں کے سوا کچھ بھی نہیں "حضور عاصی ہوں خطا کار ہوں" انہی خطاؤں کی پاداش میں مجھے موت کی تاریک وادیوں میں دھکیل دیا گیا ہے "میرے پیچھے موت ہے" اپنا بھیانک چہرہ لئے میرا تعاقب کر رہی ہے لیکن میں مرنا نہیں چاہتا میں مرنا نہیں چاہتا اس نے اپنی تمام داستان سنا دی۔

"ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم نے زندگی کا پیرہن اوڑھ تو لیا ہے لیکن ہم حقیقت سے روگردانی کرنے لگے ہیں جس انمول شے کا وجود نہیں۔ وہ اس ذات نے ہمیں بغیر کسی مطلب کے عطا فرمائی اور ہم اس مالک کی نافرمانی کرنے لگے تو وہ اسے لینے میں حق بجانب ہے۔

### کل نفس ذائقه الموت

وہ ہادی برحق فرماتا ہے۔ اللہ کے نافرمان لوگوں کا شہر میں چلنا پھرنا تم کو کسی دھوکے میں ڈال دے۔ یہ محض چند روزہ زندگی کا تھوڑا لطف ہے پھر ان کا ٹھکانا دوزخ ہی ہوگا۔ جو بدترین آرامگاہ ہے برعکس اس کے جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ ان کیلئے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان باغوں میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی مہمانی ہوگی اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے نیک لوگوں کیلئے ہے وہی سب سے بہتر ہے تمہیں آخرت کی سرخروئی درکار ہے یا پھر چند روزہ زندگی کا لطف۔ صوفی سردار گڑگڑایا ''حضور مجھے بچا لیجئے...... کیا میں اتنے جرم کرنے کے بعد بھی روز محشر سرفراز ہو سکتا ہوں؟ ''کیوں نہیں! دنیا و آخرت کی کھیتی ہے۔ خالق کائنات نے قرآن مجید میں سرور کونین سیدالمرسلینؐ کے بارے فرمایا'' اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔'' ''حضور میرے جرم تو پہاڑوں سے بھی بڑے ہیں۔ قتل' ڈاکے' چوری' راہزنی کونسا جرم ہے جو میں نے کیا ہوں۔'' فرمایا! یہ بھی تو دیکھ اس کی رحمت کتنی وسیع ہے۔'' آپؐ دامن کریمی کتنا وسیع ہے۔ اس خالق کا ارشاد ہے'' توبہ ان لوگوں کیلئے نہیں ہے جو برابر گناہ کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت کا وقت آ جائے تو اس وقت وہ کہے کہ میں توبہ کرتا ہوں'' اور اسی طرح توبہ ان لوگوں کیلئے بھی نہیں جن کو حالت کفر میں موت آ جائے۔ ایسے لوگوں کیلئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' توبہ کا در تو تمہارے لئے کھلا ہے۔ ''صوفی سردار'' مجھ پر تقصیر کی تو یہ بھی علم نہیں ''حضور'' میں تو جرم اور زندگی و موت کے مفہوم سے ہی ناآشنا رہا'' آپ نے میری آنکھیں کھول دیں۔ آپ ہی کا دامن کریمی مجھے عذاب حشر سے بچا سکتا ہے۔'' میری تو توبہ بھی شاید شرف قبولیت حاصل نہ کر سکے۔ اس ارحم الرحمین کی رحمت سے مایوس نہیں ہوا کرتے ''صوفی سردار'' یاد رکھوں کہ یہ سب اس کی توفیق ہے'' وتعزمن تشاو تذل من تشاء اس کی قدرت میں کسی کو دخل نہیں۔ اس کی رحمت سے مایوس نہ ہو لیکن یہ بھی یاد رکھو کہ ہر عمل کا حساب ہونا ہے اور حساب کا ایک وقت مقررہ ہے'' حضور مجھے پناہ دیجئے'' آپ نے اپنا دست شفقت اس کے سر پر رکھا اور فرمایا'' شانت ہو جاؤ شانت ہو جاؤ'' ہم تمہیں با امر الٰہی اس مقررہ وقت تک پناہ ضرور دیں گے ورنہ ہم کیا ہماری

مجال کے اس مالک کے امر کے خلاف کوئی عمل کرسکیں۔ انسان کیلئے وہی قسمت ہے جو وہ کرتا ہے جو بوئے وہی کاٹے گا۔ اگر وہ گلاب کا بیج بوتا ہے تو گلاب کی خوشبو ہی اس کا مقدر ہے۔ زمین وہی ہے یہاں فرمانبردار بھی ہیں اور نافرمان بھی۔ خدا میں اپنے فرمانبردار بندوں میں رکھے۔ آپ نے صوفی سردار کو ایک تعویز عنایت کیا اور گلے میں پہننے کی ہدایت فرماء۔ جاؤ جو وقت تمہاری حیات کیلئے قسام ازل نے لوح محفوظ پر لکھا دیا ہے اس وقت تک تم صعوبتوں اور آلام سے محفوظ رہو گے لیکن یاد رکھنا کہ موت برحق ہے جس سے فرار ممکن نہیں۔ خدا تمہیں ہدایت دے بس پھر وہ تعویز اس کیلئے چادر سلیمانی بن گیا۔ کئی مرتبہ پولیس والوں سے آمنا سامنا ہوا لیکن یہ آزادی سے گھومتا رہا اور پولیس والے اسے دیکھ کر بھی نہ دیکھ سکے۔

میں اب سمجھا کہ دنیا کچھ نہیں دنیا میرا دل ہے
بدل جانے سے اس کے رنگ ہر اک چیز کا بدلا

تاریخ معرفت میں ایک ایسا واقعہ خواجہ حبیب عجمیؒ اور حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے درمیان پیش آیا۔ اسلام کے بے رحم، سفاک اور سنگدل کردار حجاج بن یوسف کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ جنگوں کے علاوہ حالت امن میں اس نے ایک لاکھ بیس ہزار آدمی قتل کئے۔ 54 سال کی عمر میں موت منڈلائی تو دہکتی ہوئی انگھیٹیوں کے درمیان بھی اس کی سردی کم نہ ہوئی۔ کانپتے اور ٹھٹھرتے ہوئے چیختا تھا یا رب! مجھے بخش دے کیونکہ عوام کہتے ہیں کہ تو مجھے نہیں بخشے گا۔ حضرت حسن بصریؒ سے حجاج کی اس کیفیت کا حال بیان کیا گیا تو میدان ہو کر بولے کیا واقعی اس نے یہ کہا؟ ہاں اس نے ایسا ہی کہا ''تو'' فرمایا پھر شاید پھر شاید جس کو موت یاد نہ ہو اس کی مغفرت کیسی۔

حجاج کسی بات پر خواجہ حسن بصریؒ سے ناراض ہو گیا۔ چند سپاہی بھیجے کہ حسن بصریؒ کو گرفتار کر کے میرے روبرو پیش کرو۔ اس حکم کی خبر خواجہ حسن بصریؒ کو ہوئی تو وہ اپنی خانقاہ سے نکل کر حبیب عجمیؒ کی خانقاہ میں پہنچے اور ان سے کہا ''ٹھیک ہے جن لوگوں کو یہ معلوم تھا کہ حسن بصریؒ حبیب عجمی کی خانقاہ میں پناہ گزیں ہیں انہوں نے حجاج کے سپاہیوں کو بتا دیا کہ حسن بصریؒ خواجہ حبیبؒ کی خانقاہ میں روپوش ہیں۔ سپاہی حبیب عجمیؒ کی خانقاہ میں جا پہنچے۔ سپاہیوں نے حبیب عجمیؒ سے پوچھا ''یہاں خواجہ حسن بصریؒ آئے تھے'' آپ نے

فرمایا ''ہاں یہاں آئے تو تھے'' یہ جواب خواجہ حسن بصریؒ نے بھی سنا اور پریشان ہو گئے۔ پھر وہ کہاں ہیں آپ نے جواب دیا جب وہ یہاں آئے تھے تو یہی ہوں گے تلاش کرلو۔ خواجہ حسن بصریؒ نے اپنی گرفتاری کو یقینی سمجھ لیا۔ سپاہیوں نے خانقاہ میں گھس کر تلاش شروع کر دی۔ خواجہ حسن بصریؒ جہاں بیٹھے تھے سمٹ سکڑ کر بیٹھے رہے۔ ایک سپاہی کا ہاتھ خواجہ حسنؒ کے شانے سے ٹکرایا لیکن وہ آپ کی موجودگی سے لاعلم رہا۔ خواجہ حسنؒ سپاہیوں کو نظر نہیں آ رہے تھے۔ ایک سپاہی نے کہا تم تو کہہ رہے تھے کہ خواجہ حسن بصریؒ یہاں آئے تھے تو کہاں ہیں۔ آپ نے کہا ''میں اب بھی کہہ رہا ہوں وہ یہاں آئے تھے'' سپاہی نے کہا ''تم نے حسنؒ کو باہر جاتے دیکھا حبیب عجمیؒ نے کہا میں نے حسنؒ کو خانقاہ میں آتے دیکھا لیکن باہر جاتے نہیں دیکھا۔ سپاہی نے اس کا مطلب ہے وہ اب بھی یہاں موجود ہیں۔ حبیب عجمیؒ نے جواب دیا میں سو بار کہوں گا خواجہ حسن بصریؒ یہاں آئے تھے۔ خواجہ حسن بصریؒ کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی وہ دل میں سوچ رہے تھے کہ حبیب عجمیؒ ان کو گرفتار کروانا چاہتے ہیں۔ سپاہیوں نے دوبارہ تلاشی لی مگر وہ نظر نہ آئے۔ سپاہیوں نے کہا وہ نظر نہیں آ رہے۔ حبیب عجمیؒ نے جواب دیا اس میں میرا کیا قصور ہے۔ سپاہی واپس چلے گئے حسن بصریؒ باہر نکلے اور شکایتاً کہا آج تو آپ نے پکڑوا ہی دیا تھا۔ آپ نے کہا وہ کیسے ''خواجہ حسن بصریؒ نے کہا'' آپ بار بار یہی کہہ رہے تھے کہ حسنؒ یہاں آیا تھا یہی موجود ہے باہر نہیں گیا یہ سب کیا ہے؟ کم از کم استادی شاگردی کا خیال کیا ہوتا آپ نے کہا میں جھوٹ نہیں بول سکتا۔ یہ اس سچ کا کرشمہ ہے جو آپ گرفتار ہونے سے بچ گئے۔

انسان کی زندگی میں ایسے حادثات و واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں اور ہوتے رہیں گے لیکن اولیاء اللہ رضا الٰہی کے تابع ہو کر سر تسلیم خم کرتے ہیں اور عام انسان بغاوت پر اتر آتا ہے۔

حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ بچپن سے جوانی تک اور آخری ایام تک نیکی کا پرچار کرتے رہے جو لوگ تسلیم و رضا کے خنجر سے قتل کر دیئے گئے ان پر کبھی موت نہیں آتی۔ وہ ہر زمانے میں زندہ رہتے ہیں اور انہیں غیب سے نئی زندگی بخش دی جاتی ہے۔ کامل پیر و مرشد کی مریدوں کے ساتھ وابستگی محبت اور شفقت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ مرید کو

اپنی نگاہ میں رکھتے ہیں ایک لمحے کیلئے بھی ان کے حالات سے بے خبر نہیں رہتے۔

حال پر اپنے توجہ کی نظر تھی جن دنوں
آفتاب ذرہ پرور جلوہ جانا نہ تھا

حضرت سید ولی محمد شاہ قدس اللہ سرہ العزیز کا ایک مرید نصیر اپنی بیوی کنیز سے اکثر جھگڑا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ بات حد سے بڑھ گئی۔ بیوی کنیز مشتعل ہو کر گھر سے نکلی۔ نصیر بھی اس کے تعاقب میں اس کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ گھر کے کچھ فاصلے پر نہر بہہ رہی تھی نصیر کی بیوی بھی اسی سمت جا رہی تھی۔ سو نصیر سخت مشتعل تھا۔ غصے، طیش، اشتعال نے دونوں کی عقلوں پر پردے ڈال دیئے تھے۔ نصیر نے صلح صفائی کی کوشش کی لیکن وہ بیوی کے اشتعال کی آگ کو بجھانے میں بری طرح ناکام رہا تب نصیر نے غصے میں طنطناتے ہوئے کہا ''تو پھر ڈوب مرو اگر میری منت سماجت پر کان دھرنے کو تیار نہیں۔ اشتعال کے خطرناک جذبے سے لبریز بیوی پر ان الفاظ نے بری طرح اثر کیا اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ نہر میں چھلانگ لگا دی۔ دوسرے ہی لمحے وہ عمیق اور گہری نہر کی آغوش میں غوطے کھا رہی تھی۔ نصیر کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا گویا وہ کسی بھیانک خواب سے بیدار ہوا۔ اس نے تو ایسا سوچا بھی نہ تھا۔ سچ ہے غصہ عقل کو کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ شوہر بیوی کو بچانے کی خاطر نہر میں کود گیا اور غوطے کھاتی بیوی کو بچانے کی سعی کرنے لگا۔ دیکھنے والے بے ہوش رہے تھے کہ شوہر اس نہر میں جہاں اونٹ اترے تو اس کی گہرائی میں گم ہو جائے یوں کھڑا تھا کہ پانی اس کے گھٹنوں کو چھو رہا تھا کچھ دیر کی کوشش کے بعد وہ بیوی کو واپس لانے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ اس شخص کا کمال نہ تھا ظاہری نظر نے یہی دیکھا لیکن بچانے والے وہ تھے جس کے دست مبارک میں اس کی ڈور تھی۔

ہاتھ ان کا وہی خدا کا ہاتھ
بات ان کی کلام ربانی

جی ہاں! یہ جگہ گوشۂ غوث الاعظمؒ سید ولی محمد شاہ قدس سرہ العزیز تھے۔ آپ نے کڑے وقت میں مرید کی مدد فرمائی کیونکہ غصے کی آگ جب سرد ہوتی ہے تو تاسف اور شرمندگی کی مدوجزر اسے اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ آپ نے پرواز کشف کے ذریعے

مرید نصیر کے ذہن کو مائل کیا یہ اس پر احسان تھا۔ کشف کے ذریعے اس کے گھر گئے اس کی ماں سے فرمایا جب تمہارا بیٹا گھر آئے تو اسے سمجھانا کہ یونہی اشتعال میں نہ آیا کرے آج تو اللہ نے سبب بنایا لیکن اگر اس نے اپنی روش نہ بدلی تو نتائج اس کے حق میں نہ ہوں گے۔ پیر و مرشد کی یوں اچانک شرف دیدار بخشنے پر مرید نصیر کی ماں پر شادیٔ مرگ کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اس نے دیکھا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے جوتے گیلے تھے اور آپ کی چادر کا کونا بھی تر تھا۔ آپ یہ فرمانے کے بعد جس طرح خوشبو کے جھونکے کی طرح آئے تھے اسی طرح رخصت ہو گئے۔ عمر رسیدہ خاتون نے جو دیکھا وہ سید ولی محمد شاہؒ کا روحانی کشف تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ آپ کو بارگاہ غوثیہ میں بلند مقام حاصل تھا۔ ادھر مرید پر جذبات کی وہ اجنبی کیفیت گزر گئی جس چیز نے اس کے ذہن کو جھنجھوڑا وہ احساس حیرت تھا یہ سب کیسے ہوا وہ کیا گزرا تھا اور بیوی کا رد عمل کیا تھا۔ پھر یہ اور حیرانی کی بات کہ بالفرض بیوی نے چھلانگ لگائی تو اس میں ہمت کہاں تھی کہ وہ اس کے پیچھے نہر میں کودا اسے بچانے کی سعی کرتا اس کے سلگتے جذبات پر برف کی سیل کیسے آ گری۔ غصے کی آگ کیسے بجھ گئی یہ وہ سوال تھا جس کا جواب اس کے پاس نہ تھا وہ کیسے سمجھ سکتا تھا کہ یہ کرم فرمائی کس کی ہے وہ ہستی جو ہر اک کیلئے ماں کی طرح مہربان اور باپ کی طرح شفیق ہے۔ یہ ہستی حضرت سید ولی محمد شاہ قدس اللہ سرہ العزیز کی تھی جب وہ گھر پہنچا ماں نے حکم مرشد سامنے بیان کر دیا۔ گویا حقیقت کو عیاں کر دیا آج ہم نے اس کی زندگی کی قیمت چکا دی ہے۔ آئندہ نتائج اس کے خلاف ہوں گے اب بھی اس کی عقل پر پردے پڑے ہوئے تھے۔ اس نے ماں کو نفی مین جواب دیا ''یہ کیسے ہو سکتا ہے'' ماں نے جواب دیا ''تم ان کے گیلے جوتوں کے نشاں فرش پر دیکھ سکتے ہو'' وہاں جوتوں کے نشان اپنی موجودگی کا ثبوت دے رہے تھے۔ حقیقت اس پر آشکارہ ہو گی اس کے دل میں احساس پیدا ہوا کہ یہ تو ان کی کرم فرمائی تھی ورنہ میں کہاں اس قابل۔

یہ سب تمہارا کرم ہے آقا کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے
میں اس کرم کے کہاں تھا قابل حضور کی بندہ پروری ہے

نصیر کی آنکھیں بھیگ گئی ''مریدی لاتخف'' اے مرید غم نہ کر کہ تیری دستگیری وہ ذات ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی بے بہا کرم فرمائی ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت سید ولی محمد شاہ قدس اللہ سرہ العزیز ایک علمی، ادبی اور مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے اور پیچیدہ مسائل کا حل بڑے احسن طریقے سے کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے سوال کیا موت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ''زندگی صرف مادی لباس ہے مادی لباس اتار کر روحانی لباس پہنے کا نام موت ہے۔ موت کے بعد روح صرف قفص عنصری سے ہی نہیں بلکہ قید و مکاں سے نکل جاتی ہے۔ مومن کی موت عین زندگی ہے۔ موت کے بعد انسان روح کی آنکھوں سے کائنات کا مشاہدہ کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

جو خدا کے بندے موتو قبل ان تموتو کی منزل طے کر لیتے ہیں ان کیلئے موت کوئی اجنبیت نہیں رکھتی اگر آپ کے روحانی مقام کو دیکھا جائے تو روحانیت کا طویل سلسلہ چل نکلے گا اور قلم عاجز ہو جائے گا۔

شہر چشتیاں شریف روحانیت کا مرکز جہاں حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ محو استراحت ہیں۔ حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ العزیز نے وہاں جانے کا قصد کیا۔ دربار سے ملحقہ مسجد کے قریب سواری رکوائی اور مریدین سے فرمایا 'ہمیں مسجد تک جا رہا ہوں جو میرے ساتھ آنا چاہے بعد شوق آئے۔'' مریدین نے عرض کی ''حضور'' ہم خواجہ صاحبؒ کے حضور سلام کر آئیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ مسجد کے ایک گوشہ میں جلوہ افروز ہوئے آنکھیں بند کیں اور عام بالا کی سیر کرنے لگے۔ کچھ ساعتیں گزریں کہ ولی کامل حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ مجسم صورت میں جلوہ گر ہوئے اور آپ سے مصافحہ کیا اور آپ کے قریب جلوہ افروز ہوئی۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے آپ کو کس طرح مخاطب کیا۔ کس طرح بالمشافہ ملے یہ وہی علم رکھتے ہیں عام نظریہ کشف روحانی کا سفر اور پرواز سفر نہ دیکھ سکے۔ مریدین جب واپس آئے تو ان کی نظروں نے ایک نورانی صورت درویش صفت شخصیت حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ کے ہمراہ نشست افروز دیکھا۔ مریدین کے آتے ہی انہوں نے حضرت شاہ صاحب سے اجازت چاہی اور تبسم کا نور بکھیرتے ہوئے خوشبو کے جھونکے کی مانند رخصت ہو گئے۔ مرد باصفا **قدوۃ الاولیاء والعارفین** حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ نے تبسم ریز انداز میں مریدین سے فرمایا۔

حاضری ہو گئی مریدین نے عرض کی ''جی حضور'' آپؒ نے اسی نورانی مسکراہٹ سے

بھرپور لہجے میں فرمایا ملے خواجہ صاحبؒ سے اور خود ہی فرمایا ''آج خواجہ صاحبؒ کو سبز آسمانی کرتا بہت بج رہا تھا'' مریدین کے ذہنوں میں جھماکا سا ہوا۔ اس نورانی صورت کا پیکر ان کا تصور میں لہرایا جو حضرت شاہ صاحبؒ کے ساتھ نشست افروز تھے اور خوشبو کے جھونکے کی طرح رخصت ہو گئے۔ مریدین کو ملال ہوا کہ جب حضرت شاہ صاحبؒ نے ان کو مسجد چلنے کی دعوت دی تو تو انہوں نے کیوں نہ لبیک کہا صد افسوس کہ وہ خواجہ صاحبؒ کے دربار پر پیشانی رگڑتے رہے اور قبلۂ عالم حضرت سلطان العصرؒ سے راز و نیاز گفت وشنید میں مشغول رہے یہ کرامت حضرت شاہ صاحبؒ کی روحانی عظمت کی گواہی و دلیل ہے۔

یہاں یہ خیال رہے کہ حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ اور حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ کے ادوار معرفت میں تاریخی اعتبار سے خاصا فرق ہے۔ ایسے میں ان کی ملاقات کا تصور حیرت انگیز ہے لیکن اہل دل جانتے ہیں کہ یہ سلوک و معرفت کا مرحلہ خاص ہے۔ ایک خاص روحانی سلسلہ ہے۔ ایک ربط خاص ہے کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ' خدا رسیدہ ہستیاں زمان و مکاں کی قیود سے لاپرواہ بے نیاز ہوتی ہیں یہ روحانیت کا خاص قانون ہے۔

اگر حضرت شیخ محمد غوث گوالیاریؒ وصال کے بعد حضرت بابا بلھے شاہؒ سے ملاقات کر سکتے ہیں تو یہ کوئی ایسا واقعہ نہیں جس کو جھٹلایا جا سکے یہ تو کشف و کرامات کے وہ سلسلے ہیں جن کو دولت ایمانی سے سرشار مومن ہی سمجھ سکتے ہیں۔ یہ آپ کے شیخ کا فیض روحانی تھا جہاں تک خواجہ صاحبؒ سے ملاقات کی بات ہے تو تصوف کی تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔

حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کے والدین نے آپ کا نام بہیل رکھا مگر آپ کے مرشد حضرت شاہ فخر الدین محبؒ نبی نے نور محمد رکھا۔ آپ کے والد کا نام ال تھا اور والدہ عاقل بی بی کھرل قبیلے سے تعلق تھا۔ **1739**ء میں قصبہ چوٹالہ جو مہار شریف کی جانب ہے میں پیدا ہوئے۔ حافظ محمد سمعود سے قرآن حفظ کیا۔ مزید تعلیم کیلئے ڈیرہ غازی خاں تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے شرح حاجی ملا پڑھی۔ ڈیرے سے لاہور اور پھر دہلی تشری فلے گئے۔ وہی آپ نے حضرت شاہ فخر الدین محب نبیؒ سے بیعت کی۔ یہ واقعہ **1751**ء کا ہے یہ بیعت حضرت بختیار کاکیؒ کے مزار پر ہوئی۔ بعد میں حضرت شاہ سلیمان تونسویؒ آپ سے بیعت ہوئے۔ غرض آپ نے **1791**ء میں وفات پائی۔ آپ کا مزار چشتیاں شریف میں

ہے۔اس قصبہ کو تاج سرور بھی کہتے ہیں جو بابا صاحبؒ کے پوتے اور شیخ بدرالدین سلیمان کے بیٹے تاج سرور کے نام سے موسوم ہے۔

فقراء کا گروہ ایسا ہے کہ ان کا ہم نشیں کبھی بدکار اور ناامید رہ نہیں سکتا۔ یاد رکھیں کہ صالحین کی محبت انسان کو صالح بنا دیتی ہے۔اس لئے کہ یہ منفرد نفوس قدسیہ بارگاہ رسالتؐ میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ایک مرید چشم نم حاضر خدمت ہوا دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ سخت پریشان ہے اس پر ایف آئی یو والوں نے فرضی کیس کر دیا اور وارنٹ گرفتاری جاری کر دیئے ہیں۔مرید کو جب اس ناگہانی صورتحال کا مسئلہ ہوا تو وہ بے حد پریشان ہوا آزردگی اور مایوسی اس کے چہرے سے عیاں تھی۔ حالات کی اندھیر نگری میں عقل و دل نے اسے ایک جائے عافیت کا راستہ سمجھایا۔ وہ اپنی امیدوں کے چراغ لئے پیر و مرشد حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنی التجاؤں بھرا عرض نامہ آپ کے گوش گزار کیا۔

اے مرے سرمایہ دنیا و عقبی لطف کر
اے مرے مولا مرے صاحب ادھر بھی کر نظر

حضرت شاہ صاحبؒ نے شکستہ دل کی فریاد سنی اور تسلی و تشفی کے کلمات سے مرید کے خانۂ دل کے مایوسی کے گڑھوں کو پر کرنے کی کوشش کی۔مرید شکستہ دل پرسوز لہجے میں بولا ''سرکار کیا کروں کہاں جاؤں یہ بدمعاش لوگ ہر قید و قانون سے آزاد ہیں کسی کو گرفتار کر لیتے ہیں۔پھر سوچتے ہیں کہ اس پر کون سا فرد جرم عائد کریں۔شہر میں یوں دندناتے پھرتے ہیں جیسے جنگل میں خوں آشام درندے۔

کسی کو رنگ سے مطلب کسی کو خوشبو سے
گلوں کے چاک گریبان کی بات کون کرے

''اسی طرف ہم قانون کو دیکھتے ہیں تھانوں میں رپورٹ دیں یا عدالت میں دھائی ''حضور!'' وہ لوگ اور ہیں جو حاکم سے فریاد کرتے ہیں۔ ہمارا تو سب کچھ آپ ہیں آپ ہی میری بگڑی قسمت بنا سکتے ہیں'' اس کے لہجے میں حزن و ملال جھلک رہا تھا۔آپ نے پرسکون لہجے میں فرمایا ''بنانے والی ذات تو وہ ہے ہم انسان تو کبھی کو کچھ بنانے کی قدرت نہیں رکھتے ہم تو اوپر والے کے نام عرض بھیج دیتے ہیں اور اس کے آسرے پر بیٹھ جاتے

ہیں۔'' اور ہم آپ کے آسرے پر بیٹھے ہیں۔ ''حضور میں نے تو اپنی کشتی آپ کے بھروسے پر چھوڑ دی ہے۔'' خوف زدہ نہ ہو ہم دعا کرتے ہیں باقی جیسے کاتب تقدیر کو منظور!'' حضور! آپ نے منظور کر لیا ہماری تسلی کیلئے اتنا کافی ہے۔ آگے آپ کی دعا جانے اور رب تعالیٰ گدا کو اس سے کیا غرض کہ مالک وسخی کے پاس کیا کہاں سے آتا ہے۔'' تم کیا چاہتے ہو ''سرکار! ان جیسے لوگوں کو جب تک یہ احساس نہیں ہوتا کہ مقابل کتنا طاقتور ہے یہ جارحیت سے باز نہیں آتے۔ مرید پر جوش لہجے میں بولا حضرت شاہ صاحبؒ کے چہرے پر کئی رنگ آ کر گزر گئے۔ جب شام کے گہرے سناٹے اترنے لگے ہیں جب رات قبر کے اندھیرے سے بھی کالی ہو جاتی ہے تو چراغ روشن کئے جاتے ہیں اور اندھیروں کو شکست دی جاتی ہے۔ آخر کار آپ نے سر اٹھا کر ارشاد فرمایا ''مصیبت کے بادل چھٹ گئے باطل کی اندھیری قبر کا سینہ چیرنے کیلئے ایمان کی موہوم سی کرن کافی ہوتی ہے جاؤ ہم نے کیس کی مطلوبہ فائلیں جلا دیں اور ہماری آنکھیں اس آفیسر کو انجانی مصیبت میں پھنسا ہوا دیکھ رہی ہیں۔'' حضور! انجانی منزلوں کو تو آپ کا غبار راہ ہی جاتا ہے آپ تو واقف حال وحق ہیں۔'' فرمایا ''یاد رکھو! خدائے واحد پر زبردست ایمان و ایقان ہی میں ہماری پریشانیوں کا حل ہے۔'' یاد رکھو کہ جو انسان نفساتی خواہشات کیلئے اپنے جیسے انسانوں کا خون بہانے سے دریغ نہیں کرتا جو اکڑ کر چلتا ہے وہ ایسا گرتا ہے کہ پھر سنبھل نہیں سکتا۔'' مرید کے ذہن سے غبار چھٹ گیا اور قدم بوسی کی اور آپ کی بارگاہ سے شاداں وفرحاں چلا آیا۔ رات کی تاریکی میں اسے دو سائے نظر آئے۔ جب وہ قریب آیا تو وہ سائے سامنے آگئے اور بولے ''چودھری! کہاں سے آرہے ہو' وہ ایف آئی اے والے تھے۔ مرید نے کہا ''ایک مرد حق کی بارگاہ سے آرہا ہوں'' اہلکار نے کہا ''ارے تمہارے جوتے کہاں ہیں'' مرید نے کہا ''جہاں تم جیسے چور ڈاکو ہوں وہاں جوتے تو کیا پورے انسان کی زندگی کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔'' بڑی بڑی باتیں کرنے لگے ہو اس نے شکن آلودہ نظروں سے دیکھا۔ ظاہر ہے اس کو یہ بات ناگوار گزری تھی۔ اہلکار نے غضبناکی سے کہا کل کا دن تمہارے لئے بری خبر لائے گا لیکن اسے کیا معلوم کہ حالات یکسر بدل چکے ہیں وہ اپنی ترنگ میں تھا۔ الصبح اس کو احساس ہوا کہ بدلتے حالات سے ناآشنا نگاہیں ایک ولی کے مقام کو سمجھنے میں ناکام رہیں۔

درحقیت ادھر لب ہلے اور ادھر اس کی تقدیر پر چھائے کالے بادل چھٹ گئے۔

چاہتا ہے جب مسبّب آپ ہوتا ہے سبب
دخل اس عالم میں کیا ہے عالم اسباب کا

اس مرید کے ہونٹوں پر بے ساختہ تبسم مچلا اور دل پکار اٹھا ''ولی کو پہچاننے والی نظر ہر کسی کو کہاں میسر اور نہ ہی بزرگی ہر کسی کو ملتی ہے۔ کبھی کبھی دنیا کے جہنم سے گزرنا پڑتا ہے جہاں پاؤں لہولہان ہو جاتے ہیں'' ولی کی دعا کا اثر تھا کہ رات کے آخری پہر مطلوبہ ریکارڈ جل کر راکھ کا ڈھیر کی صورت اختیار کر گیا۔ یہ کیسے ہوا اس کا علم بس خدا جانے یا اس کا پیارا بندہ۔ یہ ولی کی زبان سے نکلے ہوئے لفظوں کا کمال تھا۔

غوث العباد حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ العزیز نے کبھی اپنی تشہیر کی کوشش نہیں کی لیکن مشک کب چھپتی ہے۔ خوشبو پھول کو ظاہر کر ہی دیتی ہے۔ آپ کے روحانی تصرف اور کرامات کا سلسلہ زبان خاص و عام ہو گیا۔

حضرت سید ولی محمد شاہ قدس اللہ سرہ العزیز نے سیاست میں کبھی دلچسپی نہیں لی۔ علامہ اقبال نے سیاست سے جدا دین کو چنگیزی قرار دیا لیکن آپ نے اسے کبھی زیادہ اہم نہیں سمجھا۔ آپ کے نزدیک دین کی اصل صرف اور صرف تصوف و روحانیت ہے۔ سیاست اس کا تضاد ہے چونچہ آپ نے ہی کبھی صاحب اقتدار طبقے سے زیادہ سلام دعا رکھی اور نہ ہی ان سے کوئی توقعات وابستہ کیں۔ یہ اور بات ہے کہ یہاں کے سیاستدان آپ کے روحانی جلال اور تصرف کے قائل اور عقیدت مند تھے لیکن مجال ہے آپ نے کبھی ان سے اپنے کسی ذاتی کام کے بارے میں کہا ہو بلکہ وہ لوگ آپ سے استدعائے دعا کرتے اور الیکشن کے دنوں میں منت سماجت کر کے آپ کو اپنے ساتھ لے جاتے۔ آپ جس کی حمایت فرماتے وہ اس کی جیت کی ضمانت ہوتا۔ بھٹو کے عروج میں جو انتخابات ہوئے ان میں بھٹو پارٹی نے تمام ملک سے بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل کی۔ حتیٰ کہ ایسے ایسے امیدوار جنہیں عوام جانتے تک نہیں تھے محض بھٹو کے انتخابی نشان کے باعث کامیاب ہوئے۔ ایسے میں بہاولنگر افضل وٹو کو ناکامی ہوئی۔ پورے پاکستان میں یہ واحد سیٹ تھی جو بھٹو کی پارٹی کو حاصل نہ ہوئی۔ بھٹو نے اس پر حیرت کا اظہار کیا اور ہدایت کی کہ معلوم کیا

جائے کہ اس ناکامی کی وجوہات کیا ہیں۔ معلوم ہوا کہ منتخب نمائندے پر علاقے کے محبوب صوفی بزرگ حضرت سید ولی محمد شاہ قدس اللہ سرہ العزیز کی مہربانی کی نظر ہے اور اہلیان علاقہ کا عقیدہ ہے کہ جس پر آپ دست شفقت رکھ دیں وہ کبھی ناکام نہیں ہوسکتا۔ یہ خبریں بھٹو تک بھی پہنچی تو بھٹو کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ آپ سے ملاقات کی جائے۔

تماشا دیکھنا منظور ہو تو مل فقیروں سے
کہ چٹکی خاک کو لے ہاتھ میں اکیسر کرتے ہیں

عموماً درویش شاہیان وقت سے ملنا پسند نہیں کرتے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ بادشاہ گردنیں ضم کئے ان درویشوں کی مجال میں برہنہ پا شریک ہوتے۔ پیشتر سلاطین وقت کو ان کے مناصب تک پہنچانے میں درویش اور اولیاء کرام کا ہاتھ رہا ہے۔

بھٹو صاحب جب بہاولنگر آئے تو آرزو ہوئی کہ حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ سے ملاقات کی جائے۔ لٰہذا گاڑی پیر شاہ بھیجی گئی۔ حضرت شاہ صاحبؒ وظیفے میں مشغول تھے ''فرمایا ابھی فراغت نہیں۔

یہ ذکر نیم شبی یہ مراقبے یہ سرور     تیری خودی کے نگہباں اگر تو کچھ بھی نہیں

جس وقت ذکر خدائے فرصت دی سوچیں گے جب آپ ذکر سے فارغ ہوئے تو بھٹو کی دعوت کو شرف قبولیت بخشا اور بہاولنگر ریسٹ ہاؤس میں تشریف لے گئے۔ بھٹو صاحب آپ سے بے حد متاثر ہوئے اور پارٹی کیلئے دعا کی درخواست کی۔ اس کے علاوہ مراعات کی پیشکش کی لیکن آپ نے قبول نہ کیا'' بھٹو نے کہا کسی سڑک یا کسی کام کے متعلق حکم فرمائیں ہمارے لئے باعث افتخار ہوگا۔ آپ نے نرمی سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ہمارے لئے اللہ ہی کافی ہے اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں۔ یوں بھی غوث پاکؓ کی عنایت سے کسی کی محتاجی نہیں، آپ کی پیشکش کا شکریہ

اے تاج شہ نہ سر کو فرولاؤں تیرے پاس
ہے معتقد فقیر نمد کی کلاہ کا

سلطان العصر حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ کی پوری زندگی ایک خاص نظم وضبط میں گزری۔ حضرت شاہ صاحبؒ کو زندگی میں پہلی اور آخری بار چارپائی پر دراز اس وقت دیکھا

جب آپنے اپنی جان جان آفرین کے حوالے کر چکے تھے۔نصف صدی سے زائد عرصے تک بیماری اور نقاہت کے باد جود لوگوں سے میل میلاپ رکھا اور کئی کئی گھنٹے محفل میں براجمان رہے اور اللہ رسولؐ کی باتیں آپ کا موضوع ہوتا۔آپ فرماتے اولیاء کرام انسان کے دل میں عرفان الہٰی اور محبت رسولؐ کا شعور اجاگر کرتے ہیں۔اب یہ انسان کے ظرف پر ہے کہ وہ کتنا سیراب ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا انسان کیلئے مسخر کررکھی ہے۔انسان ابھی شعور کی منزل تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ روحانیت سے سلسلہ نہ جوڑے جب روحانیت میں کامل ہو جاتا ہے تو کرامتیں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔

جن دنوں آپ مسجد غوثیہ پیر شاہ کی تعمیر کا کام کروا رہے تھے۔مسجد سے ملحق دیوار کا کام ہو رہا تھا۔ایسے میں سیاہ بادل نے آسمان کا گھیراؤ کر لیا اور بونداباندی ہونے لگی۔ مستری عزیز نے اوزاروں سے ہاتھ کھینچ لیا اور عرض گزار ہوا ''حضور'' ایسی صورت میں تعمیر کا کام ناممکن ہے' سیمنٹ کا کام ہے اور بارش بھی تیز ہے سارا سیمنٹ خس و خاشاک ہو جائے گا۔حضرت شاہ صاحبؒ نے کچھ دیر سکوت کیا اور فرمایا'' کام جاری رکھو بارش اس کام میں رکاوٹ نہیں بنے گی'' سبحان اللہ'' مستری عزیز نے چند ساعتوں میں عجیب منظر دیکھا۔ بارش اس جگہ برسنا موقوف ہوگئی اور اردگرد موسلا دھار بارش ہوتی رہی۔

یہ اس کی کرامت کی جھلک تھی جو حضور غوث الاعظمؒ سے ظاہر ہوئی تھی ایک دفعہ پیران پیرؒ ایک میدان میں خطاب فرما رہے تھے۔اس وقت دس ہزار کا جم غفیر تھا اور آپ کے واعظ سے مستفیض ہو رہے تھے۔یکا یک سیاہ بادل اٹھا اور آسمان پر چھا گیا اور بارش ہونے لگی۔ حضور غوث الاعظمؒ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور بارگاہ خداوندی میں عرض کی میں تو صرف تیرے لئے مخلوص کو اکٹھے کرتا ہوں اور تیری بارش ان کو منتشر کر رہی ہے۔ابھی فضا میں ان کے الفاظ کی بازگشت باقی تھی کہ بارش بند ہوگئی۔میدان کے چاروں طرف بارش ہوتی رہی۔ ہزاروں لوگوں نے یہ کرامت دیکھی۔ حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ حضور غوث الاعظمؒ سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے۔ یہ کرامت ان سے محبت وعقیدت کی دلیل ہے۔ بے شک تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا مالک ہے ہم پر اس کا فضل ہے کہ ہم اس کے محبوب کی امت میں سے ہیں۔

جوانی جب پیری کی طرف سفر کرتی ہے تو انسان کی ساری توانائیاں دم توڑ دیتی ہیں اور جسم میں سینکڑوں بیماریاں جنم لینے لگتی ہیں۔ ایک کا علاج کرو تو دوسری زور پکڑ لیتی ہے۔ گویا مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کیا اب آپ سواری کے بغیر چل پھر نہ سکتے تھے۔ گویا آپ سخت علیل ہو گئے تھے۔ ایک دفعہ آپ جیپ پر سوار فورٹ عباس کے قریب نہر پر ایک بزرگ درویش جلوہ افروز تھے۔ ان کا یہ طریقہ کار تھا کہ جو سوار ہو کر گزرتا تھا اسے خوب مارا کرتے جو پیدل گزرتا اسے کچھ نہ کہتے۔ اتفاقاً حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ کا ادھر سے گزر ہوا تو آپ نے جیپ رکوا دی اور فرمایا ''اب ہم پیدل چلیں گے'' ابھی چند قدم ہی چلے تھے کہ وہ بزرگ بھاگتے ہوئے نمودار ہوئے اور آپ سے مصافحہ کیا اور شکایت کی ''حضورؒ! یہ پابندی تو دوسروں کیلئے تھی بخدا آپ کیلئے نہیں'' بعدازاں یہی بزرگ درویش بابا فضل شاہؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ مجذوب عارف باللہ ولی کامل تھے۔ آپ زیادہ تر بے لباس رہا کرتے تھے لیکن جب بھی حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ کی آمد کی خبر سنتے جو کپڑا ہاتھ آتا اس سے جسم ڈھانپ لیتے۔

ایک مرتبہ حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ کے صاحبزادے سید غلام محی الدین نے بابا فضل شاہؒ سے دریافت کیا کہ آپ بے لباس کیوں رہتے ہیں۔ بابا فضل شاہؒ نے فرمایا ''اپنے والد سے پوچھا جب حضرت شاہ صاحبؒ سے پوچھا گیا تو فرمایا! یہ اس کا ایک حال ہے۔ مجذوب دنیا سے کنارا کش ہوتا ہے۔'' حضرت بابا فضل شاہؒ کا مزار پکھی والا میں مرجع الخلائق ہے۔

فنا کثافت کو ہے جس طرح ہوا جب تک غبارے میں مقید رہتی ہے تب تک غبارے کو فنا کی مدت کا تعین نہیں ہو سکتا۔ ایسی صورت میں ہوا جب اپنی ہم صورت ہیئت شے یعنی ہوا میں تحلیل ہو جاتی ہے تو اس کیلئے فنا کا تصور نہیں رہتا۔ تمام مسلمان عارضی زندگی کے بعد باذن اللہ ابدی زندگی پر ایمان رکھتے ہیں۔ روح اور جسم کا وہ انسان مر جاتا ہے۔ اس کا ایمان زندہ رہتا ہے یہی ایمان اسے حیات دوام بخشتا ہے۔ اولیاء کرام اپنی حیات میں ہی منازل فنا سے گزرتے ہیں۔ ان کی ارواح کا اجسام سے وہی ناطہ ہوتا ہے جو گلاب کے پھول کا خوشبو سے گلاب کا پھول لطافت کی اعلیٰ مثال ہے' پھول فنا ہو جاتا ہے لیکن خوشبو

آمر ہو جاتی ہے۔ خدا اور خوشبو نظر نہیں آتے۔ اس کے باوجود خدا ہر جگہ موجود اور خوشبو کا جھونکا کسی بھی وقت کہیں سے آ سکتا ہے۔

آپ کے ایک مرید سلیمان گیلن کو حج کی سعادت نصیب ہوئی وہاں اس نے حصار نور میں پنہاں خدا کی ایک بے مثال رحمت کا پیکر دیکھا۔ اس کا کہنا کہ میں نماز کی نیت سے حرم کعبہ پہنچا تو وہاں اپنے پیر و مرشدؒ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ آپ اپنے مخصوص انداز میں رومال سر پر باندھے نماز میں مشغول تھے۔

قہر یا التفات میں ہو گا کہیں تو روبرو
اس کا جہاں پتہ چلے شور وہیں مچائیے

سلیمان گیلن کا کہنا کہ یہ منظر دیکھ کر وہ مبہوت رہ گیا۔ وہ اک ٹک سحر زدہ شیخ باصفا کے پاکیزہ جلوؤں کا مشاہدہ کرتا رہا۔

نیرنگ تماشا وہ جلوہ نظر آتا ہے
آنکھوں سے اگر دیکھو پردہ نظر آتا ہے

وہ بار بار پیر و مرشدؒ کی طرف دیکھتا اور آگے بڑھتا لیکن اس کے پاؤں گویا سن ہو جاتے۔ مرشدؒ کی چاہت اسے کھینچ رہی تھی لیکن وہ اپنی کوشش میں ناکام رہا۔ یہ سعادت ہر کسی کو کہاں حاصل۔ یہ تو نظر التفات کی بات ہے جانے یہ خوشبو کا جھونکا کدھر سے آیا کدھر گیا لیکن اپنی مہک آفرین نقش چھوڑ گیا۔ یہ پیغام چھوڑ گیا کہ ہم روح سفر میں وقت کی گردش اور امتداد زمانہ ریگزار حیات سے ہمارے نقوش مٹا نہیں سکتے۔ حج سے واپسی پر اسے معلوم ہوا کہ حضرت سلطان العصرؒ تو ان دنوں پیر شاہ ہی میں تھے جب اس نے آپ کو حرم کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

میری آنکھ بند تھی جب تلک وہ نظر میں نور جمال تھا
کھلی آنکھ تو نہ خبر رہی کہ وہ خواب تھا یا خیال تھا!

بہاولنگر میں آپ کے مریدین کا ایک کثیر حلقہ موجود ہے۔ انھی میں سے ایک خاندان تقریباً تمام ہی آپ کے ارادت مند ہیں۔ ان میں سے دو تین گھر بالکل ساتھ ساتھ اس طرح ملتے تھے کہ ان تینوں گھروں کا صحن ایک تھا۔ ہر ماہ قریب ہی کسی مرید کے ہاں محفل

میلاد شریف ہوا کرتی تھی۔ آپ تشریف لاتے تو محفل کے بعد اس جوائنٹ فیملی کے گھر تقریباً سو، سوا سو بچے ناظرہ قرآن شریف کی تعلیم حاصل کرتے اور حفظ بھی کرتے اور یہ مبارک کام اس گھر کی ایک معمر اور پاکباز خاتون سرانجام دیتی تھی۔

ایک مرتبہ جب حضرت شاہ صاحبؒ تشریف لائے تو خاتون نے عرض کیا "یا حضرت! بڑی تنگی ہے یہاں کا پانی نمکین ہے جس کی وجہ سے یہاں پڑھنے والے بچوں کو بڑی مشکل ہوتی ہے۔ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے پانی شیریں کر دے۔" آپ کی شان بندہ پروری تھی کہ دعا کا لفظ سنتے ہی آپ کے ہاتھ دعا کیلئے اٹھ جاتے۔ بعدازاں آپ نے متبسم ہو کر فرمایا "بیری کے نیچے بور کریں اللہ رب العزت قرآن پاک کے صدقے کرم کرے گا۔"

بعد میں جب بیری کے نیچے بور کیا گیا اور پانی استعمال کر کے دیکھا تو وہ شیریں نکلا۔ پچیس برس وہ خاتون حیات رہیں اور بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیتی رہیں جس روز اس خاتون کا انتقال ہوا اور بچوں نے قرآن پاک پڑھنا موقوف کیا پانی پھر سے نمکین ہو گیا۔ اہل دل اگر اس نکتہ پر غور کریں تو اس کی وجوہات سے آگاہی حاصل کر سکتے ہیں۔ مردان خدا سے بعض اوقات جب دعا کیلئے کہا جاتا ہے تو اپنے الفاظ پر غور نہیں کیا کرتے بس عارضی فوائد کو پیش نظر رکھ کر حاجت بیان کر دی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر بعض اولیائے رحمان سے خشک سالی کا شکوہ کیا گیا اور عرض کی گئی کہ دعا فرمائیں اللہ باران رحمت نازل فرمائے۔ اب بارش برسنے لگی اور سیلاب کی صورت اختیار کر گئی تو پھر فریاد کرتے ہوئے آئے اور عرض گزار ہوئے کہ حضور خدارا اس عذاب سے ہماری جان چھڑائیں۔ ایسے میں ان مردان خدا کا جواب یہی ہوتا "آپ نے بارش کیلئے دعا کرنے کو کہا تھا رکوانے کی تو کوئی بات نہیں ہوئی تھی یہی مثال حضرت سلطان العصر سید ولی محمد شاہ قدس سرہ سے ظاہر ہونے والی اس کرامت پر صادق آتی ہے۔ خاتون نے قرآن شریف پڑھنے والے بچوں کی پریشانی دور کرنے کیلئے دعا کی درخواست کی جب تک وہ بچوں کو قرآن شریف پڑھاتی رہیں پانی شیریں رہا اور جب یہ وجہ ختم ہو گئی تو شیریں پانی کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا اس پر تعجب کیسا؟

1960ء میں صدر ایوب کے دور میں ڈیرہ غازی خاں کے رہنے والے ایک اے سی

صاحب کا تبادلہ بہاولنگر میں ہوا۔ ان کی بیگم کو پتھری کی تکلیف تھی جس کی وجہ سے ہر روز ٹیکے اور دوائیوں پر پیسہ پانی کی طرح بہانا پڑ رہا تھا۔ ان کے بچے سکول جاتے تھے جن کو حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ کا ایک مرید فتح محمد تانگے پر لے جایا کرتا تھا۔ ایک روز اے سی کے بڑے بیٹے نے سکول جاتے ہوئے فتح محمد سے پوچھا "چاچا جی! یہاں پیر ولی شاہؒ صاحب کا تذکرہ سنا ہے کہ بڑی کامل ہستی ہیں! کیا والدہ صاحبہ کے سلسلہ میں وہ کچھ کرم فرمائی کر سکتے ہیں" فتح محمد نے حضرت سید ولی محمد ساہ قدس سرہ سے دلی عقیدت اور چاہت کا اظہار کیا۔ اگلے روز اے سی کی بیگم نے حضرت شاہ صاحبؒ کے بارے میں دریافت کیا "حضرت صاحبؒ کہاں قیام فرما ہیں؟" فتح محمد نے پیر شاہ کے متعلق تفصیلی معلومات مہیا کر دیں۔ اے سی کی بیگم نے کہا "اگر ایسا ہے تو پھر کسی وقت چلیں؟" فتح محمد نے کہا "جب کہیں میں حاضر ہوں" "تو پھر اتوار کو مناسب رہے گا۔" واضح رہے کہ اے سی صاحب دیوبندی مسلک کی طرف رجحان رکھتے تھے۔ یہ مسلک اولیاء کرام کی عظمتوں کا قائل نہیں ہے لہٰذا اے سی بھی کسی فقیر درویش پر اعتقاد نہیں رکھتا تھا لیکن اس کی بیگم دل سے فقراء کی معتقد تھی لہٰذا طے یہ پایا کہ صاحب کو اس معاملے میں بے خبر رکھنا ہی مناسب ہوگا۔ سو ان کی غیر موجودگی میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ اتوار کو اے سی نے ڈی جی خان جانا تھا اس لئے بیگم صاحبہ اور فتح محمد پیر شاہ آ گئے۔ اس وقت حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ کا عالم شباب تھا لیکن روحانیت کا نور بھی چہرے پر خوب جگمگاتا تھا۔ عام دنوں میں بھی عقیدتمندوں کا آنا جانا رہتا تھا لیکن چھٹی کے دن تو تل دھرنے کی جگہ نہ ہوتی۔ اتنے مجمع کے درمیان ولایت کا یہ مہر درخشاں سب کے رنج و غم کے اندھیرے کافور کرنے میں مصروف تھا۔ ایسے میں آپ کی نگاہ کرم فتح محمد کی طرف اٹھی اور کمال شفقت سے طلب فرما لیا "فتح محمد خیر تو ہے۔ کیسے آنا ہوا؟" فتح محمد نے عرض کیا "حضور زیارت کا اشتیاق تو کافی روز سے بے چین کئے دے رہا تھا۔ آپ کے کرم سے وسیلہ بھی بن گیا" اس نے اے سی کی بیگم کا احوال آپ کے گوش گزار کیا۔ آپ نے استفسار فرمایا "اب کہاں ہیں وہ؟" "حضور! ہجوم کے پیش نظر میں نے انہیں برابر کے کمرے میں بٹھا دیا تھا" فرمایا "تو چلو پہلے انہیں دیکھ لیں۔ آپ اس وقت کوئی نقش تحریر فرما رہے تھے۔ اتنے ہجوم سے گزر کر آپ نے کمال

مہربانی سے اے سی کی بیگم کو دم کیا اور ایک نقش دیا۔ اگلی اتوار دم کروا لیجئے گا'' اے سی کی بیگم نے کچھ نذر پیش کی لیکن آپ نے منع فرما دیا ''اس کی ضرورت نہیں''

دوسرے روز صاحب واپس آ گیا اور بیگم سے دوائیوں وغیرہ کے متعلق پوچھا تو بیگم نے کہا کہ کسی دوائی کی ضرورت نہیں آرام ہے'' اتوار کو اے سی کو پھر دورے پر جانا تھا۔ بیگم نے فتح محمد کو بلایا اور تانگے پر پیر شاہ چلی گئیں پیچھے صاحب واپس آ گیا۔ ملازمین سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ فتح محمد تانگے والے کے ساتھ گئی ہے۔ جب واپس آئے تو اے سی نے فتح محمد سے پوچھا ''کہاں گئے تھے'' تانگے والے نے جواب دیا ''پیر شاہ میں ایک پیر صاحب ہیں بڑے کامل ہستی ہیں۔ ان کے پاس بیماری کے سلسلے میں حاضری دی تھی'' صاحب نے ناخوشگواری کا اظہار کیا۔ تین ماہ کوئی دوائی' کوئی ٹیکہ نہیں لیا اور جب چیک اپ کرایا تو پتھری کا نام ونشان بھی نہیں تھا۔ صاحب نے پھر فتح محمد کو بلایا ''بیگم کو کہاں لے جاتے تھے۔'' پیر شاہ میں ہی کیا دنیا جاتی ہے بڑے بڑے علماء و مشائخ اس در کے سائلین کہلوانے پر فخر کا اظہار کرتے ہیں'' صاحب نے کہا ''کل تانگہ نہ چلانا ہم سرکاری گاڑی پر چلیں گے۔'' اگلے روز عظمت اولیاء کے منکر وہ اے سی صاحب بڑے نیاز مندی سے حضرت سلطان العصر سید ولی محمد شاہ قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر تھے اور آپ کے معتقدین میں شامل ہو گئے۔ بعد میں یہ عالم ہوا کہ ہر ہفتے اتوار کا انتظار کرتے اور ہر اتوار کو پیر شاہ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔

گر گنگے گر بانورے گر کے رہیے داس
جے گر بھیجے نرک میں سورک نہ کریئے واس

سلطان العصر حضرت سید ولی محمد شاہ قدس اللہ سرہ العزیز کے فیض کی کرنیں کہاں کہاں پہنچی۔ اس سے ہر ایک ذی شعور شخص بخوبی آگاہ ہے۔ وہ ایک مینارہ نور تھے۔ ان سے فیض یاب ہونے والوں کی زندگی کسی تغیر سے آشنا ہوئی۔ چند ایک کے بارے میں تو میں کہہ سکتا ہوں کہ ان کے دامن سے وابستہ ہونے کے بعد ان کی زندگی بدل گئی۔ ان میں محسن رضا بھی شامل ہیں۔ ان کی آپ بیتی انہی کے قلم سے اوراق کے سپرد کر رہا ہوں۔

**1977**ء میں جب میں نے گورنمنٹ کالج بہاولنگر میں ایف اے میں داخلہ لیا تو اس

وقت میں اپنی تعلیم کے سلسلے میں منچن آباد سے بذریعہ بس موجودہ 80 کلومیٹر کا دوطرفہ سفر کرتا سیکنڈ ایئر میں پہنچا تو والدین نے بہاولنگر میں اپنا گھر کرایہ داروں سے بچوں کی تعلیم کے معاملہ کی استدعا کر کے خالی کروا لیا کیونکہ اس وقت میرا چھوٹا بھائی مظفر ممتاز ندیم میٹرک کے انٹرمیڈیٹ میں میرے ساتھ کالج آنا جانا شروع کر چکا تھا۔ عموماً والدین بڑی اولاد کو سہولیات دینے سے نادستہ گریز کر جاتے ہیں مگر کنبے کی سب سے چھوٹی اور آخری اولاد کو لاڈ پیار اور دانستہ سہولیات بہم فراہم کرنے میں فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ سو چھوٹے بھائی کی وجہ سے جہاں روزانہ سفر کی صعوبت و تکلیف سے جان خلاصی ہوئی وہاں ہم دونوں بھائیوں سائیکل کی سہولت بھی میسر آئی۔ میرا چھوٹا بھائی ہم تین بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹا تھا۔ لاڈ پیار اور توجہ بھی سارے خاندان کی اسے حاصل تھی اور وہ اپنی تعلیم کے معاملہ میں بھرپور دلچسپی لیا کرتا تھا۔ میں بی اے کے پہلے سال میں تھا اور میرا بھائی سیکنڈ ایئر میں آ چکا تھا انہی دنوں مجھے قاضی اسلم اور محمد طفیل ڈھڈی میرے بہاولنگر کے نواحی مواضعات کے دوستوں نے مخدوم سید غلام جیلانی شاہ صاحب سے متعارف کروایا جو علاقہ کے ایک معروف روحانی پیشوا جناب سید ولی محمد شاہؒ کے فرزند تھے اور فرسٹ ایئر کے طالبعلم......!!

سید غلام جیلانی کے اخلاق اور احسن رویہ کی بنا پر ان سے راہ و رسم بڑھی اور میں نے دوستوں کے ہمراہ شعلہ پیر کے ڈیرہ بہاولنگر شہر پر جانا شروع کر دیا اور اتفاق ہے کہ ان کا ڈیرہ میرے گھر سے محض دو گلیاں دور تھا اور میں بعدازاں مستقل بابا جی کا آستاں بوس تھا اور مجھے بابا جی کی صحبت میں اکثر بیٹھنے کی توفیق و سعادت ہو جاتی۔ حتیٰ کہ وقتاً فوقتاً دوستوں کے ہمراہ بہاولنگر کے قریب و جوار میں دیہاتوں میں میلاد شریف کی محافل میں بھی آپ ہمیں لے جایا کرتے۔ میلاد شریف کی محافل سارا سال منعقد ہوتی رہتی تھیں۔ میرا چھوٹا بھائی جب سیکنڈ ایئر میں ہوا تو اچانک اس کے مزاج رویہ و عادات میں تبدیلی آئی۔ اس نے اپنی تعلیم میں دلچسپی کم کر دی اور رات کو دیر سے گھر آنا شروع کر دیا جس سے تمام خاندان مسلسل ذہنی کرب اور تکلیف میں مبتلا کر دیا حتی الوسیع اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ تعلیم میں عدم دلچسپی، عدم توجہ کے مضر اثرات و نتائج سے آگاہ و خبردار کیا مگر ندارد اس کا دیدہ بڑا ہو چکا

تھا۔ یہ سب کچھ تقریباً تین ماہ کے عرصہ میں وقوع پذیر ہوا۔ والدین میرے ذمہ لگاتے کہ میں بھائی کے دوستوں کی چھان بین کروں مگر میں اس کے دوستوں کی طرف سے بالکل مطمئن تھا کیونکہ اس کا زیادہ اور بیشتر وقت ممتاز عاکوکا اپنے کلاس فیلو کی رفاقت میں گزرتا تھا اور عاکاکو بہاولنگر ضلع کے ایک معروف زمیندار سیاسی خاندان کے بھلے مانس' شریف' صالح اور ملنسار فرد تھا اور کالج ہاسٹل میں فروکش تھا اور اس کا رویہ طلبہ و اساتذہ کرام سے انسب تھا۔ ہر اولاد کے والدین کی طرح میرے والدین بھی اپنی اولاد کو بیدار بخت اور معاشرے میں اقبال مند دیکھنے کے خواہاں تھے۔

ایک مرتبہ یہ ہوا کہ دو دن سے بھائی گھر نہ آیا۔ میرا قیاس تھا کہ وہ اپنے دوست ممتاز عاکوکا کے پاس ہوسٹل میں ہوگا۔ میں نے شعلہ پیر سے ساری روداد بیان کی۔ اپنے قیاس کی بنیاد پر استدعا کی بھائی کو ہاسٹل سے لاتے ہیں۔ موٹر سائیکل پر سوار جب ہم کالج پہنچے تو میرا قیاس درست نکلا میں فطری طور پر بھائی پر ناراض ہونے لگا تو شعلہ پیر اور ممتاز عاکوکا نے کہا کہ پہلے گھر لے جائیں وہاں جا کر سمجھائیں۔ ہم نے اسے موٹر سائیکل پر بٹھایا اور راستے میں خیال آیا کہ بابا جی ڈیرے پر موجود ہیں اسے ان کی خدمت میں پیش کر کے دعا خیر کیلئے عرض کرتا ہوں۔ سو بھائی کو ''باباجی'' کی خدمت میں پیش کر کے مضطرب الحالی بیان کی اور عرض کی کہ اسے ہدایت فرمائیں اور دعا کریں۔

بابا جی نے بھائی سے استفسار کیا کہ گھر والوں سے کیا شکوہ ہے جواب نفی میں پا کر آپؒ نے نہایت شفقت اور پیار سے بھائی کو مخاطب کیا اور فرمایا' بیلی آئندہ گھر والوں کو تنگ نہ کرنا۔ میں نے دعا کیلئے عرض کی'' فرمایا! اللہ اسے ہدایت دے گا اور آئندہ گھر والوں اور معاشرے کو اس سے تکلیف نہ ہوتی۔ اسے اب گھر لے جائیں۔ ہم دونوں کو شعلہ پیر گھر چھوڑ گئے۔ اول و آخر ہدایت دینے والی ذات اقدس اللہ تعالیٰ کی ہے۔ ایک ولی کامل کی اللہ کی بارگاہ میں دعا اور بھائی کو ہدایت کا نتیجہ یہ تھا کہ اس نے بی اے کیا' قانون کی ڈگری لی اور میری یادداشت میں کوئی ایسا واقعہ یا معاملہ نہ ہے کہ اس کی باقی ماندہ حیات اور 12 جولائی 1988ء 26 سال کی عمر میں اس کی شہادت تک گھر والوں نے یا معاشرے کے کسی فرد نے اس کے رویہ پر الغیاث کہا ہو یا انگلی دھری ہو۔ اپنے پیاروں کی قبر میں اتارنا میرے

لئے کبھی بھی سہل نہ رہا ہے۔ جب مرحوم کی قبر کو پختہ کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے مجھے خواب میں آ کر کہا کہ اس کی قبر کا کچھ حصہ نیم پختہ اور کچا رکھا جائے جس پر میں نے عمل کیا اور میں یہ کامل یقین رکھتا ہوں کہ یہ بھی ''باباجی'' کی اس دعا کا نتیجہ اور توجہ کے سبب تھا میں فصول اربعہ ''باباجی'' کے ہمراہ رہا ہوں اور میں باباجی کی بہت سی کرامات کا چشم دید گواہ ہوں۔

میں 1980ء میں بی اے کا امتحان دے کر رزلٹ کے انتظار میں فراغت کے ایام گزارتے ہوئے اپنی آئندہ تعلیم کے بارے میں سوچ بچار کرتا رہتا تھا۔ اسی دوران کسی دوست نے بتایا کہ بہاولنگر واپڈا میں جونیئر کلرک ایف اے کی بنیاد پر کچھ اسامیاں خالی ہیں۔ میں نے ''باباجی'' سے عرض کی اور درخواست گزارنے کی اجازت چاہی۔ درخواست دے دی۔ تحریری امتحان وانٹرویو پر جانے سے پہلے باباجی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ باباجی نے اللہ کی بارگاہ میں کامیابی کیلئے دعا کی۔ اس طرح میں واپڈا ریونیو آفس میں بطور جونیئر کلرک تقریباً دس ماہ ملازمت کی۔ بعدازاں اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور میں شعبہ قانون میں داخلہ لینے پر اس ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ 1984ء میں پورا خاندان بہاولپور منتقل ہو گیا۔ قانون کی ڈگری کے حصول کے بعد کچھ عرصہ وکالت کی اور پھر وزارت ریلویز ریلوے بورڈ اسلام آباد میں اسسٹنٹ کی ملازمت کیلئے کوشش کی اور بہاولپور سے بہاولنگر ''باباجی'' کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کی استدعا کی۔ آپ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کوئی نیک سبب بنا دے گا۔ اس طرح حاجی اظہر حسین جوئیہ جو میرے آبائی علاقہ کہروڑ پکا کے معروف زمیندار ممبر ضلع کونسل ملتان تھے اور علاقہ کے نیک شریف نوجوان سیاستدان تھے بے لوث علاقہ کے لوگوں کی خدمت کرتے تھے۔ افسوس 1996ء میں انہیں نامعلوم افراد نے بے گناہ شہید کر دیا اور علاقہ کہروڑ پکا اپنے ہمدرد مومن اور غمگسار محسن سے محروم ہو گیا۔ میں جب بھی اپنے آباؤ اجداد کی روح کو ایصال ثواب پڑھتا ہوا حاجی اظہر صاحب کو ثواب ضرور پہنچاتا ہوں۔ اللہ ان کی مغفرت کرے ''باباجی کی'' دعا سے حاجی صاحب میرے لئے نیک سبب بنے اور اس طرح 1986ء میں میں نے مرکزی سیکرٹریٹ اسلام آباد میں بحیثیت اسسٹنٹ نوکری کی۔

اسلام آباد رہائش کے دوران میری بائیں ران میں شدید درد رہنے لگا جو بتدریج

مستقل ہو گیا۔ تشخیص پر معلوم ہوا کہ یہ ''شاٹیکا'' درد ہے اور اس کا انجام وانتہا معذوری ہے۔ میں نے دلجمعی سے علاج معالجہ شروع کر دیا مگر مرض بڑھتا گیا۔ جوں جوں دوا کی اور اپنی اس علالت کے انجام کے متعلق مجھے ڈراؤنے خواب آنے لگے کہ میں اپاہج ہو گیا ہوں اور چل پھر نہیں سکتا اور حالت یہ ہوئی کہ میں قاصر ہو چکا تھا۔

ایک رات سویا بابا جی خواب میں تشریف لائے میں نے اپنا حال بیان کیا اور مجھ پر رقت طاری ہو گئی۔ ''بابا جی نے'' تسلی وتشفی دی اور ایک سفید رنگ کی ٹکیا موافق ڈسپرین دے کر فرمایا اسے کھالو اور وہ ٹکیا میں نے خواب میں پانی سے نگل لی۔ ''اللہ اکبر'' وہ رات اور آج کا دن مجھے ''شاٹیکا'' درد دوبارہ نہیں ہوا۔

بابا جی کے پاس بعض اوقات ہم دوستوں کی موجودگی میں کوئی متنازعہ معاملہ فیصلہ کیلئے آجاتا۔ آپ فریقین کو توجہ اور تحمل سے سماعت کرتے اور میں نے بابا جی کو ہمیشہ قدوۃ الابرار پایا۔ جب کوئی مسکین در پر آیا آپ نے ہمیشہ اس کی مدد فرمائی۔

میں اپنے والدین کے ہمراہ 1984ء میں مستقل بہاولپور سکونت اختیار کر چکا تھا اور اپنے پلاٹ پر گھر کی تعمیر کے کام میں کبھی کبھار اینٹیں اٹھائی یا گارا بنایا کہ بابا جی جب کبھی یہاں قدم رنجہ فرمائیں تو میرے لئے باعث فخر ہو کہ میں نے بھی اس گھر کی تعمیر میں مزدوروں کے ہمراہ اپنے ہاتھ سے کچھ کام کیا ہے۔ جہاں بابا جی تشریف فرماہیں اور بعد میں مجھے اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری کے متعدد مواقع ملے جب بھی بابا جی اس گھر میں تشریف لائے بابا جی کی شفقت اور پیار کے لمحات میں مجھے وہ وقت بھی یاد ہے کہ پیر شاہ میں جب میں اپنے محترم اساتذہ کرام جناب پروفیسر مشتاق احمد صاحب پروفیسر خان محمد صاحب انور صاحب D.P.E کے ہمراہ حاضر ہوا اور دستر خواں بچھایا گیا تو بابا جی نے مجھے فرمایا کہ میں ان کے ساتھ ایک ہی پلیٹ میں کھانا کھاؤ۔ بابا جی کے اردگرد عقیدت مندوں ارادت مندوں کا ہمیشہ جمگھٹا رہتا تھا اور سب کو مسکراتے ہوئے تعویز عنایت فرماتے اور اللہ کی بارگاہ میں دعا فرماتے رہتے۔ عقیت مندوں اور ارادات مندوں کی حاضری محنت اور اللہ سے لو لگائے بغیر نہ تھی۔ بابا جی کے ہاتھ کے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کے درمیان ایک بڑا سیاہ تل تھا۔ میرے دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا کہ جب میں رات کو سردیوں میں عبادت

کیا کرتا تھا تو کبھی کبھار نیند کا غلبہ زیادہ ہونے لگتا تو میں اپس پڑی کوئلوں کی انگیٹھی سے دہکتا ہوا انگارہ اپنے اس ہاتھ پر رکھ لیتا تھا نیند دور ہو جاتی اور میں عبادت میں مصروف ہو جاتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی جب بھی آپ کی زبان پر آتا آپ کی آنکھیں بھیگ جاتی تھیں۔

ایک مرتبہ ہم کچھ دوست باباجی کے ہمراہ بازار سے واپس بہاولنگر شہر والے ڈیرہ پر آرہے تھے۔ درزیوں والی مارکیٹ سے گزرنے لگے تو باباجی کے عقیدت مند میرے محلے دار درزی نے چائے کیلئے اصرار کیا آپ اس کی دکان کے بنچ پر تشریف فرمائے ہوئے۔ ملازم حسین نے بنچ کے نیچے رکھا ٹیپ ریکارڈ کو آن کیا جو قدموں کے قریب تھا اور نصرت فتح علی خان مرحوم کی کیسٹ علی علی دم علی لگادی۔ باباجی فوراً بنچ سے نیچے اترے اور زمین پر بیٹھ گئے جہاں درزیوں کے جوتے پڑے ہوئے تھے۔ میں نے ایک دفعہ عرض کیا کہ بزرگان دین کے آستانوں پر حاضری کا کیا طریقہ ہے تو آپ نے فرمایا کہ تعلیم یافتہ آدمی سوچ بچار کرنے لگتا ہے جب کہ روحانی معاملے سوچ بچار سے سمجھ میں نہیں آتے۔ بزرگان دین کے مقبروں پر جب بھی حاضری کا شرف نصیب ہو وضو کریں اور سرہانے کی طرف نوافل کی ادائیگی کریں۔ فاتحہ پڑھیں اللہ کا ذکر کریں اور بکثرت سلام قولا من رب الرحیم کا ورد کریں اور پھر اللہ سے اپنی حاجت بیان کریں۔ ایک اور موقع پر میں نے عرض کیا کہ باباجی معلوم ہی نہیں ہوتا کہ کون درست ہے کون غلط ہر شخص تو سبز لباس وعمامہ پہنے پھرتا ہے۔ آپ نے فرمایا بالکل ٹھیک مگر سبز لباس کا تو پتہ چلتا ہے اسی سبز لباس کی قدر کرو اللہ بھلا کرے گا۔ میں نے اوپر تحریر کیا ہے کہ میں بہاولپور آ گیا ہوں۔ بہاولنگر پیر شاہ حاضری کم ہوگئی۔ **1997**ء کے وسط میں پیر شاہ حاضر ہوا طبیعت بلاوجہ بہت اداس تھی۔ باباجی نے میرے والد محترم اور دیگر خاندان کا احوال معلوم کیا میں نے کچھ دیر بعد عرض کیا "باباجی" ملاقات کم ہوگئی ہے۔ فاصلہ پر چلا گیا ہوں۔ مصروفیت بھی فراغت نہیں دیتی۔ آپ کی طبیعت بھی خراب رہتی ہے۔ صرف اللہ رب العزت کی ذات ہی قیوم ہے۔ سر بشر نے چلے جانا ہے۔ ملاقات وزیارت کی کوئی مستقل سبیل نکل آئے اس کا وعدہ فرمائیں۔ باباجی میرا اشارہ سمجھ گئے کہ مابعد الحیات فیض وملاقات کا مدعا ہے۔ "فرمایا کہ وعدہ ہے جب بھی میرے پاس آؤ گے میں مجسم صورت ملوں گا۔ اب

میں دنیاوی سوچ رکھنے والا انسان سوچتا رہا کہ جب ''باباجی دنیا سے پردہ فرمائیں گے تو کیسے مجسم ملیں گے۔

21 دسمبر **1997**ء کو میرے والد محترم اچانک وفات پا گئے۔ اپنے ہمدردوں کو اطلاع کی بہاولنگر سے دیگر غمگساروں کے علاوہ سید نور عالم گیلانی فوراً تشریف لائے جنہیں درخواست کر کے سوئم تک روک لیا۔ سوئم کو سید غلام جیلانی برادر محترم ممازعا کوکا کے ہمراہ تشریف لائے اور باباجی کی ناسازی طبیعت کا علم ہوا۔ میرے والد محترم کو وفات پائے دس دن ہی ہوئے تھے اور میں ابھی تعزیت کرنے والے مہمانوں میں مصروف تھا کہ رمضان المبارک **1998**ء کو سید نور عالم گیلانی کا فون موصول ہوا کہ باباجی کی طبیعت بہت خراب ہے اور بہاولپور برق پولی کلینک لا رہے ہیں مگر باباجی کی طبیعت نہ سنھلی صرف دس دن کے اندر میں اپنے باپ اور روحانی باپ دونوں سے محروم ہو چکا تھا۔

میرے محترم قاری! میں جب بھی ''باباجی'' کے مزار اقدس پر حاضر ہوا ہوں باباجی نے مجھے خواب میں زیارت کروائی ہے اور مجسم ملے ہیں اور اپنا وعدہ نبھا رہے ہیں اب جبکہ میں اپنی تحریر کے اختتام پر پہنچنے والا ہوں مجھے بہت سارے احباب یاد آ رہے ہیں جنہوں نے باباجی کی جی جان سے خدمت کی ہے۔ اللہ انہیں جزائے خیر سے نوازے مگر میں صرف دو محترم نام تحریر کر رہا ہوں ڈاکٹر خالد سلیم صاحب نوجوان ہیں اور اپنے والد محترم کی طرح انتہائی بھلے مانس، ہمدرد، لائق اور پیارے انسان ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے باباجی کی خدمت بالکل اپنے باپ کی طرح کی ہے اور عقیدت مندوں ارادات مندوں سے ہمیشہ عاجزی اور انکساری سے پیش آئے ہیں۔ باباجی ہمیشہ ڈاکٹر صاحب کیلئے دعا گو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے خاندان کو امن وسلامتی اور خیر سے رکھے۔

عبدالحمید جیسی عقیدت اور پیر خانے سے محبت اللہ ہر مرید کو دے بہاولنگر ڈیرے پر نئے غسل خانے کی تعمیر ہو رہی تھی عبدالحمید صرف اس لئے ''وٹی'' سے چپس فرش رگڑی اور روتا رہا کہ میرے پیر صاحب کے قدم اس فرش پر پڑیں گے۔ ''باباجی'' نے دانت نکلوائے جو عبدالحمید نے محفوظ کر لئے ہیں اور ہر اہم آدمی کو فخر سے اپنے پاس محفوظ یہ سرمایہ دکھاتا ہے۔

باباجی کے چاروں صاحبزادگان جناب دیوان بدر عالم گیلانی' سید غلام محی الدین

گیلانی، سید غلام جیلانی، سید نور العالم گیلانی صاحبان ماشاء اللہ نیک سیرت، خوش اطوار ہیں۔ اس وقت باباجی کے گدی نشین جناب سید بدر عالم گیلانی صاحب ہیں میں ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ سجادہ نشین میں کچھ تو ذاتی خوبیاں ہوتی ہیں اور بہت کچھ وہ صاحب مزار اور اپنے بزرگان سے بھی فیض حاصل کرتا ہے۔

میری طرح باباجی کے عقیدت مندوں اور سائلوں کی نگاہوں کا مرکز اب سید بدر عالم گیلانی ہیں جن سے دعا اور کرم کی امید رکھتے ہوئے دین و دنیا میں کامیابیوں کا سہارا تلاشتے ہیں۔

چراغ مقبلاں ہرگز نمیرد
(اقبال مندوں کا چراغ کبھی نہیں بجھتا)

حضرت سلطان العصرؒ کو اللہ رب العزت نے یگانہ اوصاف فاضلانہ اخلاق اور جداگانہ کمالات سے آراستہ فرمایا تھا جو بھی آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا آپ اُس کا دامن فیضِ ولایت سے بھرپور فرماتے اور روحانی امراض سے شفا بخشتے آپ کی صحبت میں بیٹھنے والے پر آپ کا نورِ ولایت اُس کے تمام حجابات نفسانی وظلماتی دور کر دیتا تھا اور آپ کے دست اقدس پر بیعت کا شرف پانے والے میں ہر کام پر سنت رسولؐ کے نفاذ کا جذبہ پیدار ہو جاتا یوں تو آپ کی نگاہِ کیمیا اثر کے فیض سے سینکڑوں شریعت اسلامیہ سے بے بہرہ اور بھٹکنے والے انسان جادہ حق پر گامزن ہوئے لیکن آپ کے چند ایسے مریدین اور عقیدت مند بھی ہیں جو آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے اور مورد عنایت و لطف خاص ٹھہرے اور ان کی ناؤ کو سیادت پناہ آپ حضرت شاہ صاحبؒ نے اطاعت گزاری اور سنت رسولؐ کے ساحل مراد تک پہنچایا یہ حضرات قبلہ سلطان العصرؒ کے بے شمار مناقب وخوارق اور کشف و کرامات کے عینی شاہد ہیں اور ان کی مرشد عالی مقامؒ سے عقیدت اس قدر گہرا اور والہانہ انداز رکھتی ہے جسے تصوف و روحانیت کی زبان میں فنا فی الشیخ کہتے ہیں۔ اگرچہ ان میں رسمی خلافت کا وجود نہیں لیکن انہوں نے آپ حضور فیض گنجور قدس سرہ سے روحانی تعلیمات اور فیوض و برکات کا کثیر سرمایہ حاصل کیا ہے اور بیعت کے اثرات وثمرات سے آج بھی فیضیاب ہو رہے ہیں۔ انہیں مریدین میں ڈاکٹر خالد سلیم اور ڈاکٹر طارق سلیم جیسے مریدین خاص

بھی ہیں۔ جنہوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ حضرتؒ کی خدمت بابرکت میں گزارا اور آپ کے فیوض و برکات سے مستفید ہوتے رہے۔ دوسرے لفظوں میں اگر انہیں حضرتؒ کا خلیفۂ معنوی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

حضرت سلطان العصرؒ قدس سرہ آپ کے ساتھ بہت شفقت فرماتے تھے اور یہ بھی حضرتؒ سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ علالت کے ایام میں اُن کے آرام و آسائش کے انتظامات کرنے میں پیش پیش رہے اور اپنے شیخ طریقت کی خدمت میں اس طرح مشغول و مصروف رہے کہ اس خدمت میں کسی طرح کا فرق نہ آنے دیا۔ اُن کا جذبہ خدمت ہر مرحلے پر قابل تحسین تھا۔

عزیزی رانا راشد اعجاز صاحب نہایت شریف الطبع، رقیق القلب اور رحمدل انسان ہیں اور الحمدللہ ایمانی فراست کے ساتھ الفت مصطفویؐ اور عشق جناب اقدس غوثیہ کے شراب طہور سے بھی سرشار ہیں۔ حضور غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے عشاق میں سے ہیں۔ آپ حضرت سلطان العصر سیّد ولی محمد شاہ قدس سرہ سے غیر معمولی عقیدت و ارادت رکھتے تھے اور انتہائی احترام سے حاضر خدمت ہوتے۔ جب حضرتؒ کا وصال ہوا تو بھی یہ قریب ہی موجود تھے۔ آپ نے پیر و مرشد کی بہت خدمت کی ہے اور آپ کی صحبت میں رہ کر بے شمار فیوضات و برکات حاصل کیے ہیں۔

پیر عزیز شاہ چشتی صاحبؒ اور نیک شاہ صاحب طریقت ہیں۔ انہیں حضرت سلطان العصرؒ نے اپنی حیات مبارکہ میں بیعت وارشاد کی اجازت مرحمت فرما دی تھی۔ نیک شاہ صاحب الحمدللہ حیات ہیں (اللہ رب العزت انہیں عمر دراز عطا فرمائے) البتہ خاصے ضعیف ہو چکے ہیں۔ پیر عزیز شاہ صاحبؒ رحلت فرما چکے ہیں۔

ماسٹر اللہ دتہ (مرحوم) اور عطاء محمد بودلہ آپ کے خصوصی مقربین میں سے ہیں۔ عطا محمد بودلہ صاحب کی شخصیت حضور سلطان العصرؒ کی خصوصی قربت کا مظہر ہے۔ آپ کے سامنے جب بھی قبلۂ عالمؒ کا تذکرہ ہوتا ہے آپ کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔ اکثر دربار شریف کے قرب و جوار میں روتے ہوئے پائے گئے ہیں۔

پیر سیّد شوکت علی شاہ صاحب اور محمد رفیق حضرتؒ کے ساتھ رہنے والی بے حد

مصروف اور فعال شخصیات ہیں۔ شوکت شاہ صاحب حضرت غوث العباد قدس سرہ کے معتمد خاص اور درباری نعت خواں تھے۔ آپ کی آواز میں حضرتؒ کی صحبت کے فیض سے اتنی اثر انگیزی ہے کہ آج بھی سننے والا اس سے اثر لیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ سچ کہا ہے کسی نے:

یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

امام الواصلین پیر کاملین زبدۃ الثقلین حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے پیر و مرشد کو وضو کرا رہا تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہر ایک تقدیر اور مقدر لکھ دیا ہے تو پھر یہ نمازیں، روزے، ریاضتیں اور استاد، پیر و مرشد کی خدمات کا کیا فائدہ؟ حضرتؒ نے میرے دلی خدشات کو پالیا اور خود ہی فرمایا: ”بیٹے! تمہارے دل میں جو خیالات آ رہے ہیں میں ان سے واقف ہوں۔ یاد رکھو اس دنیا میں ہر کام کا ایک سبب ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ کسی سپاہی زادے کے سر پر عزت و بزرگی کا تاج رکھے اور اپنی قربت سے نوازے تو اسے توبہ کی توفیق عنایت فرما کر اپنے کسی مقرب بندے کی خدمت میں لگا دیتا ہے۔ آخر یہی خدمت اس کی عزت و بزرگی اور محبوبیت کا باعث بن جاتی ہے۔“
(کشف المحجوب طبع تہران ص ۲۰۸-۲۰۹)

اسی لئے مولانا روم نے فرمایا:

ہر کہ خدمت کردا او مخدوم شد
ہر کہ نخوت کردا او محروم شد

حقیقت یہی ہے کہ جو لوگ قافلہ حسن و عشق کے ہم رکاب ہوئے ان میں کوئی حرؒ ہوا، کوئی اویسؒ اور کوئی جنیدؒ و بایزیدؒ، خرقانیؒ و کرخیؒ بھی اسی قافلے کے ہمراہی تھے اور اجمیریؒ و گنج شکرؒ بھی، رومیؒ و جامیؒ بھی اس کارواں کے حدی خواں تھے اور سعدیؒ و بوالمعالیؒ بھی الف ثانیؒ و سری سقطیؒ بھی اس جماعت کے فرد تھے اور غزالیؒ و احمد رضاؒ بھی۔ ان کے گھر نہ کبھی زر آیا اور نہ یہ کسی بڑے منصب پر پہنچے۔ مگر ان کی عظمت علم، غیرت فقر اور اسلوب سخن کو ایک زمانہ سلام کرتا ہے۔

قصر مرمر سے شہنشاہ نے از راہ غرور
تیری کٹیا کو جو دیکھا تو بہت شرمایا

یہ تو صرف چند ایک کا تذکرہ ہے ورنہ آپ کے معتقدین اور متوسلین کا تو کوئی گنت شمار ہی نہیں۔ پنجاب کا کوئی ضلع آپؒ کے عشاق سے خالی نہیں ہے:

محبوب نہیں کوئی حسیں تم سے زیادہ
مشتاق ہیں کس ماہ کے انجم سے زیادہ

کیا کہیے ترے عاشق بیتاب ہیں کتنے
ذروں سے زیادہ ہیں یہ انجم سے زیادہ

لہٰذا قارئین کرام کی حرف گیری اور نکتہ چینی سے پہلے ہی عرض کروں گا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت سلطان العصر قدس سرہٗ نے نظر کیمیا اثر سے ایک دنیا کی کایا پلٹ دی ہے لیکن خاص بہاولنگر میں بہت کم روحیں ایسی نکلیں جن کو حقیقت کا فہم ہوتا، بہت کم دل ایسے ملے جو دولت عشق و طلب سے معمور ہوتے۔

من بہر جمیعتے نالاں شدم
جفت خوشحالاں و بدحالاں شدم

ہر کسے از ظن خود شد یار من
وز درونِ من نجست اسرار من

سر من از نالۂ من دور نیست
لیک کس را گوش آں منظور نیست

اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ ہماری زندگی کے جہاں اور شعبوں میں زوال آیا ہے وہاں اللہ کے بندوں کی پہچان میں بھی ہمارا حال قابل رشک نہیں۔ بالعموم ہم ہر اس شخص کو ولی سمجھتے ہیں جو کسی قبر کا مجاور ہو اور تعویذ گنڈے کا ماہر ہو، دھونی رما کر بیٹھتا ہو، دھمال ڈال کر چلتا ہو، سبز رنگ کا چوغہ پہنتا ہو، ہاتھ میں عصا رکھتا ہو، جناتی زبان کے الفاظ ورد کرتا ہو، جب کہ ان میں سے کوئی چیز بھی ولایت کی نشانی اور برگزیدگی کی علامت نہیں، معلوم نہیں یہ اشارے لوگوں نے کہاں سے حاصل کئے ہیں؟

امام نسفیؒ نے ولی اور اس کی کرامات کے ضمن میں لکھا ہے کہ اولیاء کی کرامات برحق ہیں اور ولی وہ ہستی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کا جیسے بھی ممکن ہو علم و معرفت رکھتا ہو۔ وہ اطاعت الٰہی پر ہمیشہ کاربند رہنے والا ہوتا ہے۔ تیسری صفت یہ لکھتے ہیں کہ گناہوں اور نافرمانیوں سے اجتناب کرے۔ اور چوتھی صفت لذات و شہوات میں انہماک سے اعراض کرنے والا ہوتا ہے۔

سلطان الاولیاء امام الطریقہ حضرت علی ہجویریؒ اولیاء اللہ کے خصائص و امتیازات کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ اپنے ربّ کے برگزیدہ بندے ہوتے ہیں جو بلاخوف و حزن اطاعت احکام الٰہی پر کاربند رہتے ہوئے مظہر کرامات بنتے ہیں جو دراصل رسالت محمدیؐ علی صاحبہا الصلوٰۃ و السلام کی برکت اور آپؐ کے معجزات کا تسلسل ہے۔ آپ کے نزدیک اولیاء اللہ کے محبوب اور نبیؐ کے اس ارشاد کا حقیقی مصداق ہیں کہ:

> ''ایک (زمانے میں) ایسے پراگندہ بالوں والے غبار آلود گودڑی پوش نظر آئیں گے جن کی کوئی پروا بھی نہ کرتا ہوگا مگر وہ اللہ ربّ العزت کے ایسے برگزیدہ ہوتے ہیں کہ اگر وہ اپنے رب کو قسم دے کر کچھ مانگیں تو حق تعالیٰ شانہ ان کی اس قسم کی یقیناً لاج رکھیں گے۔''

علمائے علم العقائد و الکلام نے خوارق عادت کی سات قسمیں بیان کی ہیں۔ ان میں پہلی قسم معجزہ ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کی تائید فرمائی امام نفسی کے

بقول اس خارق عادت معجزہ کا ظہور اس طرح ہوتا ہے کہ منکرین اس کی مثال لانے سے عاجز ہوتے ہیں۔ دوسری قسم کرامت ہے، امام سفیؒ کے الفاظ میں ولی کی کرامت کی تعریف یہ ہے کہ ولی سے ایسے امر کا ظہور ہونا جو خارق عادت ہو مگر دعویٰ نبوت کے ساتھ مشروط اور متصل نہ ہو۔ الغرض بزرگان سلف کے ارشادات اور سید ہجویرؒ کے تجزیے کے مطابق یہ دراصل قدت ربانی کے ظہور کا ایک کرشمہ ہے۔ کرامت ولی کے سچا ہونے کی بھی علامت ہے کیونکہ کاذب کے ہاتھ پر کرامت کا ظہور نہیں ہوسکتا۔

اس بحث سے ایک بات تو ثابت ہوتی ہے کہ ولی کی کرامت نبیؐ کی شریعت کے کسی حکم کے منافی نہیں ہوسکتی۔ کرامت اگر صاحب معجزہ یعنی پیغمبرؐ کی تصدیق نہ کرے تو وہ کرامت ہی نہیں۔ یہ چونکہ دراصل پیغمبرؐ کا غیر معمولی معجزہ ہوتا ہے اس لیے کرامت اگر کسی ایسے شخص کے ہاتھ پر ظہور پذیر ہو جو اطاعت گزار اور صاحب ایمان نہ ہو تو وہ کرامت ہی نہیں۔

حضرت غوث العباد سلطان العصر قدس سرہٗ نے تمام عمر راہ عمل اور شاہرہ حیات کو ہموار کرنے میں صرف کی۔ آپ سے مل کر آپ کی صحبت میں بیٹھ کر دنیا کمتر اور دین برتر نظر آنے لگتا تھا۔ آپ سراپا خوف خدا کا پیکر اور اطاعت پیغمبرؐ کا مظہر تھے اور بندگی کے مطلوب درجے پر فائز تھے۔ آپ کی قربت زندگی کا ڈھب بدل دیتی تھی اور مخلوق خدا کو آزار نہیں آرام نصیب ہوتا تھا اور سچ پوچھئے تو اس سے بڑھ کر کرامت کی تفسیر ممکن ہی نہیں۔

بہر حال وہ لوگ جو حکمت و دانش اور عقل وشعور کی پٹڑی سے اتر کر کرامت ہی کو معراج ولایت خیال کرتے ہیں اُن سے عرض ہے کہ حضرت سیّد ولی محمد شاہ قدس سرہٗ کی حیات مبارکہ ایسے بے شمار خوارق عادات سے عبارت ہے جن کو کرامت کہا جاسکتا ہے۔

ایک مرتبہ ایک عورت نے آپ کو دعوت عام دی اور آپؒ نے اس کا دل رکھتے ہوئے دعوت قبول فرمائی۔ عورت کے خیال میں، یہ دعوت زیادہ سے زیادہ دس افراد کے لئے تھی لیکن جب آپ وقت مقررہ پر وہاں پہنچے تو آپ کے ساتھ ارادت مندوں کا ایک کثیر حلقہ تھا۔ عورت پینتیس چالیس افراد کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئی اور بے حد

پریشان ہوئی کہ اتنے افراد کے لئے تو کھانا ناکافی ہوگا۔ آپ کشف روحانی سے اس کے خیالات بھانپ کر مسکرائے اور فرمایا: ''فکر مند نہیں ہونا۔ کھانے سے ایک پلیٹ میں کچھ نکال کر لے آؤ۔'' عورت نے حکم کی تعمیل کی۔ آپؒ نے نجانے کیا پڑھ کر پھونکا یا کیا کیا پھر فرمایا ''اسے واپس لے جا کر ہانڈی میں ڈال دو، برتن ڈھانپ دو اور بغیر دیکھے بقدر ضرورت مہمانوں کے سامنے نکال کر رکھتی جاؤ۔'' چنانچہ اس عمل سے تمام مہمانوں نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا۔ مہمان بہت تھے عورت روٹیاں اور سالن لا لا کر رکھتی جاتی۔ آپ کی کرامت سے کھانے میں ایسی برکت ہو گئی تھی کہ مزید کھانا نکلتا جا رہا تھا جبکہ عورت کے خیال میں کھانا محض چند افراد کے لئے تھا۔ جب آپؒ مریدین کے ہمراہ واپس ہو لئے تو عورت نے ڈھکن اٹھا کر دیکھا تو سالن اتنا ہی وہاں موجود تھا جتنا اس نے تیار کیا تھا۔ ایسے ہی واقعات ایک دو اور بھی مواقع پر وقوع پذیر ہوئے۔

حضرت ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ خدا کے بندے ایسے بھی ہیں جو لحاف اوڑھ کر لیٹتے ہیں تو چاند تاروں کی رفتار تک ان کو نظر آتی رہتی ہے اور ملائکہ بندوں کی نیکی و بدی لے کر آسمان پر جاتے ہیں وہ بھی انہیں نظر آتے رہتے ہیں۔ یعنی اللہ اپنے فضل و کرم سے تمام حجاب اُٹھا دیتا ہے۔

ڈیرہ غازی خان میں حضور معدن المعارف الٰہیہ، مرکز الخواص والعوام سیّدنا علی احمد شاہ گیلانی قدس سرہٗ کے عرس مبارک پر آپؒ کے مرید محمد منیر احمد صدیقی نے حضرت شیخ الہندؒ سے عرض کی ''حضور! پیچھے ایک بیمار چھوڑ آئے ہیں۔ دعا فرمائیں کہ اللہ ربّ العزت اس آستانۂ عالیہ کے صدقے شفا عطا فرما دے۔'' آپؒ نے کمبل کو ایسے پلٹ لیا کہ آپ اس میں چھپ گئے اور پھر چند ساعتوں کے بعد آپ نے کمبل ہٹا کر فرمایا ''منیر احمد! آج تو ''قل'' ہو رہے ہیں۔''

واپس آ کر علم ہوا کہ واقعی جس وقت حضرت سلطان العصرؒ نے فرمایا تھا اسی وقت رسم قل ادا کی جا رہی تھی۔

انہی منیر احمد کے گھر والوں نے درخواست کی حضور پانی بہت کڑوا ہے علاقے کا۔ فرمایا ''یہ کونسا مسئلہ۔ مصری پر سرکار امام عالی مقام سیّد الشہداء علیہ السلام کا ختم پڑھ کر بور کر کے اس میں ڈال دو۔ آگے اللہ پاک کرم کرے گا۔''

ایسا ہی کیا گیا۔ نتیجتاً پانی کی تاثیر بدل گئی اور وہ شیریں ہو گیا۔

حضرت سلطان العصرؒ قدس سرہٗ کو امام الواصلین حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہٗ سے خصوصی تعلق تھا۔ آپ پر داتا صاحبؒ کی شفقت کے دروازے ہمیشہ کھلے رہتے تھے۔ اکثر حضور داتا صاحبؒ کے فیوضات و برکات کے سلسلے میں فرمایا کرتے:

جب سے ہوئی داتاؒ کی نظر، کھلتے عرفان گئے
داتا جی ہم مان گئے ، داتا جی ہم مان گئے

اکثر ایسے اشخاص بھی حاضر خدمت ہوتے جنہیں حضرت داتا صاحبؒ کی طرف سے اشارہ ہوتا تھا کہ آپؒ کی حاجت پیر ولی شاہ صاحبؒ کے توسط سے پوری ہو گی۔ ایک مرتبہ آپؒ بہاولنگر جا رہے تھے۔ ساتھ کچھ درویش بھی تھے۔ ایک بس آ کر رکی تو درویشوں نے اس میں سوار ہونا چاہا۔ آپ نے منع فرما دیا کہ اس بس پر سوار مت ہو۔ کچھ دیر بعد دوسری بس آئی تو آپؒ نے اس پر سفر کرنے کی اجازت دے دی۔ بس ایک ایسے مقام سے گزری جہاں ایک اور بس سڑک سے دوسری طرف بے قابو ہو کر اُلٹ چکی تھی۔ کسی درویش نے غور کیا تو یہ وہی بس تھی جس میں آپ نے سوار ہونے سے منع فرمایا تھا۔

منیر احمد ابتداء میں جب مرید ہوئے تو کچھ عرصہ تک پیر مرید کے تعلقات میں محض رسمی وابستگی رہی جس پر منیر احمد نے خیال کیا کہ شاید پیر صاحب کے پاس کچھ نہیں جو ابھی تک نہ مجھے کوئی ورد وظائف عطا فرمایا ہے اور نہ ہی فیوض روحانیت کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ لہٰذا مجھے کسی اور کا مرید ہو جانا چاہیے۔ جس سے کسب فیض کیا جا سکے۔ ایک روز اسی کشمکش میں گھر آ کر بیوی سے کہا کہ مجھے کھانا دو آج میں فلاں پیر کا مرید ہو کر ہی آؤں گا۔ کھانے کے انتظام میں آنکھ لگ گئی، کیا دیکھتے ہیں پیر و مرشد تشریف لائے اور فرمانے لگے: ''منیر احمد کہا جاؤ گے؟ کیا سمجھتے ہو، ہم ن تمہارے پاؤں میں جو زنجیر ڈال دی ہے کیا وہ اتنی ہی نازک ہے کہ تمہاری معمولی سے جنبش سے ٹوٹ جائے گی۔ جب کہ یہ تو قیامت میں بھی ٹوٹنے والی نہیں۔'' منیر احمد نے پاؤں کی جانب دیکھا تو ہاتھ اور پاؤں میں موٹی موٹی زنجیریں نظر آئیں۔ فرمایا: ''یہ بھی دیکھو کہ تمہاری ڈور کس کے ہاتھ میں۔'' آپؒ کے اشارے کی سمت میں منیر احمد

نے جو دیکھا تو وارفتگی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ زنجیر کا دوسرا سرا شیخ الارض والسموت سلطان الاولیاء والعارفین محبوب سبحانی سیّدنا عبدالقادر جیلانیؒ کے دست اقدس میں تھا۔ حضرت سیّد ولی شاہؒ نے فرمایا ''اتنی جلدی مایوس ہو گئے تھے۔'' آپ نے چابیوں کا ایک گچھا لباس میں سے برآمد کیا، ''دیکھو! کیا نہیں یہاں! علم، حکمت، فراست، دانش اور ولایت۔'' منیر احمد پر لرزہ طاری ہوگیا۔ سامنے تصوف کا ناپیدا کنار سمندر اور روحانیت کو بحر بیکراں موجزن تھا ایسے میں بیوی نے آ کر جگا دیا، ''لو روٹی کھالو۔'' انہوں نے بیگم کو تھپڑ رسید کیا اور ننگے پاؤں دوڑتے ہوئے حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی کے خواستگار ہوئے۔

منیر احمد صاحب حضرت شیخ العصرؒ کا ایک اور ایمان افروز واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ محفل میلاد النبیؐ کے بعد جب حاضرین اور شرکائے محفل طعام کلام میں مشغول ہو گئے تو یکا یک حضرتؒ کی آنکھوں سے اشکوں کی جھڑی لگ گئی۔ آپؒ کے پر نور چہرے پر ایسے تاثرات تھے گویا بڑی اذیت کے عالم میں ہوں۔ منیر احمد نے عرض کی ''حضور! کیا بات ہے؟ اس غم و اندوہ کہ وجہ پوچھ سکتا ہوں۔'' فرمایا: ''ابھی نہیں پھر بات کرنا۔'' منیر احمد کو کھٹک سی لگ گئی۔ حضرت سلطان العصرؒ پیر شاہ آئے تو یہ بھی پیچھے وہیں پہنچ گئے۔ موقع تنہائی میسر آتے ہیں مدعا زبان پر آ گیا۔ فرمایا ''منیر احمد! دستور ہے کہ جب کسی کی دعوت کی جاتی ہے تو صاحب محفل ضرور محفل میں آتا ہے پھر کیسے ممکن ہے کہ عاشقان مصطفےٰ ﷺ اپنے آقا و مولیٰ کو اشکوں سے یاد کریں حمد وثنا کریں، گریۂ وفریاد کریں اور حبیبِ کبریا تشریف نہ لائیں۔ سو جب آپ ﷺ تشریف لے آئے اور اختتام محفل پر واپس جانے لگے تو جدائی کے خوف سے آنسو آ گئے۔''

جاں فدائے تو یا رسول اللہؐ

دیدہ جائے تو یا رسول اللہؐ

ایک مرتبہ آپؒ شہر والے مکان پر تشریف فرما تھے۔ ایک شخص آپؒ کے پاؤں دبا رہا تھا۔ دورانِ گفتگو اچانک آپؒ خاموش ہو گئے اور چند لمحے کے سکوت کے بعد فرمایا ''جے نئیں پڑھیندی پئی؟'' دیگر حاضریں کچھ بھی کہنے سے قاصر تھے۔ آپؒ تقریباً پانچ منٹ تک استغراق کی کیفیت میں سر جھکائے آنکھیں بند کئے بیٹھے رہے۔ پھر چند

لمحے بعد آپؒ نے سر اُٹھایا اور معمول کی گفتگو شروع کر دی۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ ان چند لمحوں کی خاموشی کے پیچھے کیا راز پوشیدہ تھا۔ جب حاجی حضرات مناسک حج کی ادائیگی کے بعد واپس لوٹے تو ایک شخص (آپؒ کا مرید) البم لے کر آیا جس میں ایک تصویر کے متعلق اس کا کہنا تھا کہ یہ مکہ مکرمہ میں کھینچی گئی ایام حج کے دوران تصویر میں آپؒ تھے اور ایک شخص آپؒ کے پاؤں دبا رہا تھا۔ یہ انہیں چند ساعتوں کے دورانیے کی کرشمہ سازی تھی۔ جسے اہل دل بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

# علالت اور وصال

کسی اہل تصوف کے بقول انسان خواہ فولاد کی فصیلوں میں رہتا ہو یا خوشیوں کے پنگھوڑوں میں جھولتا ہو۔ یوسف کنعانی ہو یا رستم و سہراب ایرانی ہو، کمال و زوال کے تنے ہوئے رسے پر رہتا ہے، نجانے کب پاؤں پھسلے اور وہ نیچے آ رہے۔

اس حقیقت سے کسی صورت انکار ممکن نہیں کہ بیماری چھوٹی ہو یا بڑی بہرکیف ایک آزار ہے۔ خدا کسی دشمن کو بھی مبتلائے آزار نہ کرے۔ صاحبزادہ خورشید گیلانیؒ کے بقول کوئی صاحب بصیرت ہو تو بیماری اسے باور کرا دیتی ہے کہ روپ رنگ پر جس نے بھی ناز کیا سخت دھوکا کھایا۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اللہ کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ جوانی کی رعنائی کتنی ہی دلفریب کیوں نہ ہو مگر اسے مرقعٔ حسرت بنتے دیر نہیں لگتی۔

اللہ تعالیٰ کے متوکل بندے کسی بھی حال میں رہیں، صابر و شاکر رہتے ہیں۔ مولا کی دی ہوئی ہر تکلیف پر بھی انتہائی صبر سے برداشت سے کام لیتے ہیں۔ شکوہ سنجی پر اتر آنا تو تھڑدلے انسانوں کا کام ہے یہ اعلیٰ ظرف ہوتے ہیں تبھی تو متوکل کہلاتے ہیں۔

حضرت سلطان العصر" منبع فیوض و برکات سیّد ولی محمد شاہ قدس سرہٗ استعارے کی زبان میں خود ہی فرمایا کرتے تھے کہ مرید مرشد کے ہاتھ میں ایسے ہی ہوتا ہے جیسے مریض ڈاکٹر کے ہاتھ میں۔ ڈاکٹر اس کی پسند کی نہیں اس کی ضرورت کی غذا تجویز کرتا ہے۔ جو مریض یہ برداشت نہیں کرتا کبھی صحت یاب نہیں ہوتا۔ یہ لوگ توکل کے زبانی

دعوے دار تو نہیں ہوتے لیکن اپنے اعمال و افعال یہ بات ضرور ثابت کر دیتے ہیں کہ یہ ہر حال میں خدا کی مرضی کے پابند ہیں۔

تقریباً چار پانچ برس کے دوران آپؒ کی بیماری نے کئی رنگ اختیار کئے۔ اس علالت نے جہاں عزیزوں کو اذیت میں مبتلا رکھا' وہیں آپ کے مریدین پر بھی لحہ لحہ قیامت گزرتی رہی۔ کہا جاتا ہے کہ خدا کی بارگاہ میں کسی کو جتنا تقرب حاصل ہوتا ہے اس پر آزمائش اور امتحان کا دور بھی اتنا ہی سخت ہوتا ہے۔ بھاولنگر ہسپتال میں آپ کو مسلسل نیند کے ٹیکے لگائے جاتے رہے۔ لیکن آپؒ عین نماز کے وقت بیدار ہو جاتے اور استفسار فرماتے ''نماز کا وقت ہے یا نہیں۔''

نشے کے ٹیکوں کے زیادہ استعمال کے باعث دو کا اثر آپؒ کی ناک سے ظاہر ہونے لگا تھا۔ لاہور میں ڈاکٹر شہریار خاصے مہنگے ڈاکٹر تھے بغیر فیس کے کسی کو چیک نہیں کرتے تھے، انہوں نے وقت نہ ہونے کا بہانہ کر دیا۔ پھر نجانے کیا بنی کہ ڈاکٹر فتح محمد صاحب ہسپتال میں آکر خود چیک کر کے گئے۔

ملتان اور بہاولپور میں بھی آپؒ زیر علاج رہے۔ اکثر اوقات تو ایسا ہوتا کہ دھڑکن معدوم ہو جاتی، مشینیں تک جواب دے جاتیں اور چند ساعتوں کے بعد آپ میں پھر زندگی کی آثار نمودار ہو جاتے۔ بیماری نے اتنا طول پکڑ لیا کہ کئی مرتبہ ڈاکٹر خالد سلیم کو تشویش میں مبتلا عقیدتمندوں کے فون موصول ہوئے کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ بابا جی وصال فرما چکے ہیں۔ ایسے میں آپ کی بقید حیات ہونے کی خبر ان کے لئے مژدۂ جانفزاء ثابت ہوتی۔

بلاشبہ موت زندگی کا ہولناک انجام ہے۔ اس سے ہر ذی روح کو دوچار ہونا ہے اور اس انجام سے کسی کافر و مومن کو مفر نہیں، کوئی سینہ پھلا کر اس کی جانب بڑھے یا منہ بنا کر، جانا تو بہتر حال ہے۔ عقیدے سے محروم آدمی نجانے اس سفر پر نکلتے ہوئے کس اذیت سے دوچار ہوتا ہوگا۔ زندگانی، سامان زندگی، اسباب عیش و راحت سے دستبرداری ناتمام آرزؤں کا خون، حسرتوں کا انبار کیا کیا کچھ اسے یاد نہیں آتا ہوگا اور وہ کس بوجھل دل سے رخصت ہوگا، لیکن عبد صالح کی شان یہاں بھی نرالی ہوتی ہے۔ وہ زندگی کو خدا کا عطیہ سمجھ کر گزارتا اور موت کو اللہ کا فیصلہ جان کر خوش آمدید کہتا

ہے۔ اسے گزرے لمحوں کی فکر نہیں آئندہ ساعتوں کا انتظار ہوتا ہے، اسے دنیا چھوڑنے کا صدمہ نہیں ہوتا اپنے ربّ سے ملنے کا خوشگوار جذبہ اس پر طاری ہوتا ہے۔ سیّدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی آخری سانسیں ایک ویرانے میں لیں، بجز ان کی رفیقۂ حیات کے سرہانے کوئی نہیں تھا۔ جب آخری ہچکیاں شروع ہوئیں تو اہلیہ کی زبان سے نکلا "واکرباہ" کیا تکلیف دہ مرحلہ ہے۔ آپؓ نے بچی کھچی قوت مجتمع کر کے فرمایا، "میری رفیقۂ حیات! یوں نہ کہو بلکہ کہو واطرباہ (کیا خوشگوار گھڑی ہے) کہ میں اپنے مہربان ربّ سے تھوڑی دیر میں ملنے والا ہوں۔ موت جیسی الم انگیز کیفیت کو تبسّم ریز رنگ دے دینا ایک بندۂ مومن کا ہی کام ہے۔

حضرت سیّد ولی محمد شاہ قدس سرہٗ کے حالات و واقعات ثابت کرتے ہیں کہ آپؒ موت کو اندھی وادی اور گہری غار جان کر پیچھے نہیں ہٹے بلکہ اسے وصال یار کا وسیلہ سمجھ کر اس سے ہمکنار ہوئے۔

آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ ایک عام انسان اور بندۂ مومن کی موت میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ اس (عام انسان) کی موت جسم اور روح کا محشر تک رابطہ منقطع ہوجاتا ہے جبکہ محبّ (مومن) کی موت درمحبوب سے مژدۂ باریابی کا ملنا ہے۔ سو یہی وجہ ہے کہ اولیاء اللہ و عارفین حق اپنی تمام زندگی بے چینی اور بیقراری میں گزار دیتے ہیں۔ ان کے لئے موت لقائے الٰہی اور وصال محبوب کا پیغام بن کر آتی ہے۔ ہجر و فراق کے جاں گداز لمحے اختتام کو پہنچتے ہیں اور وصال محبوب کی دلنواز اور روح پرور ساعتیں قریب سے قریب تر ہوتی چلی جاتی ہیں۔ پھر کیوں نہ ان کو موت محبوب ہو کہ یہ محبوب تک پہنچانے کا ایک ذریعہ ہے۔

من شوم عریاں زتن او از خیال

تاخر آمم در نہایات الوصال

حضرت پیر صاحب سلطان العصرؒ کی بھی کچھ ایسی ہی کیفیت تھی کہ محبوب سے ملنے کے لئے بیقراری بڑھ رہی تھی۔

اہل دل حضرات کو پہلے ہی اشارے موصول ہونے لگ گئے تھے۔ کسی کو آپؒ کا مزار شریف دکھا دیا گیا، کسی نے خواب میں دیکھا کہ آپ اس کا ہاتھ کسی اور بزرگ

لے کے ہاتھ میں تھما کر مزارات کے ایک سلسلے میں داخل ہو جاتے ہیں۔ کچھ اور حضرات نے ایسے ہی خواب ملاحظہ کئے لیکن آپؒ کی جدائی کے خوف سے یا بدشگونی کے ڈر سے کسی نے ذکر نہیں کیا۔

علالت بڑھی تو کچھ عشاق آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض گزار ہوئے : ''حضور! آپ نے تو مسجد آنا چھوڑ دیا ہے اب ہم ہی یہاں حاضر ہو گئے ہیں۔'' درسِ قرآن و تراویح جو مسجد میں جاری تھے، اب قیام گاہ پر جاری ہوئے۔ ایک روز فرمایا ''اچھا بھئی بیلیو! السلام علیکم'' عشاق کو کھٹک سی لگ گئی۔ شاید درِ محبوب سے مژدۂ باریابی مل گیا ہے اور آپؒ نے یہ اعلان فرمایا ہے۔ سب کے دلوں پر بڑی کاری ضرب لگی۔ شاید یہ آیت اللہ ہماری نظروں سے پوشیدہ ہونے والی ہے۔ تراویح کے سلسلے میں بھی آپؒ نے فرما دیا تھا ''علالت بہت ہے۔ مسجد کو بھی آباد رہنا چاہیے۔'' اس وقت تو عاشقان ولیؒ کی یہ بیقراری اور تڑپ قدرت کو بھا گئی آپ بالکل ہشاش بشاش ہو گئے۔ پھر ایسے وقت میں وصل کے مژدۂ جانفزاء پر مرحبا کہا جب کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ تشنۂ دیدار آنکھوں کی سیرابی کا یہ سامان اتنی جلدی ہم میں سے اُٹھ جائے گا۔

وصال کے کچھ روز قبل آپؒ نے ایک طویل خواب دیکھا، روزِ محشر کا منظر تھا، آپؒ فرماتے ہیں کہ تا حد نگاہ انسان ہی انسان ہیں۔ سر ہی سر ہیں۔ ایسے میں پل صراط پر سے لوگ گزر رہے ہیں۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ ایک جانب خاتم الرسل تاجدار عالمین سرورِ کائنات فخر موجوداتﷺ جلوہ آراء ہیں۔ امت آپؐ کی زیر نگرانی پل صراط کو پار کر رہی ہے۔ عرض کیا گیا حضور! سنتے ہیں کہ پل صراط تو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز تر ہے۔ فرمایا ، ایسا کچھ بھی نہیں پل صراط کی وسعت تو بیان سے باہر ہے۔ یہ ایسا وسیع ہے کہ اس کا دوسرا کنارا نظر نہیں آتا۔ حضورﷺ کے چہرے پر تبسم نمایاں ہے۔ عرض کیا گیا ''بابا جی! سنا ہے کہ پل صراط کے نیچے دوزخ ہے، ذرا پاؤں پھسلا اور ............'' فرمایا، لوگ ایسے گزر رہے ہیں کہ ان کے سفید لبادے ہوا سے پھڑ پھڑا رہے ہیں۔ یہ عالم ہے کہ ایک شخص کا لباس دوسرے سے مس نہیں ہوتا ........ ہاں پل سے نیچے ایک معمولی سا انگارہ ٹمٹماتا ہوا ضرور دیکھا تھا لیکن

یہ وہ دوزخ تو نہیں لگتی تھی۔'' معالج نے عرض کیا : ''حضور! یہ سب کچھ تو آپؒ جیسے برگزیدہ اور پاکباز لوگوں کے لئے ہے۔''

ہر دل کو کھٹک سی لگ گئی۔ ایسے واقعات بڑے ہی غم انگیز انقلاب کی آواز دے رہے تھے۔ ایک شب آپؒ کی بہو جنہیں آپؒ ''صاحب جی'' کہا کرتے تھے آپؒ کے حجرۂ مبارک میں داخل ہونے لگیں تو مختلف قسم کی آوازیں سن کر رک گئیں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اندر کوئی اور بھی آپؒ سے محوِ گفتگو ہے۔ ایسے میں آپؒ کی پرسوز آواز گونجی، ''میں اب آنا چاہتا ہوں۔'' بس یہ سنتے ہی وہ پلٹ گئیں۔ یہ واضح اشارہ تھا کہ اب یہ مردِ کامل جادۂ فنا کو طے کر چکا ہے اور اسے منزلِ بقاء صاف نظر آ رہی ہے۔

آپؒ اس دنیا سے اس طرح رخصت ہوئے جیسے بادِ بہاری کا موسم آ کر گزر جائے۔ وصال سے دس گھنٹے قبل صاحبزادہ سیّد غلام جیلانی، رانا راشد اعجاز کے ہمراہ پل فورڈ واہ حاجی بدالدین کے گھر آئے کہ یہ اطلاع پیر شاہ پہنچا دیں کہ ہم والد صاحب کو بہاولپور لے جا رہے ہیں۔ راقم الحروف بھی ان کا ہم سفر تھا۔ فجر کی نماز ہم نے برق پولی کلینک بہاولپور میں ادا کی۔ چیک اپ کروانے کے بعد رپورٹ کا انتظار کرنے لگے۔ لیکن ہم اس حقیقت سے بے خبر تھے کہ قاصد جدائی بھی اپنی رپورٹ پیش کر چکا ہے۔ مرغ ملکوتی شہباز لاہوتی اپنے آشیاں کی جانب پرواز کر گیا تھا۔

آہ! حضرت پیر صاحب!!

اُٹھ گیا کون بزمِ دنیا سے
یوں جو ہر شخص غم بدوش ہے آج!
دم سے روشن تھی جس کے راہِ سلوک!
اے قمر شمع وہ خموش ہے آج!

شفیق و مہربان باپ سے دائمی جدائی ایک بڑا جانگداز سانحہ ہوتا ہے۔ ہم پر گویا سکوتِ مرگ طاری ہوگیا۔

سیّد غلام محی الدینؒ، سیّد غلام جیلانی، ڈاکٹر طارق سلیم، اقبال اور رانا راشد اعجاز سمیت ہم سب کی حالت دگرگوں ہوگئی۔ احتراماً کھڑے تھے لیکن پاؤں لڑکھڑا رہے تھے اور آنکھوں سے اشکوں کی جھڑی لگی ہوئی تھی گویا ہمارے سروں سے ابر رحمت کا

سایہ اُٹھ گیا تھا۔ سرزمین ہند کا روشن ترین چراغ گل ہو گیا تھا۔

وصال سے ایک روز پہلے بھی بعض مریدین کو واضح طور پر اشارے موصول ہوئے۔ محمد منیر احمد نے وصال کی پچھلی شب تین مرتبہ آپؒ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ آپؒ نے شاید قرآن مجید کی کوئی آیت تلاوت فرمائی یا کوئی ایسا جملہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی مصیبت کو صبر کے ساتھ برداشت کرنا چاہیے۔'' ایسا تین مرتبہ ہوا۔ صبح معلوم ہوا کہ یہ شہنشاہِ دنیا و دیں یہ مہر عالم تاب زمیں میں چھپنے والا ہے۔

ایک مرید نے ملاحظہ کیا کہ آپؒ تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں ''تم ابھی تک یہاں ہو۔'' صبح وہ اُٹھتے ہی پیر شاہ پہنچا تو آپؒ کے وصال کی خبر ملی۔ اسے نہایت افسوس ہوا کہ میں رات ہی کو کیوں نہ حاضر ہوا۔ پیر و مرشد نے تو آخری زیارت کے لئے طلب فرما لیا تھا۔

ایسے ہی بے شمار مریدین ایسے تھے جنہیں آپؒ نے قبل از وصال ہی کشف روحانی کے ذریعے اس سانحے سے آگاہ کر دیا تھا اور وہ قلبی انتشار کے تحت پیر شاہ پہنچ چکے تھے۔

بہاولنگر بھی یہ خبر پہلے ہی پہنچ چکی تھی۔ لوگ ہزاروں کی تعداد میں غم و اندوہ کی تصویر بنے اشکبار آنکھوں کے ساتھ سڑک پر کھڑے تھے اور بحر الم میں غوطہ زن تھے۔ آنکھوں کے دریچوں سے گویا جان رس رس کر خارج ہو رہی تھی۔ چند گھنٹے قبل جس کے رخ تابناک کی تابانی سے پورا خطہ برصغیر روشن تھا وہاں شب سیاہ کا راج تھا، دور تاریکی محیط تھی، اداسیوں کے سائے تھے، یہ نہیں تھا کہ ویرانی نے ڈیرے ڈال لئے تھے۔ رہِ عشق کے مسافر بھی موجود تھے اور منزل عرفان کے راہی بھی لیکن میر کارواں، بدرِ اقالیم شریعت و طریقت، حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہٗ کا بویا ہوا عشق الٰہی کا بیج اور مخدوم العالم شیخ العرب والعجم حضرت سیّد علی احمد گیلانی قادریؒ کا سینچا ہوا یہ تناور درخت (۵ رمضان المبارک بمطابق ۴ جنوری ۱۹۹۸ء کو) جام وصل پی کر بقائے دوام سے سرفراز ہو چکا تھا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

زینت افروز بزم سخندانی وسخن پروری صاجزادہ خورشید گیلانیؒ فرماتے ہیں:

"لوگ زندہ جاوید ہونے کی آرزو میں مرمر کر جیتے اور جی جی کر مرتے ہیں۔ انہیں جینے کا فن تو آجاتا ہے مرنے کا ڈھنگ نہیں جانتے۔ وہ ان اولیاء کی ارواح سے پوچھیں کہ مر کر امر ہو جانے کا راز کیا ہے؟ فنا کے گھاٹ اتر کر لافانی بننے کا کیا طریقہ ہے؟ گمنام ہو کر شہرت دوام پانے کا کیا نسخہ ہے؟ کسی کے نام پر مٹ کر انمٹ ہونے کی رمز کیا ہے؟ جام وصل کے ذریعے آب حیات پینے کا گیا گر ہے؟

فنا زیرِ قدم اُن کی بقا پر حکمرانی ہے
محمد ﷺ کے غلاموں تک کی ہستی جاودانی ہے

دل رو رہے تھے، آنکھیں اشکبار تھیں، کندھے جھکے ہوئے تھے، چہرے بجھے ہوئے تھے۔ آنسو بہہ رہے تھے، جگر خون رو رہے تھے۔ ہر اک معتقد، مرید، عزیز، حریف اضطرابِ غم سے نڈھال تھا۔ اسی لئے موت العالم کو موت العالم قرار دیا گیا ہے:

مرگِ عالم ایک عالم کی ہے موت
حادثہ یہ کم نہیں اے مسلمیں

ایک عالم کے طالبان حق کے دلوں کو اپنی ضیاء باریوں سے جلا بخشنے کے بعد علم وعرفان و تصوف کا یہ نیر تاباں اپنی تابانیاں سمیٹ کر زیر زمین چلا گیا۔ ہزاروں معتقدین، مریدین، ارادت مندوں اور عشاق نے آپؒ کے جنازے میں شرکت کی۔ بہاولنگر کی تاریخ میں اتنا عظیم الشان اجتماع جنازہ پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ ہزاروں افراد نے آپؒ کے جنازے میں شرکت کی۔ آپؒ کی قبر مبارک عین اسی جگہ کھودی گئی جس جگہ کے بارے میں آپؒ نے اپنی حیات مبارکہ میں بھی بارہا اشارہ فرمایا تھا۔ پھر بعد از وصال بھی چارپائی ہجومِ طالبان دیدار بڑھنے کی وجہ سے صحن میں لانے کے لئے اٹھائی گئی تو نجانے کسی غیبی طاقت کے زیر اثر اس مقام تک پہنچ کر رکی جہاں آج مزار شریف ہے۔ شدید جدوجہد کے باوجود کوئی رکنے کو تیار ہی نہ تھا آخر کار کچھ دیر اسی مقام کے گرد گھوم کر ہجوم ساکت ہوگیا۔

سلسلہ کمالیہ کے موسس و بانی حضرت باغ حسین کمال شاہ صاحبؒ اپنی تصنیف میں فرماتے ہیں:

''اللہ والے مر کر بھی نہیں مرتے۔ ان کے جسم دنیا سے اوجھل ہو جاتے ہیں مگر روح پہلے سے کہیں زیادہ توانا ہو کر سرگرم عمل ہو جاتی ہے۔ وہ مامور من اللہ ہوتے ہیں۔ ان کی بھی کچھ ڈیوٹی ہوتی ہے۔ ان کی فیض رسانی کی قوت پہلے سے فزوں تر ہو جاتی ہے۔''

اور ایسا کیوں نہ ہو سورۃ البقرہ میں حق تعالیٰ جل شانہٗ فرماتے ہیں:

''تم اللہ (جل شانہٗ) کا انکار کیسے کر سکتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے پھر اس نے تمہیں زندہ کیا پھر وہ تمہیں موت دے گا پھر زندہ کرے گا پھر تم اس کی لوٹائے جاؤ گے۔'' (البقرہ: ۲۸)

اس آیۂ کریمہ میں انسانی زندگی کے پانچ مراحل کا ذکر ہے اور پانچوں ادوار میں سے جس کا بھی انکار ہوگا وہ دور حیات کا نہیں، خداوند عالم اور اس کی توحید کا انکار ہوگا۔ موت قطعاً انسانی زندگی کے خاتمے کا نام نہیں۔ جو لوگ مرنے کے بعد حیات الاولیاء کے انکاری ہیں وہ اللہ جل شانہٗ کے منکر ہیں۔ اس لئے کہ اس آیۂ کریمہ سے مرنے کے بعد پھر زندگی ثابت ہے۔ جس کے بعد کوئی موت نہیں۔

اس آیۂ میں پہلی حیات نے پہلی موت کو مکمل طور پر منسوخ کر دیا۔ کیونکہ پہلے آنے والا ہی منسوخ اور بعد میں آنے والا ناسخ ہوتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہے کہ دنیا میں آنے کے بعد پہلی ختم ہوئی۔ پھر دوسری موت نے ظہور کر کے پہلی حیات کو منسوخ کر دیا بالکل ایسے ہی جیسے دن کو رات ڈھانپ لیتی ہے۔

حضرت قدوۃ العاشقین ولی محمد شاہ قدس سرہٗ اپنا عرصۂ حیات گزار کر اللہ کے قانون کے مطابق رفیق اعلیٰ کی طرف جادہ پیما ہو گئے (رحلت فرما گئے)۔ لیکن اگر بات اسی پر ہی ختم ہو جاتی اور بعد میں کسی حیات کا ذکر نہ ہوتا تو ہم مومن کی موت کے قائل ہو جاتے مگر خدائے بزرگ و برتر نے اسی کے ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ ''وہ موت کے بعد بھی قبر میں پھر حیات دے گا جو دوسری موت کو منسوخ کر دے گی۔ تو اب کہیے کہ پھر آج ہمیں کسی بھی مسلمان کو مردہ کہنے کا حق نہیں۔ اس زندگی کے بعد

کسی موت کا دوبارہ ذکر نہیں آیا۔ گویا یہ صبحِ دوامِ زندگی کا نقطۂ آغاز ہے۔ ایک ایسا عروج ہے جسے باذن اللہ خوفِ زوال نہیں !!

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

ثابت ہوا کہ بندگان خدا فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً کے مطابق بعد از وصال بھی زندہ ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت اقدس و اکمل ﷺ نے مومن کی قبر کے متعلق فرمایا: روضہ من ریاض الجنته۔ تو بندگانِ خدا کو جنت کے کھانوں سے خوراک ملتی ہے اور کھاتے پیتے ہیں۔

تنم بخاک سپاری مگو فراق فراق
کہ خاک پردۂ اسرار عاشقاں باشد

کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ یہ لوگ جس جگہ آسودۂ خاک ہوتے ہیں اس خاک کا ہر ذرہ سرمۂ چشم عشاق ہے۔ لوگ بقائے دوام پانے کے لئے خضر کی تلاش میں ہیں جو انہیں چشمۂ حیواں تک پہنچا سکے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ آبِ حیات کے دو گھونٹ انہیں حیات جاودانی بخش دیں گے۔ لیکن انہیں یہ معلوم نہیں کہ حضورؐ کے تلووں کا دھوون ہی آب حیات ہے۔ اس کا ایک قطرہ حیاتِ ابد عطا کر دیتا ہے۔ یہ ولی اولیاء اپنے دم خم سے نہیں انہی کی خاک قدم بن کر زندہ و پائندہ ہیں۔

حسد کرنے والوں نے کہا چراغ بجھ گیا ہے لیکن اہل دل نے دیکھا کہ حدِ نگاہ تک روشنی ہی روشنی بکھری ہوئی ہے۔ خدا کے بندے مر کر بھی زندہ جاوید ہوتے ہیں۔ حضرت سیّد ولی محمد شاہ قدس سرہٗ کے فیض کی کرنیں آج بھی چارسو روشنی بکھیر رہی ہیں۔ سینکڑوں طالبان راہِ ہدایت کے قافلے آتے ہیں اور یہاں سے سراغِ منزل پا کر شاداں وفرحاں واپس لوٹ جاتے ہیں۔ دربار عالیہ پر ہمہ وقت نسیم رحمت محو رقص ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دربار عالیہ پر نظر پڑتے ہیں دل سکون کی دولت سے مالا مال ہو جاتا ہے اور اندر لطافت ہی لطافت محسوس ہونے لگتی ہے اور بے چینوں کو قرار مل جاتا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ آپؒ کے مزار شریف سے زیادہ علاقہ کے عوام کا ہر دھڑکتا ہوا دل آپؒ کا گھر ہے۔

قُطبِ ہندوستان حضرت سیّد ولی محمد شاہ قدس سرہٗ گیلانی قادری کا وصال سلسلۂ عالیہ قادریہ سے منسلک حضرات کیلئے ایک المیے سے کم نہ تھا۔ پھر فیض روحانی کا وہ سلسلہ جو حضرتِ اعلیٰ قدس سرہ سے جاری ہوا تھا اس کو اللہ ربُّ العزت نے اپنے فضل و کرم سے جاری و ساری رکھا۔ اس طرح آپؒ کے صاحبزادگان محترم المقام دیوان سیّد بدر عالم شاہ صاحب گیلانی دامت برکاتہم، مخدوم سیّد غلام محی الدین شاہ صاحب گیلانی دامت برکاتہم، مخدوم سیّد غلام جیلانی شاہ صاحب دامت برکاتہم اور فقیر کمترین درویشاں سیّد نور عالم گیلانی القادری عفی عنہ میں سے حضرت دیوان شاہ سیّد بدر عالم گیلانی دامت برکاتہم حضرت سلطان العصر شہنشاہ دہرؒ کے جانشین ٹھہرے۔ اب آپ ہی تا حال خانقاہ عالیہ قادریہ کے زیب سجادہ ہیں۔ کاشتکاری، گھر کے تمام کاموں اور دربار شریف کا تمام نظم ونسق آپ کے ذمے ہے، جس کو آپ اور دیگر صاحبزادگان باہمی مشاورت و معاونت سے نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہے ہیں۔ طالبان ہدایت کی سیرابی کے لئے مسند ارشاد و تلقین پر بھی جلوہ افروز ہیں اور حضرت قبلہ سلطان العصرؒ کی پاکیزہ تعلیمات کے فروغ کے لئے کوشاں ہیں۔





# تصرفات روحانی بعد از وصال

حضرت شیخ عبدالحق محد دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کا تصرف بعد از وصال بھی جاری و ساری رہتا ہے۔ سو وہ جب سنتے ہیں تو تصرف کو کام میں لاتے ہیں۔

ہمارے حضرت سلطان العصر سیّد ولی محمد شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کے وصال کے بعد آپ کے ایک مرید ڈاکٹر ظاہر کو حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب کا بیان ہے کہ ان دنوں میں شدید کشمکش میں مبتلا تھا۔ بابا جیؒ کے انتقال نے میرے اندر ایک عجیب سے بے کلی پیدا کر دی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے اس برگزیدہ عارف کامل کا پردہ پوش ہوجاتا مجھے ایسے محسوس ہو رہا تھا گویا زمین یا آسمان میں سے کوئی ایک شے کم ہوگئی ہو اور میں زمین پرنہیں خلاء میں قدم رکھ رہا ہوں۔ حضرت سیّد ولی محمد شاہ صاحب کا انتقال گویا میرے لئے بڑی انہونی سی بات تھی۔ قریب تا کہ یہ کشمکش میرے ایمان کے قلعے کو بھی مسمار کر دیتی۔

دورانِ حج میرے دل میں ایک ہی آرزو پنجے جمائے ہوئے تھی کہ اگر واقعی اولیاء اللہ کی زندگی اور موت یکساں ہوتی ہے تو مجھے میرے پیر و مرشد کی زیارت ہو جائے۔ یہی خواہش آخر ایک روز لب پر آ گئی۔ بڑے خشوع و خضوع سے آنسوؤں کی زبان میں مالک مطلق کی بارگاہ میں درخواست پیش کرنے کے بعد میں پلٹا ہی تھا کہ میری آنکھوں نے حجاج کا ایک ریلا دیکھا۔ سبھی سفید لباس میں ملبوس تھے اور انہی میں وہ پیکر حق نما بھی تھا جو میری آرزوؤں کا محور و مرکز تھا۔

حضرت پیر صاحب قدس سرہٗ حجاج میں وہ واحد ہستی تھے جن کے سر پر رومال بندھا ہوا تھا۔ میرے پاؤں پتھر کے ہو گئے میں ہزار کوشش کے باوجود حرکت کرنے سے قاصر رہا یہ شاید اس وجہ سے ہوا کہ دورانِ دعا اس آرزو کا اظہار کرتے ہوئے یہ عہد کیا تھا کہ مجھے صرف ان کی زیارت ہو جائے۔ میں ان سے ملنے یا ان کی قریب

جانے کی کوشش نہیں کروں گا۔ شاید احمد ندیم قاسمی نے ایسے ہی کسی بزرگ کے جذبات کا اظہار کیا ہو گا کہ:

کون کہتا ہے کہ موت آئی مر جاؤں گا
میں تو دریا ہوں سمندر میں اتر جاؤں گا

چک ہوتیانہ کا ایک رکشہ ڈرائیور آپ کا مرید تھا۔ ایک روز کسی نے اسے سے دریافت کیا کہ حضرت پیر صاحبؒ کا عرس کس تاریخ کو ہوتا ہے؟ اس نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں معلوم کر کے تمہیں تاریخ سے آگاہ کر دوں گا۔ اسی شب خواب میں حضرت سلطان العصر قدس سرہٗ تشریف لائے اور فرمایا:

''اسے بتا دینا کہ عرس ۴ اور ۵ مارچ کو ہوتا ہے۔''

آپؒ کے مرید خاص رانا ساجد علی صاحب قتل کیس کے سلسلے میں ضمانت پر پہلے ہی رہا ہو چکے تھے۔ ایک روز لاہور کے ایک صوفی ----- عارف بزرگ حاجی محمد بشیر صاحب نے مراقبے کے بعد بتایا کہ'' ساجد علی! تمہارے پیر و مرشد سیّد ولی محمد شاہ صاحب قدس سرہٗ فرما رہے ہیں کہ ساجد علی کو کہیں کہ کیس لگوالیں۔'' اللہ تعالیٰ فتح دے گا۔ اسی طرح حضرتؒ کے ایک عقیدتمند قاری صاحب نے بتایا کہ حضرت پیر صاحبؒ نے خواب میں مجھے اشارہ فرمایا ہے کہ انہیں کہہ دیں کہ پریشان نہ ہوں۔ بخوشی عدالت جائیں میں نے انہیں بری کر دیا ہے۔ یہ بشارات بعد میں حرف بحرف سچ ثابت ہوئیں۔

# بحضورِ ولیؒ !!!

# السلام اے نور ایماں کی کرن

اے والد مکرمؒ! اللہ تعالیٰ جل شانہٗ آپ پر بارانِ رحمت نازل فرمائے۔ آپ امت شہ کونین محبوب ربّ المشرقین و المغربینﷺ کے ان علماء وصوفیاء میں سے تھے جو تادم آخر دعوت اور اقامت دین پیمبریؐ کے پیغمبرانہ مشن سے وابستہ رہے اور کیونکہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے ایک منصب عالی اور مسند جلیل آپ کے حق میں روز اوّل سے عنایت کر رکھی تھی اس لئے بچپن ہی سے آپ کی فطرت اور قلب و روح کو عرفانِ الٰہی اور رضا جوئی کے جذبۂ صادقہ سے معمور فرما دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تمام تر کاوشیں قرب خداوندی کے حصول کے گرد گھومتی دکھائی دیتی ہیں۔ آپ بلاشبہ تعلیم کتاب و سنت کے ماہر اور پابندیٔ شریعت اور اتباع سنت مصطفویؐ کے حامل تھے۔ شب بیداری، تہجد گزاری اور آہ وزاری آپؒ کا معمول تھا۔ آپؒ جامع کمالات ظاہری، و باطنی، زاہد، عابد اور متقی باوصاف کریمہ تھے۔ دلوں سے گمراہی و ضلالت اور بدعت کے اندھیرے دور کرنے اور سنت خیرالوریٰﷺ کے اجالوں سے منور فرمانے والا مہر منیر تھے۔ بلاشبہ ایسے ہی علماء وصوفیاء دعوت دین کے فریضے سے انصاف کر سکتے ہیں۔ بلکہ یک جنبش ابرو سے منکر کو معتقد، مائل اور طیع کر کے وحدت و اخوت، رحمت و شفقت، تواضع و انکساری، حق طلبی و حق جوئی کا پیکر بنا سکتے ہیں۔ حقیقت میں یہی گروہ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون کا مصداق ہے۔

اے زینت زماں! بلاشبہ آپؒ بھی طبقۂ انسانی کے اسی سنہری سلسلے کی تاریخی کڑی ہیں۔ جس نے انبیاء کرام کے بعد تاریخ کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے اور تاریخ نے بھی اپنا دامن جن کے محاسن سے مزین کیا۔ آپؒ کے علمی، دینی اور روحانی کارناموں

کا جائزہ لیا جائے تو صاف لگتا ہے کہ اللہ ربّ العزت نے آپؒ کو بھی اس پیغمبرانہ مشن کی ترویج و اشاعت کے عظیم منصب کے لئے مختص کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قدرت نے آپؒ کے علمی و روحانی ارتقاء میں قدم قدم پر تعلیم اور تزکیے کے روشن میناروں کو آپ کی تربیت پر مامور رکھا۔

پدرِ مکرم! آپؒ کے والد مکرم زینت المشائخ حضرت سیّدنا سید علی شاہ صاحب قادری قدس سرہٗ سے لے کر مولینا محمد یارؒ اور قطب الاقطاب والاولیاء حضرت مخدوم العالم سید علی احمد شاہ گیلانی والقادری قدس سرہٗ العزیز تک سب معتبر حوالے ہیں، جو اپنے اوصاف مین یگانہ، اخلاق میں فاضلانہ اور کمالات میں جداگانہ فضائل کے حامل تھے اور جن کی صحبت میں باطن کے اندھے بھی نفسانیت، حرص و ہوس، غرور تکبر، انائیت وخود پسندی اور گناہ و معصیت جیسے خوفناک عوارض کو داغ ہائے سیاہ کی طرح اپنے وجود کے اندر دیکھ کر ازسرِنو نورِ اسلام سے اکتساب کی خاطر تڑپ جاتے تھے۔ ان کاملین کے ہاتھوں میں دنیائے دانش وبینش کا آپؒ جیسا انمول ہیرا تراشا گیا۔ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو آپؒ کے اس علمی و روحانی سفر میں قدم قدم پر محنت، لگن، عشق الٰہی، حبّ رسولؐ، مقصدیت اور للّٰہیت کے چراغ جلتے نظر آتے ہیں۔ آپؒ نے ذوق وشوق، سوز و سرور، قرب و حضور اور عرفان وسلوک کی تمام منازل کو طے کرنے اور علوم حکمت و روحانیت کا مجمع البحرین بننے تک جہد مسلسل کے ساتھ نجانے مصائب و مشکلات کی کتنی کہکشاؤں کا سینہ چیر کر اپنے مقاصد و اہداف کو حاصل کیا۔ پھر عظمت تو یہ ہے کہ ان بلندیوں پر پہنچ کر بھی آپؒ نے جہد مسلسل کا وطیرہ ترک نہیں کیا۔ بلکہ پیرانہ سالی کے باوجود تادم وصال نئی منزلوں کی تلاش کا سفر جاری رکھا۔

اے غوث العباد! سوچوں تو آپؒ بارش کی مانند تھے جو بلند و پست کی تفریق سے بالا تر ہو کر ہر ایک پر برستی ہے۔ کہوں تو سورج کی مثل تھے جو ہر کس و ناکس پر چمکتا ہے۔ لکھوں تو اس چاند کی تمثیل تھے جو دوسروں کے لئے جاگتا ہے۔ جب کہ دوسرے سو رہے ہیں۔ کوئی اس بات سے واقف نہیں ہوتا کہ مخزن مہر و وفا ان کے غم میں کس قدر بے چین ہے۔ میرے نزدیک آپؒ صحیح معنوں میں مولائے روم قدس سرہٗ کے ان اشعار کی عملی تفسیر تھے۔

عاشقاں راشش نشان است اے پسر
آہِ سردِ و رنگ زرد و چشم تر!
گر ترا پرسند سہ دیگر گدام
کم خوردن کم گفتن و خفتن خرام

میں تصور کرسکتا ہوں کہ ایسے وقت میں جب حقیقت کے چہرے پر دبیز نقاب چھائے ہوئے تھے۔ امت مسلم میں تشکیک و افتراق پھیلا ہوا تھا۔ امت کا اتحاد غلط نظریات اور فرقہ وارانہ وفاداریوں کی بھینٹ چڑھ کر پارہ پارہ ہو چکا تھا۔ ایسے میں سخی سیّدن شاہؒ کے گھر سے تاریکی کے بادل چھٹنے کا سامان ہوا۔ مہر منیر نے کروٹ لی اور آپؒ کی صورت میں ایسی کرن کا ظہور ہوا جو رازکن فکاں ہو کر صفحۂ گیتی پر عیاں ہوگئی، نتیجتاً پھر سے خرمن ایمان کو عشق مصطفویؐ کے چراغوں سے جلا ملی اور شرار بولہبی کی فتنہ سامانیاں اپنے منطقی انجام کو پہنچ گئیں۔

سلطان العصر! آپؒ درحقیقت ایسا بارانِ رحمت تھے جس نے برس کر دلوں کے ویران گلشن کو بہار آشنا کر دیا۔ ہر طرف اسلامی اخوت و موّدت کے گل و گزار کھل اُٹھے۔ آپؒ کی برکت انفاس کے فیض سے پیر شاہ کی فضا کو اُنس اور محبت کی نسیم جانفزاء نے مسحور کر دیا۔ آپؒ نے تمام عمر مسلمانوں کو نور بندگی سے آشنا کرنے میں صرف کی۔ آپ حضور سیّد المرسلین ﷺ کی امت کے لئے دل میں بے پناہ درد اور محبت کا جذبہ رکھتے تھے۔ آپؒ کو امت کی بے راہروی اور بدعملی ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی۔ غفلت و معصیت، فسق و فجور اور آوارگی کی فراوانی دیکھ کر بہت کڑھتے تھے۔ آپؒ چاہتے تھے کہ سب کو اس دلدل سے نکال کر آسمان رفعت تک پہنچا دیں۔ آپؒ نفسانیت اور ہوس و حسد سے آلودہ اس تاریک ماحول میں من کی کائنات کو روشن اور منور کرنا چاہتے تھے تاکہ بیمار روحوں کے ساتھ چمٹے ہوئے ذمائم نفسانی کے سانپ سب کو نظر آئیں اور وہ ان سے چھٹکارا پانے اور من کا تزکیہ کرنے کے لئے بیقرار ہو جائیں۔ یہی بیقراری انہیں وہ پیاس عطا کر دے جو مقصود بالذات سے آشنا کرتی ہے۔ ناپائیدار اور فانی محبتوں، وابستگیوں اور دلچسپیوں کو مغلوب کر کے محبت الٰہی کے حصول کے لئے شب و روز کوشاں رہنے پر آمادہ کرتی ہے۔ یہ وہی پیاس تو ہے جس کا

تذکرہ فرزند اسلام اقبالؒ نے ''تمنا'' کے استعارے سے کیا ہے:

یا ربّ دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپا دے

یہی تمنا، یہی پیاس ہی تو ''ابدی نجات کی ضامن'' فلاح و کامرانی کی سند، ایمان داروں، سعید فطرت اور نیک بختوں کا طرۂ امتیاز اور ان کی خاص نشانی ہے۔

والد محترمؒ! اللہ ربّ العزت آپؒ کو اپنے قرب اور وصال کی نعمت عطا فرمائے۔ عرض یہ کرنا ہے کہ اس پرفتن اور پرآشوب دور میں امت مسلمہ بڑے نازک مرحلوں میں سے گزر رہی ہے۔ مادیت نے دلوں کی سرسبز و شادات اور لہلہاتی وادیوں کو خزاں رسیدہ کر دیا ہے۔ غیر اخلاقی رجحانات، نفسانی ہوس کاریوں اور مزعومہ مفادات کے تصور نے چہرۂ انسانیت سے اس کی بہار چھین لی ہے۔ قوتِ عمل مفلوج ہو کر رہ گئی ہے۔ مسلمان دین کے احکام سے روگراں ہیں۔ دینِ حق کا جامع تصور نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے۔ فرقہ واریت کے مرض کی جڑیں دن بند گہری اور مضبوط ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ مسلمان کے بدن سے روح محمدؐ نکالنے کی ابلیسی سازشیں آج بھی جاری ہیں۔ دین حق کی سماجی، معاشی، سیاسی، مذہبی، اخلاقی اور روحانی قدریں مٹتی چلی جا رہی یں۔ تشکیک کی گرد سے آلودہ فضا میں اب کون تیقن کے چراغ روشن کرے گا؟

اے مجدد طریقت! امت اسلامیہ سیاسی و اقتصادی، اخلاقی و روحانی، علمی و فکری اعتبارات سے مکمل زوال اور تباہ کن ابتلاء کا شکار ہے۔ مسلمانوں کی تہذیبی اور اعتقادی زندگی تشویشناک حد تک بگاڑ کی لپیٹ میں آ چکی ہے۔ اس بگاڑ کی اصلاح کون کرے گا؟ نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ دین و ملت کی فلاح و بہبود سے کسی کو سروکار نہیں رہا۔ صرف ذاتی مفاد پیش نظر ہے (سوائے چند ایک کے)۔ اسلامی عقائد و اعمال کا تصور دھندلا گیا ہے۔ طبقاتی تعصب، نفسانیت، فرقہ واریت اور ہوس و حسد سے آلودہ اس تاریک ماحول میں تشنہ لبوں پر سسکتی ہوئی آرزو، حریم دل میں مچلتی ہوئی تمنا اور سینے میں سلگتی ہوئی ایک سرمدی سی خواہش ایسے میں نوکِ قلم تک آنے کو مچل رہی ہے کہ:

یا ولی شاہؒ! آج پھر آپ کی نگری کو آپ کی ضرورت ہے

ہاں! اے ناصر الملۃ! ہمیں پھر وہی پیکر مہر و وفا درکار ہے جس کا دلِ عشق رسول ﷺ میں حضرت بلالؓ اور حضرت غوث الاعظمؒ کی محبت کا امین تھا جس کی نظر

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیا کا پیکر تھی، جس کی صداقت اسوۂ صدیقیؓ کی خوشہ چین اور بازو قوت حیدریؓ کے آئینہ دار تھے۔ سرزمین پیر شاہ پھر اسی درویش خدا مست کی طلبگار ہے جسے رحمتہ اللعالمین ﷺ سے رحمت کا حصہ ملا تھا۔ جو عدل فاروقیؓ کی صفت سے مزین تھا، جو علماء کا مہربان، صوفیاء کا رفیق اور عوام کا غمگسار تھا۔ جس کا طریق محبت بھلائی اور خیر خواہی تھا۔ جس کے ایثار و کردار پر زمانہ ناز کرتا تھا۔ جو قرون اولیٰ کے اسلاف کی طرف ایسا گوہر آبدار تھا کہ اس کی چمک سے خیرہ ہو کر باطل کی تیرگی اپنا رخت سفر باندھ لیتی تھی۔

مگر اے فردوس کے مسافر ذی شان! یہ حقیقت تسلیم کیے بنا کوئی چارہ نہیں کہ یہ حقیقتاً ایک ایسی آرزو ہے جو سراسر نہ ہونے والی ہے کہ ماسوائے حق تعالیٰ جل و شانہ کے کسی کو بقائے دوام نہیں۔ ہر ذی روح کا انجام فنا ہے۔ بقا صرف ذاتِ باری تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ لیکن بتقاضائے بشریت جانے والوں کی یاد میں ملول و مغموم ہونا ایک فطری امر ہے۔ آپؒ ہی بتایئے اب خوشبوؤں اور بہارِ ولایت کا قافلہ کس کے جلو میں سفر کرے گا اور غم و آلام کی تیز دھوپ میں جلنے والوں کے سر پر اپنی مہر و وفا سے سایہ کون کرے گا؟

بیٹھے تھے گھنی دھوپ میں اس کی خبر نہ تھی
بڑھ جائے گی دھوپ اور یہ سایہ نہ رہے گا

یا ولیؒ! اے والد مکرمؒ! بس انہی الفاظ پر اس عرضداشت کا خاتمہ کرنا چاہوں گا کہ زمانے بدل جائیں، زمانے کی قدریں بدل جائیں، لوگوں کے انداز و اطوار بدل جائیں لیکن آپؒ کا کوئی بدل پیدا نہ ہو سکے گا۔ آپؒ کی عظمت اور شہرت کے چراغ ہزار آندھیوں کے باوجود گل نہ ہو سکیں گے۔ آپؒ کے تصوف اور کمال کے خیمے اسی طرح گڑے رہیں گے۔ یہ خداوندکریم کا خاص احسان ہے انسان پر۔ کسی کے کہنے سے اور پراپیگنڈے سے کوئی لیڈر یا قائد تو بن سکتا ہے مگر دیدہ ور نہیں بن سکتا۔ نرگس کو ہزاروں سال اپنی بے نوری پر گریہ کرنا پڑتا ہے تب جا کر:

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

افسوس جب آپ کا آفتاب نور و عرفان پوری تابانی سے چمک رہا تھا تو غفلتوں اور تاریکیوں نے دروازہ کھلنے نہ دیا اور جب کہ طلب نے آنکھیں کھولیں اور غفلت نے کروٹ لی تو راہ دور اور نشانِ منزل گم اور وقت جا چکا اور اب ہم پسماندگان غفلت کی خاطر کب لوٹ سکتا ہے: ؎

احبّ الصالحین و لست منھُم لعل اللہ یرجعنی صلاحاً

# حقیقتِ عرس اور سجادہ نشین

علامہ محمد صدیق ہزاروی لکھتے ہیں:

"جب کوئی بندۂ خدا دنیا میں اپنی حیاتِ مستعار کے شب و روز اپنے خالق و مالک حقیقی کی اطاعت میں گزارتا ہے اس کا دل محبت مال و دولت کا نہیں محبت خداوندی کا مہبط و ملجاء ہوتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کا ولی (یعنی دوست) کہا جاتا ہے اور ایسے شخص کو نفس مطمئنہ کی دولت سے مالا مال کیا جاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتا ہے اور حرص و آز کے کوچے میں قدم رکھنے کی بجائے قناعت کی شاہراہ پر چلتا ہے۔

جب یہ شخص دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو امت مسلمہ ہر سمجھدار قوم کی طرح اس عظیم ہستی کو بھلانے کی بجائے اس کی یاد کو تازہ رکھتی ہے۔ بالخصوص اس کی تاریخ وصال پر تبلیغ دین اور تذکرۂ ولی کے حوالے سے محافل کا انعقاد ہوتا ہے۔ جس کی ہیئت ترکیبی سراپا ہدایت اور پاکیزگی پر مشتمل ہوتی ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت نعت رسول کریم ﷺ اور قرآن و سنت کی تعلیمات پر مبنی تقاریر اور اللہ تعالیٰ کے اس دوست کی پاکیزہ زندگی کا بیان ہوتا ہے اس کا نام عرس ہے۔"

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ فرماتے ہیں کہ لفظ "عرس" اس حدیث مبارکہ سے ماخوذ ہے۔ "نم کنومة العروس یعنی دلہن کی طرح سو جاؤ۔"

بندۂ صالح سے کہا جاتا ہے کہ عروس کی طرح آرام کر۔ کیونکہ موت مقبولان

الٰہی کے حق میں وصال محبوب حقیقی ہے۔ اس سے بڑھ کر کون سی عروسی ہوگی۔ چونکہ ایصال ثواب بروح اموات مستحسن ہے۔ خصوصاً جن بزرگوں سے فیوض و برکات حاصل ہوئے ان کا حق (نسبتاً بہت) زیادہ ہے۔ نیز (مرید کا) اپنے پیر بھائیوں سے ملنا از دیار محبت اور تذائذ برکات ہے۔ نیز طالبوں کا بھی فائدہ ہے کہ بہت سے مشائخ رونق افروز ہوتے ہیں۔ اس میں سے جس سے عقیدت ہو غلامی اختیار کر لے۔ اس لئے مقصود ایجاد رسم عرس یہ تھا کہ سب سلسلہ کے لوگ ایک تاریخ پر جمع ہوجائیں۔ باہم ملاقات بھی جائے اور صاحب قبر کی روح کو قرآن و طعام کا ثواب بھی پہنچایا جائے یہ مصلحت ہے تعین یوم میں۔

رہا ''خاص'' یومِ وفات (ہی) کو مقرر کرنا اس میں ''اسرار مخفیہ'' ہیں ان کا اظہار ضروری نہیں۔ امام راہبی فرماتے ہیں کہ جب زائر قبر کے پاس جاتا ہے تو اس کے نفس کو صاحب قبر کے ساتھ ایک خاص تعلق حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح صاحب قبر کے نفس کو ایک خاص تعلق اس زائر کے ساتھ حاصل ہوتا ہے۔ ان دونوں کے تعلق کے سبب سے ان دونوں کے درمیان تقابل معنوی حاصل ہوتا ہے اور علاقۂ مخصوص اگر صاحب قبر کا نفس زیادہ قوی ہوتا ہے تو زائر کا نفس مستفیض ہوتا ہے۔

فتاویٰ عزیزیہ میں بھی یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ کاملین کی ارواح کو بحالت حیات اللہ ربّ العزت کے نزدیک قرب کا درجہ حاصل رہتا ہے اور اس وجہ سے ان کی روح تصرفات کی قوت بھی باقی رہتی ہے۔ جس طرح حیات میں یہ قوت رہتی ہے۔ کیونکہ اس وقت روح کا تعلق کلی بدن کے ساتھ رہتا ہے پھر موت کے بعد تصرفات کی وہ قوت زیادہ ہو جاتی ہے تو ایسی حالت میں میں استمداد سے انکار کرنے کی کوئی صحیح وجہ معلوم نہیں ہوتی۔''

یہی وجہ ہے کہ اکابر اولیاء بعد از وصال بھی اپنے شیوخ کاملین سے اسی طرح حیاء کرتے تھے جیسے حیات ظاہری میں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ''ہمعات'' میں عرائس میں حاضری کی تلقین فرماتے ہیں۔

''اس جگہ ہے کہ مشائخ کے اعراس کو یاد رکھنا اور ان کے مزارات پر ہمیشہ حاضری دینا اور فاتحہ پڑھنے کو لازم کر لینا اور ان کے

لئے صدقہ دینا۔ دوم یہ کہ مشائخ کی پاک روحوں کی طرف متوجہ ہو کر ان کے لئے فاتحہ پڑھے یا اُن کی قبور کی زیارت کو والہانہ انداز سے جائے اور بھیک طلب کرے۔''

علامہ صدیق ہزارویؒ لکھتے ہیں کہ اگر عرس شرعی حدود کے اندر ہو تو یہ تبلیغ دین کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ عرس کا مقصد دراصل بزرگانِ دین کے ایام منا کر ان کے مقام (روحانی) اور اس مقام تک پہنچنے کے لئے ان کی جدوجہد سے امت مسلمہ کو آگاہ کرنا ہے۔ یہی عرس کی مختصر سی لیکن جامع تعریف ہے۔

ہمارے حضرت سلطان العصر قدس سرہٗ مزارات پر بہت کم تشریف لے جایا کرتے تھے لیکن جب جاتے تھے تو مادیت زدہ آنکھ بھی ''حسن ملاقات'' کے انوارات سے خیرہ ہو جایا کرتی تھی۔ آپؒ سے پوچھا گیا کہ حضورؒ دوسرے تو استفاضے کے لئے مزارات پر بکثرت حاضری دیتے ہیں۔ مشائخ کا بھی یہی معمول ہے پھر آپؒ اس معاملے میں کس بناء پر پرہیز فرماتے ہیں۔ فرمایا: ''جب سب کچھ یہیں ہے تو پھر کہیں اور جانے کی کیا ضرورت ہے۔''

سبحان اللہ۔ اس مختصر سے جملے میں اہل دل کے لئے کتنے اسرار مخفی ہیں، یہ اہل دل ہی جان سکتے ہیں۔

آپؒ کی خدمت میں رہنے والے مریدین نے بھی ایسے کئی واقعات ملاحظہ کیے۔ ایک مرتبہ آپؒ کے خدام نے بابا صاحب گنج شکرؒ حاضری کی خواہش کی۔ آپؒ نے گاڑی منگوا کر انہیں روانہ کر دیا۔ جب واپس آئے تو تبسم ہو فرمانے لگے، ''تم پتھروں کو سلام کرتے رہے۔ بابا صاحبؒ تو ابھی میرے پاس سے نماز پڑھ کے اُٹھ کر گئے ہیں۔''

آپؒ عموماً اپنے روحانی معاملات، مکاشفات اور واردات قلبیہ کا کبھی تذکرہ نہیں فرماتے تھے۔ لیکن اگر کبھی کیا بھی تو ایسے لطیف پیرائے میں کہ مادی دنیا کا رہنے والا بھی آپؒ کی شانِ ولایت پر عش عش کر اُٹھتا تھا۔

آپؒ کا وصال ۵ رمضان المبارک کو ہوا تھا۔ آپؒ کا عرس مبارک بمطابق تاریخ سن عیسوی ۴ اور ۵ مارچ کو بڑی دھوم دھام سے پیر شاہ میں منایا جاتا ہے۔ دور دور سے

مریدین اس بابرکت اجتماع میں شرکت کے لئے آتے ہیں اور آستانہ عالیہ کی روح پرور فضاؤں سے تسکین قلب کشید کرتے ہیں۔ دیوان پیر سید بدر عالم گیلانی سلمہ اللہ تعالیٰ موجودہ سجادہ نشین ہیں۔ جن کی سرپرستی میں عرس مبارک کی یہ بابرکت محفل انعقاد پذیر ہوتی ہے۔

اب سطورِ زیریں میں ہم سجادہ نشین اور اس کے فرائض کا حتیٰ الامکان احاطہ کرنے کی کوشش کریں گے۔

اللہ ربّ العزت شہ رگ سے زیادہ قریب ہے اور وہ ہر اک کی دعائیں التجائیں سنتا ہے۔ مگر شرفِ قبولیت کا درجہ ہر دعا نہیں پاسکتی۔ کیونکہ بندے، بندے میں فرق ہوتا ہے۔ زبان، زبان میں فرق ہوتا ہے۔ کوئی صرف بندہ یعنی عبد ہوتا ہے اور کوئی اس مالک کا بندہ یعنی عبدہٗ ہوتا ہے اور یہ دونوں بندے یکساں نہیں ہوتے۔ عام بندے کی دعا رد بھی ہوسکتی ہے۔ لیکن وہ بندہ جو حرص کے بے لگام گھوڑے کو قابو کر کے مال دنیا کی محبت سے اپنے دل کو پاک کر لیتا ہے اور تخلیق انسانی کے مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے ربّ سے وابستگی اور آپ ﷺ کی سنت مطہرہ کے رنگ میں رنگے جانے کی راہ اختیار کرتا ہے۔ خدا اور خدا کے رسولؐ کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر عبدہٗ کے منصب پر فائز ہو جاتا ہے اس کی دعا کو فوری قبولیت کا شرف بخش دیا جاتا ہے اور پھر لوگوں پر جب اس کے مقام عبدیت اور مستجاب الدعوات ہونے کا راز کھلتا ہے تو وہ کشاں کشاں اس کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔ اس کی صحبت کی برکات سے فیضیاب ہوتے ہیں اور اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں اور اللہ ربّ العزت کو یہی منظور ہوتا ہے۔

سجادہ نشین کے سر پر جو دستار فضیلت سجائی جاتی ہے اس کی فضیلت اور ناموس کو برقرار رکھنے کے لئے صاحب سجادہ کو صاحب مزار کے بتائے ہوئے سنہری اصولوں پر اپنی زندگی کو ڈھالنا پڑتا ہے۔ کچھ تو وہ خود صاحب کردار ہوتا ہے اور پھر صاحب مزار سے کسب فیض کر کے قلبی صفائی اور فیوض و برکات کے خزانے حاصل کرتا ہے اگر ایسا نہیں تو پھر وہ اس دستارِ فضیلت کا حقدار نہیں۔ کیونکہ صاحب سجادہ کا عمل، سیرت و کردار، اس کا اُٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا اور اوڑھنا بچھونا دعوت الی اللہ کا نمونہ ہونا چاہیے۔ وہ راہبر راہ حقیقت اور راہنمائے ------ طریقت ہوتا ہے۔ عوام و خواص اس کی

پیروی کرتے ہیں۔ اس معاشرے میں اس کی حیثیت ایک قائد کی سی ہوتی ہے۔ وہ دوسروں کے لئے آئیڈیل اور قابل تقلید نمونہ ہوتا ہے۔

ہمارا حال تو کچھ یوں ہے کہ ہم اپنی اصلاح پر تو الا ماشاء اللہ کم ہی توجہ دیتے ہیں اور دوسروں پر دعوت کا "سوٹا" اور بے عملی کا ڈنڈا مار دیتے ہیں۔ جب کہ اپنی شخصیت کے اندر باہر کے تضاد کو نہیں دیکھتے یہی وجہ ہے کہ دوسرے مسلک کے لوگ انہیں تنقید کا نشانہ بنا لیتے ہیں کہ وہ شریعت پر تو عمل پیرا ہوتے ہیں جبکہ یہ صاحب طریقت ہونے کے دعوت دار ہو کر بھی قول و فعل کے تضاد کا شکار ہوتے ہیں۔ سچ پوچھیں تو وہ حق بجانب ہوتے ہیں بہادر شاہ ظفر نے کہا تھا:

نہ تھی اپنے گناہوں کی جب خبر رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی خطاؤں پہ جب نظر تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

والدین اولاد کے لئے داعی ہیں، استاد شاگر کے لئے، بڑا بھائی چھوٹے بھائی کے لئے پیر و مرشد اپنے مریدوں کے لئے، یعنی الغرض ہر بڑا اپنے چھوٹے کے لئے داعی ہے۔ یہ دور گمراہی اور فسق فجور کا دور ہے۔ بدی اور شر کی طرف نکلنے کے سینکڑوں طریقے ہیں۔ یہ وہ دور نہیں رہا جب والدین اولاد کو اور مرشد اپنے مریدوں کو جو بات کہہ دیتے تھے وہ مانتے تھے۔ آج تو چھوٹے بچے بھی سوال کرتے ہیں کہ ایسا کیوں؟ کس لئے؟ ایسا کریں تو کیا ہوگا؟ جب مطمئن ہوں تو عمل کرتے ہیں۔ ایسے حالات میں سجادہ نشین کے فرائض اور بھی بڑھ جاتے ہیں۔ اگر وہ خود کو اور اپنے دل کو تمام آلائشوں اور رذائل سے پاک کر لے تو معاشرے میں انقلاب لا سکتا ہے اور اس انقلاب سے جو روشنی پیدا ہو گی اس کا صاحب سجادہ کو تو فائدہ ہے ہی لیکن یہ روشنی دوسروں کے لئے بھی مشعل راہ ثابت ہو گی۔ دنیا میں بھی انسان تعصبات اور نفسانی عوارض کی دلدل میں دھنسنے سے بچ جائے گا اور آخرت میں بھی شرمندگی اور ندامت کا بار اٹھانا نہیں پڑے گا۔ من کے اندر جب بہار آتی ہے تو باہر بھی بہار آئے گی۔ ورنہ اگر دوسروں کو ہی دعوتِ عمل کی جائے اور خود کو اس دعوت کی عملی تفسیر نہ بنایا جائے تو شرعاً بھی اس کی مذمت آئی ہے۔

یا یھا الذین امنو الم تقولون ما لا تفعلونO

''اے ایمان والو! ایسی باتیں زبان سے کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ اللہ کو یہ ناگوار ہے کہ تم (منہ سے) وہ کہو جو کرو نہیں۔''

جب دعوت من کے اندر برپا ہوتی ہے تو پھر نیک عمل خود بخود جنم لیتے ہیں۔ ایسے میں انسان کے اندر سے ایسی آواز ابھرتی ہے کہ وہ دوسروں کو نیک عمل کی ترغیب دینے سے قبل خود اعمال صالح کی طرف رجوع کرتا ہے۔ تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرتا ہے۔ فقر حقیقی کو حاصل کرتا ہے جو جبہ و دستار اور فکر دنیا میں نہیں ملتا بلکہ سجدۂ شبیرؓ کے عملی تصور میں غرق ہونے سے میسر آتا ہے۔ لٰہذا سجادہ نشین کے لئے ضروری ہے کہ وہ دعوت دینے سے پہلے خود سراپا دعوت بن جائے اور لوگ اس کے در کی حاضری کو موجب تسکین قلب اور باعث نجات سمجھیں۔ جب سجادہ نشین کے اندر کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے کہ وہ وقت کے دشوار رستے میں مسافر بن کر سنبھل کر چلتا ہے اور حسن عمل اور قول و فعل کے حسن امتزاج سے خود کو آراستہ کر لیتا ہے۔ اعمال باطنی کی اصلاح سے قلب میں ''صفا'' اور ''جلا'' پیدا کر لیتا ہے جنوں جیسا گنج گراں مایہ حاصل کر لیتا ہے زر پرستی سے متنفر ہو جاتا ہے تو پھر کہنے کی نوبت نہیں آتی، لوگ خود ہی دیکھ کر متوجہ ہو جاتے ہیں، بن بلائے ہی آ کر حلقۂ عقیدت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ یہی فرق سجادہ نشین اور عام آدمی کی دعوت میں ہوتا ہے۔ صاحب سجادہ کا ہتھیار اس کا حسن عمل، جذبے کی صداقت اور محبت فاتح عالم ہوتی ہے۔ عام آدمی صرف دعوت دینے والا جب کہ سجادہ نشین محفل سالکین کا صدر اور راہنما ہوتا ہے۔ جب صاحب سجادہ خود سراپا دعوت بن جاتا ہے تو اس وقت وہ صحیح معنوں میں صاحب مزار کی دستار فضیلت کا حقدار ہوتا ہے۔

اگر اس بحث کو مختصر الفاظ میں سمیٹا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ سجادہ نشینی نام ہے ''اخلاق'' اور ''تعاون'' کا ''احوال محمودہ'' یعنی مکارم اخلاق سے اور روحانی اقدار سے متصف ہونے کا۔ اس سلسلے میں قرآن کریم کی اس آیت کو بنیاد بنایا جا سکتا ہے۔

و نزعنا ما فی الصدور ھم من غل اخوانا علی سدر متقابلین O

''اور ہم نے ان کی سینوں میں جو کینہ تھا، اس کا نکال دیا۔ وہ بھائی بن کر آمنے سامنے بیٹھے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق کینہ سے دل کا صاف ہونا ایک ایسی عطا ہے جس سے انسان بھائی بھائی بن کر ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھتا ہے۔ احادیث نبویؐ بھی ''وحی الٰہی'' کی ایک قسم ہے چنانچہ خود سیّد عالمﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد بھی تکمیل اخلاق ہی کو قرار دیا ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

انما بعثت لا تمم مکارم الاخلاق

''میں اس واسطے مبعوث کیا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کروں۔''

کشف المحجوب میں داتا صاحبؒ حضرت محمد بن علی بن حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب (علیہم السلام) کا فرمان درج کرتے ہیں:

''تصوف خلق کو کہا جاتا ہے جو اخلاقیات میں سبقت لے گیا وہ تصوف میں بھی دوسروں سے بڑھ گیا۔''

حضرت مرتعشؒ کا قول ہے:

''تصوف خصائل حمیدہ کا نام ہے اور یہ تین اقسام پر مشتمل ہے۔ ایک یہ کہ مکارم الٰہیہ ادا کرنے میں کسی قسم کا ریا اور دکھلاوا نہ ہو اور اپنے ربّ کی رضا جوئی میں فرائض حق ادا کیے جائیں۔ دوسری یہ کہ عوام کے ساتھ نیک رویہ ہو۔ بڑوں کی عزت چھوٹوں پر رحم کیا جائے۔ ہر معاملے میں انصاف پسندی کو شعار بنایا جائے اور ان امور سے کسی قسم کا معاوضہ حاصل کرنا مقصود نہ ہو۔ تیسرا یہ کہ اپنے آپ کو ہوائے شیطانی کی متابعت سے مجتنب رکھا جائے اور ہر قسم کی حرص و ہوس اور خواہش نفسانی سے بچایا جائے۔''

یہی سجادہ نشین بلکہ قلوب کے فاتحین کا طرۂ امتیاز اور ان کی خاص نشانی ہے۔

# شجرۂ طریقت ونسب
## یعنی
## (شاہنامۂ سادات)

شجرہ کیا ہے؟ مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"شجرہ حضور سیّد عالم ﷺ تک بندے کے اتصال کی سند ہے۔
جس طرح حدیث کی اسنادیں۔"

امام عبدالرشید بن مبارکؒ کہ اولیاء علماء ومحدثین وفقہا سب کے امام ہیں، فرماتے ہیں:

لو لا الا سناد لقال فی الدین من شاء ماشاء
"اگر سند کا سلسلہ نہ ہوتا تو جو شخص چاہتا دین میں اپنی مرضی کی بات کرتا پھرتا۔"

شجرہ خوانی سے متعدد فوائد ہیں۔

اولاً: رسول اللہ ﷺ تک اپنے اتصال کی سند کا حفظ۔

دوم: صالحین کا ذکر کہ موجب نزولِ رحمت ہے۔

سوم: نام بنام اپنے آقایان نعمت کو ایصال ثواب کہ ان کی بارگاہ سے موجب نظر عنایت ہے۔

چہارم: جب یہ اوقات سلامت میں ان کا نام لیوا رہے گا۔ وہ اوقاتِ مصیبت میں اس کے دستگیر ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

تعرف الی اللہ فی الرخاء یعدفک فی شدة

''آرام کی حالت میں خدا کو پہچان وہ تجھے سختی میں پہچانے گا۔''

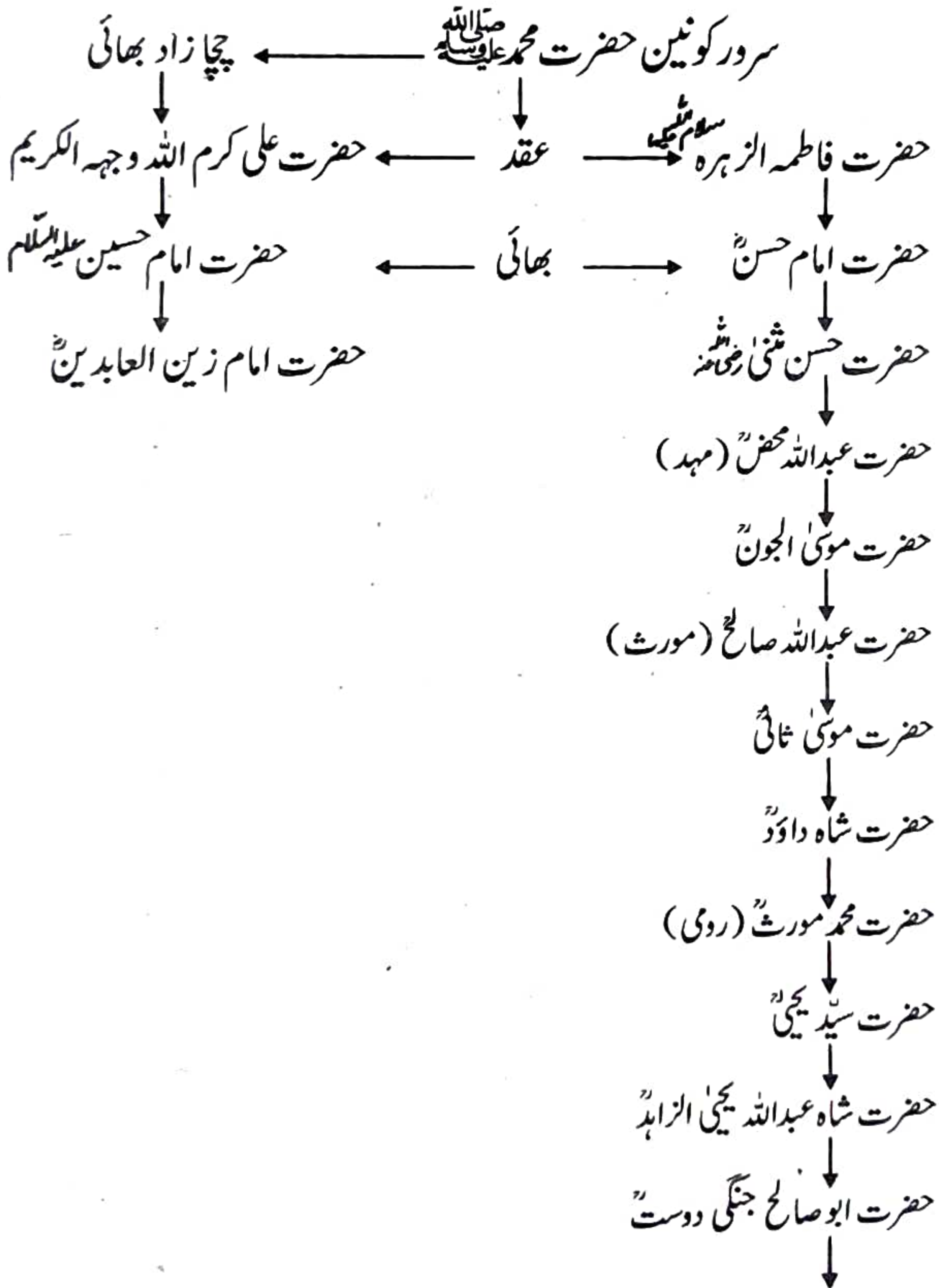
ہمارے ممدوح حضرت سیّد ولی محمد شاہ صاحب قدس سرہٗ کے شجرۂ نسب میں ایک خاص ربط جو آپؒ کی روحانی عظمت کی ایک اور روشن دلیل ہے وہ یہ ہے کہ آپؒ کا سلسلہ نسب گیارہ واسطوں سے حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہٗ سے مل جاتا ہے اور حضرت موسیٰ ابوالمکارم کیتھلیؒ قدس سرہٗ کا سلسلہ نسب گیارہ ہی پشتوں سے حضرت غوث الاغیاث پیرانِ پیر محبوب سبحانی سلطان سیّد محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ تک پہنچتا ہے اور گیارہ واسطوں سے حضرت غوث الاعظم دستگیرؒ کا سلسلہ امام المشارق و المغارب اسد اللہ الغالب مولائے کائنات تاجدارِ ولایت حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے جا ملتا ہے۔ ہمارے نزدیک جہاں یہ ''گیارہ'' کا عدد گیارہویں والے کے خاص فیضان اور خاص نسبت کی علامت ہے وہیں غوثیت یا قطبیت کا علمبردار بھی ہے، اسی لئے کہا گیا ہے:

واہ اے مہر کرم نور کا جھلکا تیرا
رونق بزمِ ولایت ہے سراپا تیرا
غوث اعظمؒ کے سمندر میں ہے دریا تیرا
کیسے رہ سکتا ہے محروم پیاسا تیرا!!

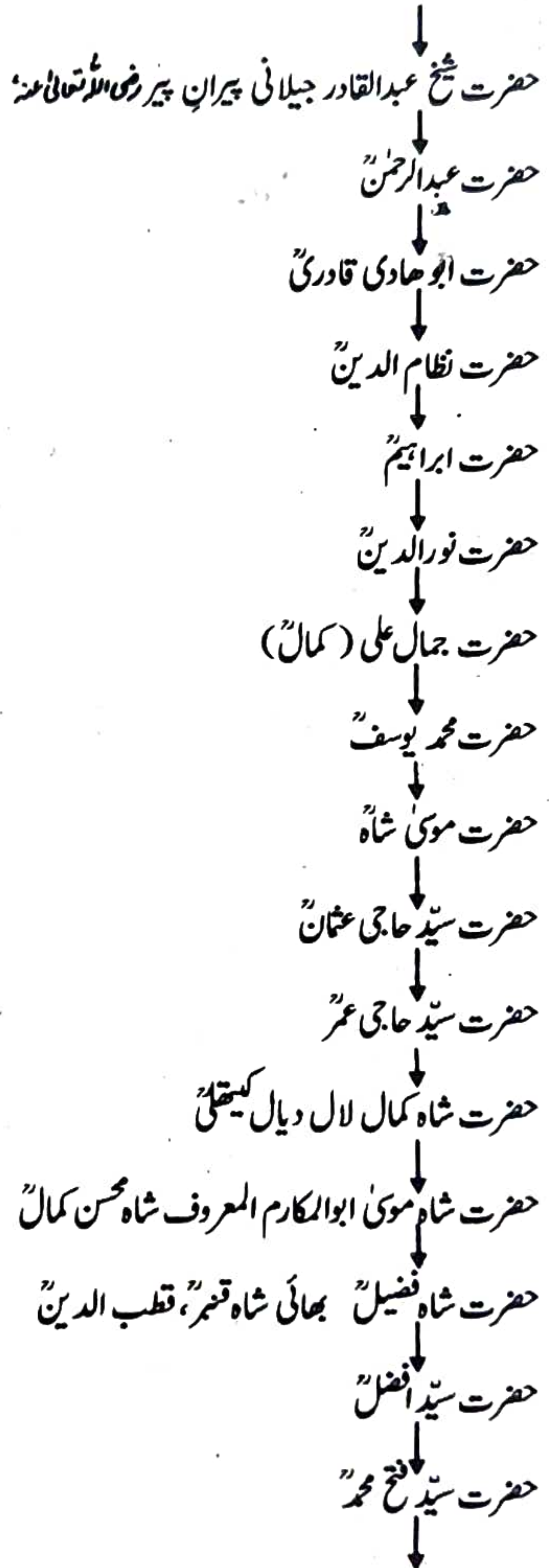
(سیّد انوار گیلانی)

آپؒ کا شجرۂ نسب راقم الحروف کے پرانے کاغذات میں سے برآمد ہوا ہے اور اسے پہلی مرتبہ منظوم شکل میں پیش کرنے کی سعادت بھی عاجز ہی کو حاصل ہو رہی ہے۔ حق تعالیٰ جل شانہٗ شرفِ قبولیت سے نوازے۔ (آمین بجاہ النبی الامین ﷺ)

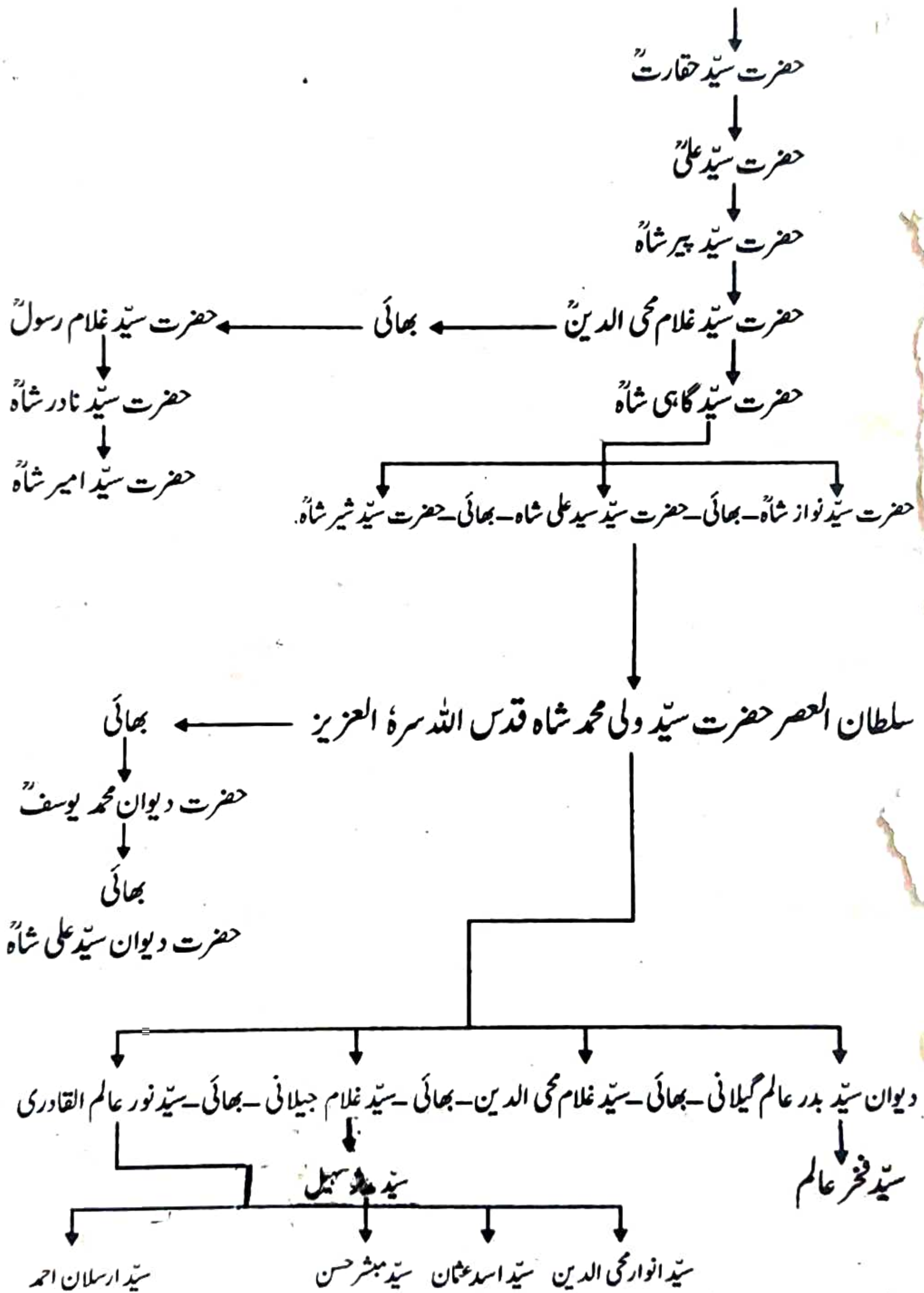
# شجرۂ نسب



سرور کونین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
چچا زاد بھائی
حضرت فاطمہ الزہرہ سلام اللہ علیہا
عقد
حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم
حضرت امام حسنؓ
بھائی
حضرت امام حسین علیہ السلام
حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ
حضرت امام زین العابدینؒ
حضرت عبداللہ محضؒ (مہد)
حضرت موسیٰ الجونؒ
حضرت عبداللہ صالحؒ (مورث)
حضرت موسیٰ ثانیؒ
حضرت شاہ داؤدؒ
حضرت محمد مورثؒ (رومی)
حضرت سیّد یحییٰؒ
حضرت شاہ عبداللہ یحییٰ الزاہدؒ
حضرت ابو صالح جنگی دوستؒ



↓
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی پیرانِ پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
↓
حضرت عبدالرحمٰنؒ
↓
حضرت ابو ھادی قادریؒ
↓
حضرت نظام الدینؒ
↓
حضرت ابراہیمؒ
↓
حضرت نورالدینؒ
↓
حضرت جمال علی (کمالؒ)
↓
حضرت محمد یوسفؒ
↓
حضرت موسیٰ شاہؒ
↓
حضرت سیّد حاجی عثمانؒ
↓
حضرت سیّد حاجی عمرؒ
↓
حضرت شاہ کمال لال دیال کیتھلیؒ
↓
حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم المعروف شاہ محسن کمالؒ
↓
حضرت شاہ فضیلؒ بھائی شاہ قمبرؒ، قطب الدینؒ
↓
حضرت سیّد افضلؒ
↓
حضرت سیّد فتح محمدؒ
↓



حضرت سیّد حقارتؒ
حضرت سیّد علیؒ
حضرت سیّد پیر شاہؒ
حضرت سیّد غلام محی الدینؒ
بھائی
حضرت سیّد غلام رسولؒ
حضرت سیّد نادر شاہؒ
حضرت سیّد امیر شاہؒ
حضرت سیّد گاہی شاہؒ
حضرت سیّد نواز شاہؒ۔بھائی۔حضرت سیّد سید علی شاہ۔بھائی۔حضرت سیّد شیر شاہؒ
سلطان العصر حضرت سیّد ولی محمد شاہ قدس اللہ سرہ العزیز
بھائی
حضرت دیوان محمد یوسفؒ
بھائی
حضرت دیوان سیّد علی شاہؒ
دیوان سیّد بدر عالم گیلانی۔بھائی۔سیّد غلام محی الدین۔بھائی۔سیّد غلام جیلانی۔بھائی۔سیّد نور عالم القادری
سیّد فخر عالم
سیّد سہیل
سیّد انوار محی الدین
سیّد اسد عثمان
سیّد مبشر حسن
سیّد ارسلان احمد

# شجرۂ نسب (منظوم)

## حضرت سلطان العصر سیّد ولی محمد شاہ صاحب گیلانی قادری قدس اللہ سرہٗ العزیز

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو

لطف فرما یا الٰہی مصطفٰے کے واسطے
مرتضٰے و سیّدہ خیر النساء کے واسطے

یا الٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
شادئ دیدار حسن مصطفٰے کا ساتھ ہو

مظہر خیر الورٰیؐ حسن و حسین ابن علیؓ
حضرت حسن مثنٰی پیشوا کے واسطے

یا الٰہی گورِ تیرہ کی جب آئے سخت رات
اُن کے پیارے منہ کی صبح جانفزا کا ساتھ ہو

حضرت عبداللہ و موسٰی و عبداللہ دومؒ
موسٰی ثانی نورِ پاکِ مصطفٰے کے واسطے

یا الٰہی جب بڑے محشر میں شورِ دارو گیر
امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو

داؤد شاہ و مورث و یحییٰ و شاہ عبدِ الہٰ!
نورِ ابصار علی المرتضیٰ کے واسطے

یا الٰہی! جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے
صاحب کو ثرشہ جودو عطا کا ساتھ ہو

شیخ عالم شاہ جنگی دوست ابو صالح ولی
پدرِ غوث پاکؒ جانِ اولیاء کے واسطے

یا الٰہی! سرد مہری پر ہو جب خورشید حشر
سید بے سایہ کے ظلِ لوا کا ساتھ ہو

سیّد عالی نسب سلطان جملہ اولیاء
نور حق محبوب حق غوث الوریٰ کے واسطے

یا الٰہی! گرمیٔ محشر سے جب بھڑکیں بدن
دامن محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

عبد رحمان و ابو ھادی و شہ نظام دینؒ
ابراہیم و نور دین مصطفیٰ کے واسطے

یا الٰہی! نامہ اعمال جب کھلنے لگیں
عیب پوشِ خلق ستارِ خطا کا ساتھ ہو

شاہ جمالؒ و یوسف و موسیٰ و عثمانؒ و عمر
شاہِ کمالِ(الدین امام اولیاء) سرگروہِ اولیاء کے واسطے

یا الٰہی! جب بہیں آنکھیں حسابِ جرم سے
اُن تبسم ریز ہونٹوں کی دعا کا ساتھ ہو

شاہ موسیٰ ابوالمکارم پیشوائے عارفاں
ھادی پیراں امام باصفا کے واسطے

یا الٰہی! رنگ لائیں جب مری بیباکیاں
اُن کی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو

قطب دیںؒ شاہ فضیل و شاہ افضل بے ریا
فتح محمد فاتح ملک غنا کے واسطے

یا الٰہی! جب چلوں تاریک راہِ پل صراط
آفتاب ہاشمی نور الھدیٰ کا ساتھ ہو

حضرت سیّد حقارت شاہ و سیّد شاہ علیؒ
پیر عالم تاجدارِ پیر شاہؒ کے واسطے

یا الٰہی! جب سر شمشیر پر چلنا پڑے
ربِّ سلّم کہنے والے غمزدہ کا ساتھ ہو

خادمِ غوث الوریٰؓ حضرت غلام محی الدینؒ
پیر گھائی شاہ حقیقت آشنا کے واسطے

یا الٰہی! جو دعائیں نیک میں تجھ سے کروں
قدسیوں کے لب سے آمیں ربنا کا ساتھ ہو

پیر سیّد سید علی شاہ صاحب نور و ضیا
پدر حضرت شاہ ولی الاولیاء کے واسطے

یا الٰہی! جب رضا خواب گراں سے سر اُٹھائے
دولت بیدارِ عشق مصطفٰے کا ساتھ ہو

حضرتِ سیّد ولی سلطانِ عالم قطب دیں
مظہر حق سایۂ غوث الوریٰؒ کے واسطے!!

یا الٰہی! بخش دے ہم کو فراست آپؒ کی
مسلکِ پیرِ ولیؒ کی ہر ادا کا ساتھ ہو

سیّد غلام جیلانی و غلام محی الدین!!
نور عالم قادری و بدر العلٰی[1] کے واسطے

یا الٰہی ہوں شہِ جیلانؒ امیر کارواں
پیروانِ حضرتِ غوث الوریٰؒ کا ساتھ ہو

نور عالم کو عطا کر صدقۂ آلِ عبا
کھول دے رحمت کے در مجھ بے نوا کے واسطے

[1] بدر العلٰی سے مراد سجادہ نشینِ خانقاہ عالیہ غوثیہ حضرت دیوان سیّد بدر عالم گیلانی دامت برکاتہم ہیں۔

# شجرۂ طریقت

اے خدائے پاک اے پروردگارِ دو جہاں
ہو نہیں سکتی تیری توصیف بندے سے یہاں
تیری ہستی کو پہنچ نہیں سکتے وہم و گماں
ذرے ذرے میں مکیں ہے گو کہ تو ہے لا مکاں

رحم کر ہاں رحم ذاتِ کبریا کے واسطے
عاجزوں پر کر کرم خیر الوریٰ ؐ کے واسطے

سہل ہو جاتی ہیں تیرے نام سے دشواریاں
دور ہو جاتی ہیں تیرے ذکر سے بیتابیاں
تو اگر ہو مہرباں تو ہو زمانہ مہرباں
فضل کرتا ہے تیرا قطرے کو بحر بے کراں

فضل کر ہم پر بحق آل و اصحاب رسولؐ
مرتضےٰؓ و فاطمہ خیر النساءؓ کے واسطے

دل میرا تاریک ہو جب گردشِ ایام سے
روشنی دے اِس کو عشق بانی اسلام سے
کام ہو ہرگز نہ مجھ کو فکر صبح و شام سے
صبر و استقلال حاصل ہو تو تیرے نام سے

حضرت حسنینؓ زین العابدینؒ باقر امام
جعفرؒ و کاظمؒ علی موسیٰ رضا کے واسطے

دل اگر بخشا ہے دل کو دولت ایمان دے
آنکھ اگر بخشی ہے اس کو دید کی پہچان دے
جوش ہو جس سے شہادت کا وہ مجھ کو جان دے
شان ہو اسلام کی جس سے وہ مجھ کو شان دے

حضرتِ معروف کرخیؒ سری سقطیؒ ولی
ہم جنیدؒ و شیخ شبلیؒ مقتدا کے واسطے

نورِ دو عالم میرے مقصود کی منزل میں ہو
یعنی محبوبِ خدا کا درد میرے دل میں ہو
شوق ارمان شہادت میری آب و گل میں ہو
رہبر تعلیم قرآن میری ہر مشکل میں ہو

بوالفضلؒ عبدالواحدؒ بو یوسفؒ فرخ لقا
بوالحسنؒ اور بو سعیدؒ اہل ہدا کے واسطے

میرے دل میں گھر بنا رکھے تمنائے نماز
ریشمی بستر سے پیاری ہو مجھے جائے نماز
مجھ کو اہل دل پکاریں بادۂ پیمائے نماز
رنج و راحت میں ہمیشہ یاد آجائے نماز

سیّد سلطان عبدالقادرؒ محبوب حق
غوث محی الدین نورِ مصطفیٰؐ کے واسطے

یاد ماضی ہو اگر شرمندگی میرے لیے
فکر مستقبل میں ہو تابندگی میرے لیے
ہو جوانی ایک شمع زندگی میرے لیے
درد تابندہ میں ہو پاکیزگی میرے لیے

تاج دینؒ، عبدالرزاقؒ شرف دینؒ عبدالوہابؒ
شاہ ولی الدینؒ ولی خوش لقا کے واسطے

غوث اعظمؒ کی محبت میں میرا دل چور ہو
گوشہ گوشہ اس کا ایسے درد سے معمور ہو
رات کی تاریکیوں میں جس سے پیدا نور ہو
ذرہ ذرہ جس سے رشک جلوہ صد طور ہو

شہ عقیلؒ و شاہ شمس الدینؒ و شہ رحمان گداؒ
شمس دین ثانی شہ ملک غنا کے واسطے

جان وہ دے جو کروں نذرانہ پیرانِ پیرؓ
دل عطا کر وہ کہ ہو دیوانہ پیرانِ پیرؓ
آنکھ وہ دے جو بنے پروانہ پیرانِ پیرؓ
مجھ کو مل جائے درمیخانہ پیرانِ پیرؓ

شہ گدا رحمان ثانی حضرت شہ فضیلؒ
شہ کمال الدینؒ جلیل الاصفیاء کے واسطے

جب شفیعِ اُمّتِ عاصی ہوں محبوبِؒ خدا

ہم شرمندہ کہیں کر دے نہ آئینِ خطا
جن گنہگاروں کو ہے تیرے کرم کا آسرا
سایہ دامن انہیں بھی تیرا ہو جائے عطا

از طفیل شہ سکندرؒ ہادیؑ روشن ضمیر
شہ محب اللہ پیر ذی العلا کے واسطے

چاہتا ہوں دین و دنیا میں رہوں میں سرفراز
میرا دل میرے لیے ہو باعث صد فخر و ناز
اور سینہ ہو میرا آئینہ عجز و نیاز
میری آنکھوں کو عطا ہو سرمۂ خاک حجاز

پیر راہ معنوی سیّد محمد شاہ علیؒ
شہ کبیر الدینؒ عابد مہ لقا کے واسطے

نغمہ بلبل میں سوز زندگی پیدا کروں
اور رنگ گل میں ذوقِ تازگی پیدا کروں
مجھ کو دے توفیق دل میں بے کلی پیدا کروں
بے کلی میں جو بھی چاہوں چاشنی پیدا کروں

دے مجھے عشقِ نبیؐ بہر شہ بالائے ماہ
شاہ حسن الدینؒ نورِ حق نما کے واسطے

ہو عطا قدرت کہ قدرت کے الٹ ڈالوں نقاب
اور اگر چاہوں تو ذروں کو بنا دوں آفتاب

جس طرف دیکھوں اُدھر برسے محبت کی شراب
جن گنہگاروں پہ چاہوں کھول دوں رحمت کے باب

واقف خفی و جلی سیّد محمد شاہ ولیؒ
حضرت سیّد علی نور خدا کے واسطے

جسم میرا ہو کہیں دل تو مگر کھتیل میں ہو
جب کہ میرے ساقی عالی کا در کھتیل میں ہو
یعنی میری آرزوؤں کا گھر کھتیل میں ہو
لطف تو جب ہے کہ دل کے ساتھ سر کھتیل میں ہو

دے عبادت کی توفیق اے رب غفور
حضرت عبدالعلیؒ نور حیا کے واسطے

ہے میرا ساقی علی احمدؒ جو عالی نام ہے
ساری دنیا پر میرے ساقی کا فیض عام ہے
اس کا انداز نظر ہی معرفت کا جام ہے
ہو نظر عظمت علی پر بندۂ بے دام ہے

کر عطا یا ربّ میری شمعِ ارادت کو فروغ
شاہ علی احمدؒ گل شاخ ہدیٰ کے واسطے

سیّد خورشید شمس الاولیاء و عارفاں
نیر برج ولایت مقتدائے کاملاں
راہنمائے راہِ عرفاں رونق بزم جہاں

تیرگی ہر رنج کی یا الہٰ کافور کر
شیخِ ما خورشیدؒ شمس الاولیاء کے واسطے

★... خالدِ حمّاد گیلانی شہِ عالی قدر
زینتِ سجادۂ پیرِ ہدیٰ کے واسطے

★... سیّدِ مقبول فخرِ خاندانِ قادری
مرشدِ دوراں چراغِ آستانِ قادری
عہدِ حاضر میں ہیں میر کاروانِ قادری
کیوں نہ پھر کہہ کر پکاریں عاشقانِ قادری

کر ہمیں مقبول درگاہِ محی الدینؒ میں
حضرتِ مقبول (دامت برکاتہم) شیرِ کبریا کے واسطے

مجھ کو نہ مطلوب ہے اقلیم و تاج اے ذوالمنن!
نہ جہاں کی حکمرانی اور نہ یاقوت یمن
صدقۂ حضرت حسینؓ و صدقۂ حضرت حسنؓ
کر عطا دونوں جہاں میں مجھ کو حُبِّ پنجتنؓ

شہسوارِ عالم لا ہُوت سیّد شاہ ولیؒ
مالکِ اقلیمِ تسلیم و رضا کے واسطے

آرزوئیں ہم سب کی ہوں خدایا بارور
تیرے در سے اُٹھ گئے خالی تو جائیں گے کدھر
ہم پر بھی ہو جائے تیرے لطف و کرم کی نظر

قادری کر قادری رکھ قادریوں میں اُٹھا
قدرِ عبدالقادر قدرت نما کے واسطے

دے امان یا ربّ اس نفس و شیطاں سے
خاندانِ قادری غوث العلا کے واسطے

# حضرت سید سید علی شاہؒ

| | |
|---|---|
| نام | سید سید علی شاہ المعروف سخی سیدن شاہؒ |
| تاریخ پیدائش | |
| تاریخ وفات | ۱۹۱۶ء |
| مقبرہ | پیرہ شاہ |
| ضلع | بہاولنگر |

خلق کے حاجت روا ہیں پیر سید سید شاہ

شہنشاہ اولیاء ہیں پیر سید سید شاہ

قبلہ اہل صفا ہیں پیر سید سید شاہ

معدن وجود و سخا ہیں پیر سید سید شاہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے جو خدا پر بھروسہ کرے تو خدا اس کے لیے کافی ہے یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے برکتیں اور رحمت مقدر ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں جن کے دل ایمان کی روشنی سے جگمگاتے ہیں۔ خدا کے دوستوں کے لیے واقعی نہ کچھ غم نہ خوف ان کا ہر کام اللہ کے ذمہ ہو جاتا ہے۔

مسجد کے کونے میں بیٹھے زمانے سے بے نیاز انسانوں کے ہجوم سے بے پروا اپنی ذات اور اللہ کے دھیان میں گم حضرت سید سید شاہؒ اپنے وقت کے باکمال بزرگ تھے جو اپنی فیاضی کی وجہ سے سخی سیدن شاہؒ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ ہمہ وقت عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ حضرت صاحبؒ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ فجر کی نماز روضہ رسولؐ پر ادا کرتے تھے۔ جب انسان فنافی اللہ کی حالت میں ہوتا ہے تو اس کے سامنے پرواز کوئی معنی نہیں رکھتی۔

آپ ہی صرف عشق ہو جانا
یہ بھی درویش کا تصرف
ہے

آپ ہمیشہ چہرہ کو چھپا کر رکھتے اور کم گفتار فرماتے تھے۔ آپ کی ذات پیکر نور تھی۔ روحانی جذبوں کے شہباز حضرت محسن شاہؒ کے بعد آپ کی ذریت سے روحانی سلسلہ وقتی طور پر موقوف ہوا۔ لیکن ولایت کا ستارا آپ کی ذریت کی پشت میں سفر کرتا رہا۔ آخر کار حضرت سید سید علی شاہؒ کی صورت میں نمودار ہوا۔

آپ کے جد امجد نے وصال کے وقت روحانی فیض کا خزانہ امانت کے طور پر حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ کو دیا اور وصیت فرمائی کہ میری امانت میری اولاد کے سپرد کر دینا۔ جب حضرت سید سیدن شاہؒ سن شعور کو پہنچے تو آپ کو آگاہ کیا گیا کہ حضرت صاحبؒ نے امانت لینے کے لیے رخت سفر باندھا تو کچھ اور عقیدت مند بھی ساتھ ہو لیے۔ سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے وہاں پہنچے تو خواجہ صاحبؒ بے چینی سے محو انتظار تھے۔ آپ پر نظر پڑتے ہی فرمایا۔ ''الحمد للہ''

ہمہ شہر پرز خوباں ومنم خیال ماہے
چہ کنم کہ چشم خوشخو نکند بکس نگاہے

حاضرین محفل نے دریافت کیا ''کیسا انتظار'' خواجہ صاحبؒ نے فرمایا ''حضرت سید شاہؒ کا'' حضرت صاحبؒ قریب آئے اور خواجہ صاحبؒ سے بغلگیر ہو گئے۔ بہت عرصہ بوجھ اٹھایا ہے۔ آج شانت ہوا ہوں۔ اپنی امانت سنبھالیں اور ہمیں سرخرو کریں۔ یہ خواجہ صاحبؒ کی زندہ کرامت تھی اور حضرت سید شاہؒ کے ایک جلیل القدر ولی ہونے کا ثبوت۔ آپ کی زندگی عبادت و ریاضت سے عبارت ہے۔ جلالی طبیعت ہونے کی وجہ سے بڑے بھائی حضرت سید نواز شاہؒ سے ناراض ہو گئے اور پیر شاہ چھوڑنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ یہ خبر آندھی طوفان کی طرح پیر شاہ میں پھیل گئی۔ حضرت سید سردار شاہؒ جو آپ کے پہلو میں مدفن ہیں نے کہا ''اگر سیدن شاہؒ نے پیر شاہ کو خیر باد کیا تو پیر شاہ غرق ہو جائے گا۔ انہوں نے منت سماجت کر کے حضرت صاحبؒ کو روک لیا۔ آپ سے متعلق بہت سی کرامات منسوب ہیں۔ جن کو احاطہ تحریر میں لایا جائے تو الگ کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

ایک دفعہ آپ گھر میں داخل ہونے لگے تو قلب میں بے چینی کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ آپ نے قدم روک لیے اور فرمایا ''مجھے گھر سے مردار کی بو آ رہی ہے۔''

سلطنت کو تیرے درویش سمجھتے ہیں وبال

سایہ بال ہما ابر بلا ہے سر پر

عرض کیا گیا کہ آج نذرانہ کی رقم آئی ہے۔ آپؒ نے وہ رقم غرباء میں تقسیم کردی۔ پھر گھر میں داخل ہوئے تو قلب کی بے چینی کافور ہوگئی اور انوار وتجلیات کی بارش ہونے لگی۔ ؎

غیر از خدا کی ذات مرے گھر میں کچھ نہیں

یعنی کہ اب مکان مرا لامکاں ہوا

ایسے ہی ایک مرتبہ آپ کے آستانہ عالیہ پر ایک نیاز مند حاضر ہوا اور فریاد کی حضرت صاحبؒ نے روئے مبارک مرید کی طرف کر کے استفسار کیا کیا بات ہے؟ تم اتنے مضطرب کیوں ہو۔ مرید نے اپنی حالت زار بیان کی ''حضور! آپ کے کرم اور چشم التفات کا طالب ہوں اگر کرم ہو جائے تو مرا سفینہ ساحل مراد تک پہنچ سکتا ہے۔''

آپ نے فرمایا خدا تمہارے حال پر رحم فرمائے۔ ''مرید نے تعویز کی فرمائش کی۔'' آپ نے قلم کی طرف نگاہ کی لیکن آپ کی نظر کوئلے پر پڑی۔ آپ نے اس کوئلے سے تعویز تحریر فرمایا اور مرید کی جانب بڑھا دیا۔ مرید نے ناگواری سے تعویز کی طرف دیکھا اور غیر اخلاقی حرکت کرتے ہوئے تعویز لینے سے انکار کر دیا۔ حضرت صاحبؒ مرید کے طرز عمل کی وجہ جانتے تھے۔ لیکن شیخ باصفا کی خوشی میں رب العزت کی رضا شامل تھی۔ لہٰذا حضرت شاہ صاحبؒ نے نقش والا ہاتھ فضا میں بلند کیا۔ اس وقت فضا میں ایک چیل پرواز کر رہی تھی۔ ہاتھ بلند ہوتے ہی چیل نے غوطہ کھایا اور آپ کے قدموں میں آ ٹھہری یہ دیکھتے ہی مرید کی حالت غیر ہوگئی۔ وہ آپ کے قدموں میں گرا اور گریہ زاری کرنے لگا۔ لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا اسی لیے کہا گیا ہے۔

زاہد لحاظ رکھ کہ نہ گل ہو چراغ زہد

جھونکا نہ آنے پائے ہوائے غرور کا

اور حقیقت تو یہ ہے کہ

بیٹھنے کون دے ہے پھر اس کو

جو تیرے آستاں سے اٹھتا ہے

مرید کا مرشد کی کرم فرمائی پر ناخوشگواری کا اظہار نہ پسندیدہ عمل تھا جس کی سزا اسے مل چکی

تھی۔ یہ طریقت کے دربار کی شان میں سراسر گستاخی تھی۔ مرشد کی خفگی منجانب اللہ ہوا کرتی ہے۔

حضرت شاہ عنایت قادری شطاریؒ نے خفگی کے اظہار پر حضرت بلھے شاہؒ کا حال قبض سلب کر لیا۔ مرید نے صوفیت کے آداب وقوانین کی خلاف ورزی کی بس ایک لمحے کی غفلت نے سب کچھ مٹی کر دیا اور تصوف کی پوری تاریخ ایسی مثالوں سے عبارت ہے۔ اس مسلک میں مرشد کی خوشنودی اور رضا ہی سب کچھ ہوتی ہے اور ادب واحترام ہی سارے اعمال کی بنیاد ہوتے ہیں۔ بس پرو مرشد راضی ہوئے تو سارا سلسلہ مولیٰ کریم تک درست ورنہ خسر الدنیا والآخرہ کا مورد ہو جاتا ہے۔

از خدا خواہم توفیق ادب

بے ادب محروم ماند از فضل رب

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے پست رکھا کرو۔ وہ تمہیں خبر بھی نہیں ہوگی اور تمہارے عمر بھر کے اعمال صالحہ برباد ہو جائیں گے۔

مرید اپنے قصور کی معافی کا طلب گار ہوا جس طرح آبدار موتی کی تخلیق میں صرف ایک لمحہ بارش کا پہلا قطرہ کارفرما ہوتا ہے اسی طرح مرشد کے اتار چڑھاؤ میں بھی صرف ایک لمحہ صرف ہوتا ہے۔ مرشد کی دل آزاری ایک لمحے میں انسان کو بے ردا بے نوا کر دیتی ہے۔ بقول میر درد

ان لبوں نے نہ کی مسیحائی

ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا

حضرت سید سید شاہؒ اولین ہستی ہیں جنہوں نے قبولہ شریف کے بجائے کسی اور جگہ کو جائے مدفن منتخب کیا اور پیر شاہ میں آسودہ خاک ہوئے۔ آپ نے اپنی حیات میں ہی اس روایت سے ہٹ کر جائے مدفن اللہ بخش ماہی گیر المعروف میاں بشگاؒ سے لے کر منتخب کی اور حکم دیا کہ مری لحد یہاں بنائی جائے۔ آپ سے قبل تمام آباواجداد قبولہ شریف میں آسودہ خاک کیے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ پیر شاہ کے بانی ومحسن بھی قبولہ شریف میں محوخواب ہیں۔

بلاشبہ آپ نے پیر شاہ کو یہ انفرادیت بخشی اور اسے یہ شرف دیا کہ یہ بھی تصوف وروحانیت کا مرکز بن گیا۔ یہاں سے شعور آدمیت اور عرفان کی وہ کرنیں پھوٹیں کہ یہ تصوف وولایت کے پاور ہاؤس بغداد شریف کے زیر سایہ آ گیا۔ آپ کے مدفن ہونے کی وجہ سے یہاں دائمی کرم فرمائیوں کا

باب کھل گیا جو رہتی دنیا تک قابل فخر رہے گا۔

کشف وکرامات کا سلسلہ بعد از وصال بھی جاری رہا جس کی تصدیق اس واقعہ سے ہوتی ہے جو بونگا احسان بی بی کی ایک حویلی میں پیش آیا۔ قصہ کچھ یوں ہے کہ اس علاقہ میں ایک پٹھان اور کیراڑ ہندو کی حویلیاں متصل تھیں۔ دونوں کو ایک دیوار جدا کرتی تھی۔ ہندو کیراڑ کی حویلی میں آسیبوں کا بسیرا تھا۔ وہ اسے خوب تنگ کرتے انسان ہمیشہ اندھیرے سے ڈرتا آیا ہے۔ کسی وجود رکھنے والی چیز سے تو مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن جو چیز نظر سے اوجھل ہو اس سے مدافعت کی صورت نظر نہیں آتی۔ یہی وجہ ہے کہ سائنس دان اگرچہ سائنسی ٹکنالوجی میں بے حد ترقی کر چکے ہیں۔ لیکن وہ آج تک اس کی توجیہ پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ انسانی عقل ان حقائق سے پردہ نہ اٹھا سکی۔ جو کسی ولی درویش کی کرامت کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ کیراڑ انہی رجال الغیب کی چیرا دستیوں سے تنگ آ گیا تھا۔ اس نے حویلی فروخت کرنے کا ارادہ کیا۔ پٹھان کو علم ہوا تو اس نے کیراڑ کو کہا ''تم حویلی مجھے فروخت کر دو۔ اس نے چونک کر اپنے ہمسائے کو دیکھا۔ ارادہ تو ہے تو پھر مجھے حویلی کا خریدار سمجھو میں نہیں چاہتا کہ یہاں کوئی اور رہائش پذیر ہو۔ اسے اور کیا چاہیے تھا لیکن اسے خیال گزرا کہ میں اپنی جان بچانے کی خاطر اس کے پاؤں کیوں شکنجے کی گرفت میں جکڑوں۔ اس نے کہا خان تم یہ حویلی نہیں خرید سکتے۔ خان نے کہا ''کیوں'' کیا یہ شہنشاہ کا محل ہے اور میں فاقہ زدہ فقیر ہوں جو نہیں خرید سکتا۔ تمہیں مطلوبہ رقم سے غرض ہونی چاہئے۔ کیراڑ بہت گھبرایا اگر وہ آسیب کا ذکر کرتا ہے تو خان یہ معاملہ طشت از بام کر دیتا۔ لہٰذا اس نے فروخت میں عافیت سمجھی۔ پٹھان اپنے خاندان سمیت اس میں منتقل ہو گیا۔ اس دن سے آسیب اس کی لڑکیوں کو تنگ کرنے لگے۔ وہ اکثر برقعہ اتار کر باہر نکل جاتیں گھر میں بے سکونی ہونے لگی۔

پٹھان اس نئی صورت حال سے بہت گھبرایا۔ بات ہی تشویش ناک تھی۔ کسی نے مشورہ دیا کہ ان کو سید سید شاہؒ کے مزار پر لے جاؤ۔ لہٰذا وہ اپنی دونوں لڑکیوں کو کھینچ کر دربار عالیہ پر لے آیا۔ رجال الغیب نے بڑی کوشش کی کہ وہ اندر داخل نہ ہوں۔ لیکن جدوجہد کر کے انہیں اندر دھکیل دیا۔ پھر وہ ہوا جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ دربار عالیہ کا دروازہ بند ہو گیا اور اسی اثنا میں اندر چیخ و پکار کا طوفان مچ گیا۔ گویا آتش فشاں پھٹ پڑا۔ عجیب وغریب آوازیں آنے لگیں۔ سماعتوں کے پردے پھڑ پھڑانے لگے۔ ہمیں معاف کر دو ہم سے غلطی ہو گئی۔ سرکار ہمیں ستار شاہؒ کے نام پر معاف کر دو۔ پھر چیختی چنگھاڑتی روحوں کو قرار آ گیا۔ یک لخت ہر شے ساکت ہو گئی وقت کی نبض

گویا تھم گئی- باہر دیگر لواحقین جو پہلے ہی حواس باختہ تھے کشمکش کا شکار تھے- دروازہ کھولنے کی کوشش کرنے لگے- لیکن دروازہ گویا پہاڑ تھا جو اپنی جگہ سے بال برابر نہ سرک سکا- وہ بڑے گھبرائے اور پریشانی کے عالم میں کھڑکیوں سے دیکھنے لگے- لیکن نورانی اجالے کے سوا کچھ نہ دیکھ سکے- اس میں دروازۂ عافیت وا ہوا اور وہ لڑکیاں مکمل باپردہ باہر آئیں اور ایک طرف جانے لگیں- باپ نے پکڑنے کی کوشش کی لیکن وہ نجانے کس عالم میں چلی جارہی تھیں- سیم نہر پر پہنچ کر وہ پلٹنے میں کامیاب ہوئیں اس وقت وہ مکمل طور پر صحت یاب ہوچکی تھیں- رجال الغیب حضرت شیخ کی بارگاہ سے لرزاں وترساں رخصت ہو گئے- جب وہ لوگ گھر پہنچے تو وہاں درخت کا ایک موٹا تنا شکستہ پرزے پرزے زمین پر پڑا تھا- پٹھان نے تشکر آمیز نظروں سے پیر سیدن شاہؒ کے دربار عالیہ کی طرف دیکھا اور کہا بے شک اولیاء اللہ زندہ ہیں- حیات ظاہری کی کرامات تو سنی تھیں- آج مشاہدہ بھی کرلیا بلاشبہ یہ حضرت شاہ صاحبؒ کا غائبانہ فیض روحانی تھا-

آپ کا دربار ایک منارہ نور ہے جو پیر شاہ کی تاریک فضاؤں کو روشن کررہا ہے- حافظ شیرازی کے بقول ؎

هرگز نمیرد آنکه دلش زنده شد به عشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

جس کا دل عشق کی کرامت سے زندہ ہے اسے موت نہیں آتی- اس لیے لوحِ دنیا پر ہمارا نام ثبت ہے اور ہمیں بقائے دوام حاصل ہے-

ایسی ہی کرامت پر گورکھ ناتھ کا چیلا شیخ محمد صالحؒ کے ہاتھ پر کلمہ پڑھ کر حلقہ اسلام میں داخل ہوا- اس نے کہا تھا' جوگیاں جیتے جاگتے انسان نہ دے سکے وہ ایک سادھ ہی قبر سے مل گیا یہی ...

اولیاء اللہ کی پہچان ہے یہی ایک ولی کی کرامت ہے اولیاء کرام کے بارے میں خود باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ کے دوستوں کو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ کسی غم میں مبتلا ہوں گے- اقبالؒ نے اسی لئے کہا ؎

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ

غالب و کار آفریں کار کشاد کار ساز

# حضرت صاحبزادہ مخدوم سید مسعود محی الدین گیلانی

حضرت سید مسعود محی الدین گیلانیؒ قبلہ گاہ جان و دل مخدوم العالم حضرت سید علی احمد شاہ صاحب گیلانی القادری کیتھلی قدس سرہٗ کے بڑے فرزند دل بند ہیں۔ آپ نہایت ذکی، فرشتہ سیرت، صاحب حسن و جمال اور اخلاق با کمال تھے۔ قبلہ مخدوم العالم قدس سرہ کو آپؒ سے بے حد محبت تھی۔ مریدین بھی آپ پر جان و مال قربان کرتے تھے۔ آپؒ حضرت مخدوم کی مجلس کے مزین اور باعث رونق تھے۔ جب بھی حضرت مخدومؒ کی محفل سجتی آپؒ سید مسعود سے مثنوی کے اشعار بہت شوق سے سنتے۔ آپ بے حد خوش الحان تھے۔ اشعار ترنم سے پڑھتے تو سماں بندھ جاتا۔ ایسے میں بے اختیار آنکھوں سے آنسو چھلک جاتے۔ آپؒ اوصاف حمیدہ کے مالک اور الولد سر لابیہ کے پورے پورے مصداق تھے۔ آپؒ میں خود پسندی، فخر و تکبر یا نفس پروری کی بو تک نہ تھی۔ لوگوں کی دلداری اس قسم کی کرتے کہ ہر ایک کو اپنے سے راضی رکھتے۔ آپؒ عالم شباب میں وصال فرما گئے تھے۔ آپؒ کے اس طرح غیر متوقع طور پر دنیا سے رخصت ہو جانے پر درد ہجر سے اہل جہان اور محبّ مریدین کی جو حالت ہوئی وہ بیان سے باہر ہے۔

شنیدہ ام سخنے خوش کہ پیر کنعاں گفت
فراق یار نہ آں میکند کہ بتواں گفت

آپؒ کا مزار مبارک کراچی ائیر پورٹ کے نزدیک مرجع خلائق ہے۔

**رحمهم الله وقدس الله اسرارهم و نور الله مرقدهم ابداً ابداً**

آپؒ خود بھی شعر گوئی کا ذوق سلیم رکھتے تھے۔ اس سلسلے مین آپ کا کلام غزلیات اور نعت و مناقب پر مشتمل ہے۔ تبرکاً آپ کی دو مناقب درج کی جاتی ہیں۔

رحمۃ اللہ وقدس اللہ ونور اللہ مرقدھم ابداً ابداً

اولیاء اللہ تمامی افضل و برتر ہوئے
پا جناب غوث کے ولیوں کی گردن پہ ہوئے
شاہ کمال الدینؒ ترے ہی فیض کے مظہر ہوئے
دور میں اپنے وہ ثانی غوث پاک اظہر ہوئے
اللہ اللہ زور بازو دیکھ کر کرو بیاں
وقت پرسش مرقد پُر نور میں مضطر ہوئے
انتہائے فیض میں شان مجدد دیکھے
ذرہ ناچیز سے تابندہ تر گوہر ہوئے
غلبۂ فیضِ کمالیؒ شیخ سرہندیؒ سے پوچھ
آسمانِ اوج پر پائندہ تر اختر ہوئے
یہ تو اے مسعودؒ غوث پاک ہی کا فیض ہے
جو سبق تھے آرزو کے مجھ کو وہ از بر ہوئے

## کلام مسعودؒ

جی گیا میں دیکھ کر جلوہ تیرا پیران پیر
کیا ہی عالی در ترا ہے مرحبا پیران پیر
اولیاء اللہ میں رتبہ ہے تیرا بے مثال
ہے قدم ولیوں کی گردن پر ترا پیران پیر
دین کو زندہ کیا تو نے شہ عالی مقام
تجھ کو کہتے ہیں محی الدین سدا پیران پیر
عالم اسلام پر تیرا ہے احساں بے حساب

کشتی امت کا ہے تو ناخدا پیران پیرؓ

شہ کمال الدین تیرے ہی خانداں کے ہیں چراغ

شمع روشن ہے تری کہتیل میں بھی پیران پیرؓ

شاہ سکندر واہ واہ صد مرحبا صد مرحبا

کیا ہی گلزار ولایت ہے کھلا پیران پیرؓ

جاں بلب فرقت میں ہوں تیری اے شاہِ دوسرا

اب تو اپنے آستانے پر بلا پیران پیرؓ

دیر سے مسعود مشتاقِ کرم ہے آپ کا　　　آپ کے در سے اسے کچھ ہو عطا پیران پیرؓ

# بقیۃ السلف حجۃ الخلف غوث الخلق شمس الاولیاء دلیل الرحمٰن

# حضرت سید خورشید محی الدین گیلانیؒ

دل کی تھیں جن سے بستیاں آباد
اب کہاں ہیں وہ ہستیاں آباد

آفتاب علم وہدایت مہر ولایت حضرت سید خورشید محی الدین گیلانیؒ کا شمار ان نفوس قدسیہ میں ہوتا ہے جن کی حیات مبارکہ کی ہر ہر ساعت ہر لحہ زہد وورع تقویٰ وطہارت تشکر وامتنان صدق وصفا یاد الٰہی اور عشق رسولؐ میں بسر ہوتا ہے- آپ خاندان غوثیہ کے جلیل القدر اور رفیع الشان عارفین میں شمار ہوتے ہیں- آپ حضرت سید علی احمد شاہ الگیلانی القادریؒ کے ظاہری و باطنی کمالات کے وارث تھے- حضرت مخدومؒ کی حیات مبارکہ میں ہی آپ سروس کے سلسلے میں شیخوپورہ میں اقامت گزیں ہوئے- یہاں بے شمار لوگ آپ سے فیض یاب ہوئے- آپ بلاشبہ ''گنج العلوم'' (علوم خفی وجلی کے خزانے بانٹنے والے) تھے- آپ کے علم وفضل کی کشش اہل علم وفکر علماء دانشور حضرات کو ہمہ وقت آپ کی خدمت میں حاضر کیے رکھتی- شہری زندگی کے باوجود جہاں ہر شخص اتنا مصروف ہوتا ہے کہ ہمسائے سے بھی ملنے کی فرصت نہیں نکال پاتا- آپ کے گرد خلق خدا کا ہجوم رہتا- آپ کی طبیعت جتنی فقیرانہ اور انکسار پسند تھی- آپ کا مقام روحانی اتنا ہی بلند تھا- قلندرانہ طبع کے باعث آپ جتنا خود کو چھپاتے اطراف عالم میں آپ کے جمال ولایت کا اتنا ہی شہرہ ہوتا-

درحجرہ فقر بادشا ہے
در عالم دل جہاں پنا ہے

شہنشاہ بے سریر و تاج

شاہانش بخاک پائے محتاج

برسبیل تذکرہ ایک واقعہ یہاں بے ساختہ وہوگا جو عہد گزشتہ کے مشہور صوفی بزرگ صوفی برکت علی لدھیانویؒ سے متعلق ہے۔

گورنمنٹ ہائی سکول شیخوپورہ میں جیسے آپ نے درس وتدریس کا شرف بخشا۔ یہاں ایک استاد دوست جو صوفی صاحبؒ کے مرید تھے۔ایک کہنے لگے حضرت میں آپ کو اپنے پیرومرشد سے ملوانا چاہتا ہوں۔ آپ نے اس کی درخواست قبول فرمائی۔ استاد کا خیال تھا کہ یہ بھی میرے مرشد کے مرید ہو جائیں گے۔ جب آپ صوفی صاحبؒ کے آستانے پر پہنچے تو صوفی صاحبؒ فوراً ادب و احترام سے کھڑے ہو گئے اور بڑی عاجزی سے سلام ودعا کے بعد اپنے مرید استاد سے دریافت کیا سرکار کو تم لائے ہو استاد نے اثبات میں سر ہلایا۔صوفی صاحب بڑے غضبناک لہجے میں گویا ہوئے تم نے ان کو کیوں زحمت دی میں خود ان کے درِاقدس پر حاضر ہو جاتا۔ مجھ جیسے تو ان کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ پھر صوفی صاحبؒ نے نذرانہ پیش کر کے آپ کو خود گاڑی میں بٹھا کر رخصت کیا کہ مرید نادان تھا اس کو آپ کے مقام اور شان کا اندازہ نہیں تھا۔

آپ کئی کئی دن تک کھانے پینے سے اور اسباب دینوی سے بے نیاز رہ کر گزار دیتے۔

سبھوں سے میر بیگانہ سے رہتے

جو ہوتا اس سے کچھ بھی آشنا دل

آپ ہمہ وقت فنائے احدیت میں مستغرق رہتے۔کثرت غور وفکر اور محبت الٰہی میں کمال مشغولیت واستغراق کے باعث جلوہ ذات کی رعنائیوں کے جلوے آپ کے وجود سے پھوٹتے ہوئے محسوس ہوتے۔ آپ کا زیادہ تر وقت سیاحی لاکاں اور کوچہ عشق ومحبت کی صحرانوردی میں گزرتا تھا۔ البتہ پوشیدہ رہنا نصیب نہ ہوتا۔ آپ کا رخ انور ہی آپ کے علم وفضل کشف وکمالات اور منصب ولایت کی روشن دلیل بن جاتا۔ سے

جو مجھے دیکھتا ہے نام تیرا لیتا ہے

میں تو خاموش ہوں حالت میری خاموش نہیں

آپ کا چہرہ اس قدر نورانی تھا کہ کوئی شخص آنکھ بھر کر نہ دیکھ سکتا تھا اور جو شخص حاضر خدمت

ہوتا آپ کو دیکھ کر آپ کا مطیع و فرمانبردار ہو جاتا- آپ کو سالکوں سے جب فرصت ملتی اس وقت اٹھتے جب تک ایک بھی حاجت مند آپ سے اپنی پریشانی کا اظہار نہ کر دیتا- آپ رحمۃ اللہ علیہ آرام کے لیے تشریف نہ لے جاتے- بلاشبہ یہی وہ مردان حق ہیں جن کے لیے دنیا میں بھی نور ہے- پل صراط میں بھی نور اور بہشت میں بھی نور- آپ کی تعلیمات کا خلاصہ یہی ہے کہ روئے زمین پر آئینہ ذات خداوندی حضورؐ کی ذات گرامی ہے- لہٰذا اگر بندہ مومن دنیا و آخرت میں فلاح کا طالب ہے تو اس کے لیے ناگزیر ہے کہ وہ آقاؐ کے در کا سگ ہو جائے- اس دربار اقدس کا دریوزہ گر بن جائے- یہ خیال پیش نظر رہے کہ آپؐ کے توسل کے بغیر کوئی بھی مقرب بارگاہ نہیں بن سکتا اور نہ بنے گا خواہ وہ کوئی ہو ماہ کنعانی بھی ضیاء ملی تو آپؐ کے توسل سے آپ شاہد و مشہور بھی ہیں حامد و محمود بھی حق بھی حق نما بھی اور رہبر منزل بھی آپ کی ذات گرامی ہے. جس طرح سمندر کے قطروں صحرا کے ذروں حتیٰ کہ سر اور جسم کے بالوں کا کوئی شمار نہیں کر سکتا- ایسے ہی حضورؐ کے مراتب آپ کی شان اور عظمت و رفعت تک بجز ذات خداوندی کسی کو آگاہی حاصل نہیں- جاننے والے جان گئے کہ وہ خود نظارہ ہے...... خود نظر ہے-

آپ انہی عباداللہ میں سے تھے جن کے متعلق تفسیر قشیری کے مصنف فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں کہ ان کے دل نور جمال کے لباس سے ملبوس اور ان کی آنکھیں ملکوتی اور جبروتی سر سے منور ہیں- عشق رسولؐ کی مہک مرشد کامل کی روح میں رچی اور چمک آنکھوں میں سجی رہتی تھی- آپ کا موضوع سخن ہی مدحت حبیب اقدسؐ تھا- حقیقت تو یہ ہے کہ فلک کو فلک کو برسوں گردش کی صعوبتیں اٹھانا پڑتی ہیں تب کہیں جا کر خاک کے پردے سے کوئی ''خورشید'' طلوع ہوتا ہے- ایسے لوگوں کو آسمان خاک چھان کر ڈھونڈتے ہیں ایسے روحوں کے لیے قدرت خاص پیکر تیار کرتی ہے- یہ لوگ بہ ظاہر تو پیکر خاکی ہی رکھتے ہیں لیکن ان کا اندیشہ افلاکی ہوتا ہے- یہی وجہ ہے کہ اقبال نے فرمایا

تیرا جوہر ہے نوری پاک ہے تو
فروغ دیدہ افلاک ہے تو
تیرے صید زبوں افرشتہ و حور
کہ شاہین شہ لولاکؐ ہے تو

آپ کا وصال ٦ جون ١٦ رمضان المبارک ١٩٨٥ء میں ہوا- مزار اقدس شیخوپورہ میں زیارت گاہ خلائق ہے-عرس کے موقع پر جب مریدین ارادت مندوں عقیدت مندوں اور عشاق کا گروہ مرقد مبارک کے گرد مؤدبانہ ہاتھ باندھے آپ کی بارگاہ میں نذرانہ نعت و منقبت پیش کرتا ہے تو در و دیوار سے پھوٹنے والی خوشبوئے وفا سائلین درگاہ عالیہ کے دل و دماغ کا معطر کر دیتی ہے اور آپ کی تربت پاک کو چھو کے آنے والی بادصبا آپ کے چاہنے والوں کے دل پر آپ کا یہ پیام عارفانہ نقش کر دیتی ہے بقول شاعر

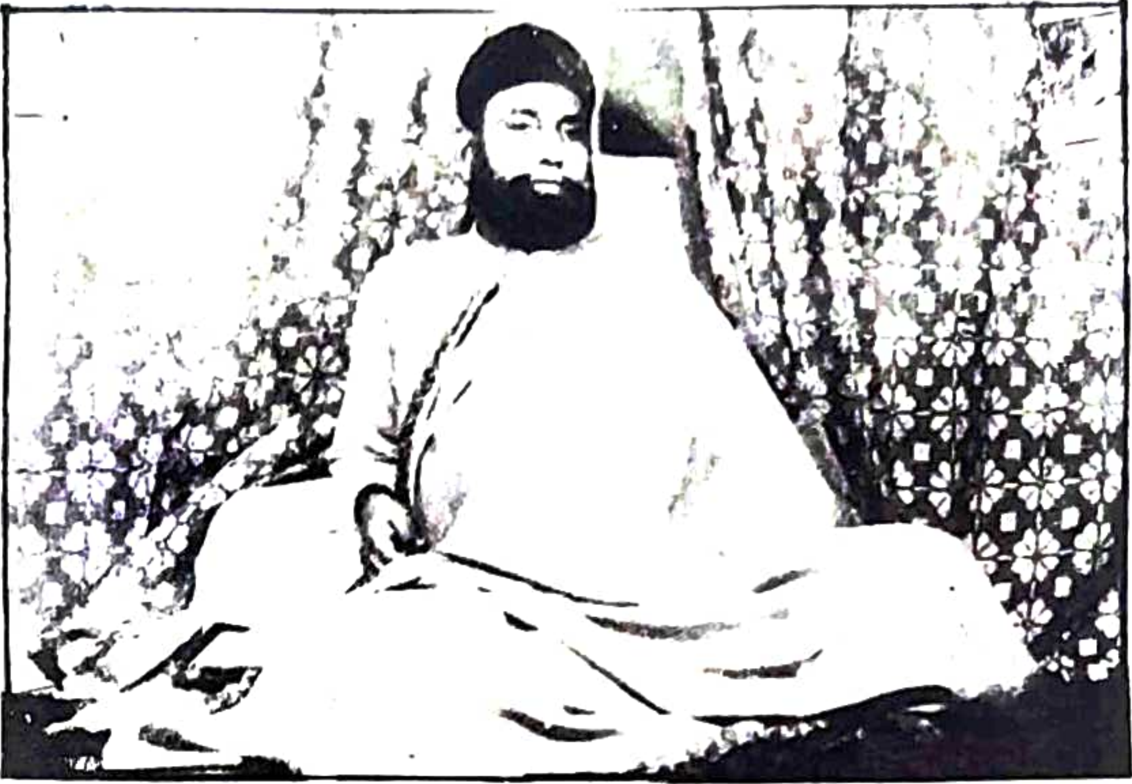
کچھ صبح ازل کی نہ خبر شام ابد کی
بے خود ہوں تہ سایہ دامان محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اب آپ کے صاحبزادے حافظ السید خالد حماد گیلانی سلمہ اللہ تعالیٰ و دامت عنایاتکم سجادہ نشین دربار عالیہ قادریہ شیخوپورہ' آستانہ عالیہ اور دربار اقدس کا انتظام و انصرام نہایت خوبی سے چلا رہے ہیں- آپ سلمہ اللہ اپنے والد کے ظاہری و باطنی کمالات اور بصیرت و فراست کے وارث ہیں-حضور شمس الاولیاء قدس سرہ کی نگاہ پاک کی برکت سے ظاہر و باطن آفتاب و مہتاب ہیں کہ

نور خورشیدم فتادہ برشما
لیک از خورشید ناگشتہ جدا

یعنی خورشید کی روشنی جہاں بھی ہو اس سے جدا نہیں ہے- آپ سلمہ اللہ انتہائی باکردار' روشن خیال' بردبار' طرح دار اور سلیم الفطرت شخصیت کے مالک ہیں- اپنے اندر اسلامی جوش اور درد دل رکھتے ہیں- آپ کو ہر آنے والے کی غمگساری اور دلجوئی کرنے کا ملکہ حاصل ہے- نہایت خلیق' خوش وضع' خوش خلق' ملنسار اور صاحب جود و سخا ہیں- دعا ہے خداوند کریم آپ کو دین و دنیا میں شاد کام رکھے- درجہء کمال اور زندگی میں برکت عطا فرمائے- آپ کو اپنے والد گرامی قدر کے طریق اور نقش قدم پر چلتے ہوئے دین و ملت کی خدمت کرنے کی توفیق بخشے اور اس خاندان عالیہ کے کمالات کو دن بہ دن زیادہ کرے- (آمین)

در ظل آفتاب تو آسودہ اند خلق
یا رب مباد تا بہ قیامت زوال تو



کیا ہائے عبدہٗ کا یہ ہالہ ہے گرد رخ　　　قرباں ترے خرام عبادت شعار کے



پیمبرؐ کے علمبردار ہیں مقبول گیلانی
علیؓ کے گوہر شہوار ہیں مقبول گیلانی

حضرت مخدوم سید مقبول محی الدین گیلانی
سجادہ نشین دربار عالیہ قادریہ ڈیرہ غازی خان



ضو ہے تری خورشیدؓ نما خالد حماد
حافظ کہوں یا سیدنا خالد حماد

''حافظ سید خالد حماد گیلانی''
سجادہ نشین دربار عالیہ قادریہ شیخوپورہ

# معلیٰ الالقاب مرشدِ دوراں

# حضرت سید مقبول محی الدین گیلانی دامت برکاتہم العالیہ

اللہ رب العزت نے حضرت غوث الاعظمؒ سے فرمایا کہ اے عبدالقادر تمہارا مقبول میرا مقبول ہے اور بے شک میں نے تم کو معزول کرنے اور مقرر کرنے کے اختیارات عطا فرما دیئے ہیں۔ غور فرمایئے کہ جو حضرت غوث الثقلینؒ کا منظور نظر ہو وہی بارگاہ رسالتؐ میں بھی محبوب اور بارگاہ الٰہی میں بھی محبوب ہے۔ پھر جو یہاں منظور ہو جائے وہ مقبول محی الدین کیوں نہ کہلائے۔

رفیع الدرجات عالی منزلت سراپا برکت حضرت سید مقبول محی الدین گیلانی قبلہ والاشان شاہ ولایت مخدوم سید علی احمد گیلانی قدس سرہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے اور سجادہ نشین ہیں والد محترم کے وصال کے بعد نیابت غوثیہ آپ کے حصے میں آئی۔ ماشاءاللہ آپ نے دینی تعلیم حضرت مخدوم العالم رضی اللہ عنہ کے زیر نگرانی اور زیر سرپرستی میں ممتاز عالم دین حضرت مولانا غلام جہانیاںؒ سے حاصل کی۔ بعدازاں مروجہ تعلیم بھی حاصل کی اور حضرت مخدوم العالم کی سب سے بڑی کرامت آپ کی ذات مصدر حسنات صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نگاہ بلند سخن دلنواز اور جاں پرسوز عطا فرمائی ہے۔ آپ حلقہ سالکین اور عارفین کے دل کا سرور اور خاور تصوف و روحانیت کا درخشندہ آفتاب ہیں۔ آپکی ہستی اہل دل کے لیے روحانی راحت کا موجب اور مرجع ہر شیخ و شباب ہے۔ آپ کو دیکھ کر حضرت شاہ کمال غوث الآفاقؒ اور حضرت مخدومؒ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ حضرت مخدوم قدس سرہ کی طرح آپ زندگی کے معمولات میں بھی خدمتِ خلق کو اولیت حاصل ہے۔ کسی کی دل آزاری نہیں کرتے۔ علماءِ دین کی قدر کرتے ہیں اور طالبانِ سلوک پر اپنے الطاف و کرم کی بارشیں کرتے رہتے ہیں۔ دربار عالیہ قادریہ کی موجودہ شان و شوکت اور جلالتِ تعمیر آپ کے عمدہ ذوق نفاست کی آئینہ دار ہے۔ آپ صوفیاء کی روایات پر عمل پیرا ہیں۔ رسمی طریقت سے کوسوں دور ہیں عارفین و صلحائے متقدمین کی طرح میر و سلاطین زمانہ سے بے نیازی آپ کا شیوہ ہے۔ الغرض آپ کا وجود فرقہ وارانہ تعصبات کی آندھیوں میں اہل دل کے لیے اخوت و محبت کی باد نسیم سے کم نہیں۔ بقول شاعر

پھر کوئی آئے نہ آئے مرد حق تیری طرح
مے کشو! ساقی کی چشم مست سے بھر لو سبو

حضرت سید مقبول محی الدین گیلانی مسند رشد و ہدایت پر بطور مرشد کامل تشریف فرما ہیں۔ آپ ہوائے نفس کی تند و تیز ہوا اور افراتفری، خود غرضی، حسد، لالچ اور کینے کی ظلمتوں کے دور میں اپنے نور کردار اور خلق عظیم سے اسلامی تصوف کی جو شمع فروزاں کیے ہوئے ہیں۔ ان سے ڈیرہ غازی خان منور اور برصغیر پاک و ہند کی فضا ضیا بار ہے۔ بے شک ایسے ہی لوگ اللہ کا پتہ دیتے ہیں۔ کائنات مخفی کے راز آشکارا کرتے ہیں۔ انسانوں کو ہدایت دیتے ہیں اور یقین کی دولت بانٹتے ہیں۔ آپ اسی سلسلہ عالیہ کے معزز و ممتاز صاحب کمال اور اسی قافلۂ عشق کے فردِ فرید ہیں جن کے سرخیل اعلیٰ حضرت غوث الآفاق قدس سرہ العزیز ہیں جنہوں نے اور جن کے متاخرین نے نوع انسانی کی بے اندازہ خدمت کی انسان کو اس کے مقام سے آشنا کیا۔ خالق کائنات کا احساس اور یقین دلا کر نیکی شرافت، ہمدردی اور ایثار کا درس دیا۔ آگہی کو عرفان کی منزل عطا کی۔ نرمی اور محبت سے بات کرتے اور دیانت و خوش معاملگی کی تعلیم دی۔ انسان کے فکری اور ذہنی سفر کو آسان بنایا اور انہیں زندگی کا ایک بھرپور اور جامع تصور عطا کیا جس نے انہیں اشرف المخلوقات بنا دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ خواجگی اور مشیخیت اسی قسم کے مشائخ کو زیب دیتی ہے۔ یہ عظیم صاحب حال ہستی حضرت مخدوم العالم کی منازل سلوک کی امین فیوضات ظاہری و باطنی کا مظہر اتم اور ان کی ذاتی توجہات کا مرکز ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کا دامن شفقت ہم سب کے لیے وا رہے۔

الحمدللہ آپ کے تین صاجزادے ہیں سید فریدوں کمال گیلانی، سید جنید کمال گیلانی، سید احمد کمال گیلانی، سید جنید کمال صاحب اولاد ہیں۔ آپ کے صاجزادے کا نام سید زین العابدین گیلانی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے سلسلے کو سدا قائم رہے اور طالبان معرفت کے لیے سرچشمہ رشد و ہدایت بنائے رکھے۔ آمین

فخر الاتقیاء حضرت سید مقبول محی الدین گیلانی سید حضرت ولی محمد شاہ قدس سرہ پر خصوصی شفقت فرماتے اور اکثر و بیشتر پیر شاہ تشریف لاتے اور زیارت سے مستفیض کرتے یہ سلسلہ الحمدللہ اب بھی جاری ہے۔ آپ کے آنے سے پیر شاہ میں میلے کا سماں ہو جاتا ہے اور لوگ آپ کی آمد کی خبر سنتے ہی ذوق و شوق سے حضرت سید ولی محمد شاہ قدس سرہ کے ڈیرہ پر جمع ہو جاتے ہیں اور آپ کی زیارت سے شاد کام ہوتے ہیں۔ اپنی سیہ نصیبی اور تیرہ دلی دور کرتے ہیں۔ گویا

اہل دل چشم سب تیری جانب　　آئنے کی مثال رکھتے ہیں

ادام اللہ فیوضھم و انوارھم دائماً ابداً

عکسِ خطوط بنام حضرت العصرؒ

۸۷

مارہرہ شریف

۱۱ دسمبر ۸۲ء

عالی جاہ مخدوم محترم ولی ادام اللہ ظلالہ العالی مد ادامہ

تکلف مسنونہ ـ نیاز ـ

ـ حامل دعائیہ بندہ کے پاس آئی ہیں کہ آنمخدوم کی خدمت میں آپکے لیے سفارش نامہ عرض پیش کروں ـ لہٰذا مستدعی ہوں کہ اِنکے حال پر کرم گستری فرمائی جائے اسکی عرضداشت کو شرفِ قبولیت بخشا جائے ـ یہ غلام (راقم) برائے عنایاتِ مزید سپاس گزار رہیگا ـ

اگرچہ اسے یقین ہے کہ آنجناب سائل کے حال پر نظرِ شفقت فرمانے میں عدیم المثال ہیں ـ مگر اطمینانِ قلبی کو مزید مستحکم بنانے کیلئے اس عاجز کو اعزاز بخشا ہے ـ بندہ بیحد ممنون ہے ـ اس پر مزید تلطف و ترحم فرمایا جائے ـ

ـ اُمید ہے مزاج بفضلہ تعالیٰ قرینِ عافیت ہونگے ـ

زیادہ آداب ـ

دعاجو و دعاگو

غلام مجتبیٰ [illegible] نعیمی

۷۸۶

سید مقبول محی الدین گیلانی
المحاسن - بلاک او
ڈیرہ غازی خان
فون :- 3776

11-6-86

مکرمی شاہ صاحب    السلام مسنون

مرسلہ تار ملا - ان اللہ مع الصابرین
اللہ تعالی کی رضا کے سامنے بندہ کی سلامتی
ہے اور شیوہ تسلیم و رضا کا تقاضہ بھی یہی
کیونکہ مجال دم زدن نہیں سوائے صبر کے
کوئی چارہ نہیں امید ہے منصور [illegible] ہوگی

اس کو بھی رہنا باقی سب خیریت ہے۔

عید کے بعد سے یک دم گرمی ہو گئی ہے ورنہ سارا

رمضان شریف اللہ کی طرف سے ٹھنڈ دل یعنی

روزہ داروں کو خاص رعایت حاصل تھی۔

گھر میں سب کو سلام دینا۔

اپنی صحت کا خیال رکھا کرو

والسلام

دعاگو

تمہاری امی جی ابو جی و بہن بھائی

# آیہ رحمان

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گوہر و مرجان ہیں بابا ولی شاہؒ
خدا کے دین کی برہان ہیں بابا ولی شاہ
بہارِ گلشنِ رضوان ہیں بابا ولی شاہ
شمعِ خلوتِ گہ عرفان ہیں بابا ولی شاہ
یہ سچ ہے مصدرِ ایقان ہیں بابا ولی شاہ
سراپا آیۂ رحمان ہیں بابا ولی شاہ
سپہرِ زہد کا مہرِ درخشاں آپ ہیں واللہ
نجوم و مہ تہہِ دامان ہیں بابا ولی شاہ
نہ کیوں مدح سرا ہوں شان سلطانؒ دو عالم میں
کمالِ حضرتِ حسانؓ ہیں بابا ولی شاہ
عمرؓ کا ولولۂ صدیقؓ کا ایمان ہیں آقا
مجسم پردۂ عثمانؓ ہیں بابا ولی شاہ
فنا فے المصطفیٰ کا مرتبہ ہے آپ کو حاصل
قریبِ درگہِ یزدان ہیں بابا ولی شاہ
وہ جس پر گلشن آل نبیؐ بھی ناز کرتا ہے
وہ اہل بیت کا گلدان ہیں بابا ولی شاہ
انہیں نورِ نگاہِ غوثِ اعظم شاہِ دیں کہیے
جہانِ فقر کے سلطان ہیں بابا ولی شاہ
ہیں جلوہ ریز ان کے رخ سے انوارِ خداوندی

کتابِ حسن کا عنوان ہیں بابا ولی شاہ
ہیں چارہ گر مرے غم خوار تسکینِ دلِ مضطر
مرے ہر درد کا درمان ہیں بابا ولی شاہ
مسیحا ہیں سسکتی آدمیت کے لیے حضرت
بڑے ہمدردِ مجبوران ہیں بابا ولی شاہ
ادھر وہ ہیں کہ جن پر آپ کے احساں پہ احساں ہیں
ادھر ہم طالبِ احسان ہیں بابا ولی شاہ
کرم کی اک نظر ہم پر خدارا کیجیے ہم بھی
اسیرِ کاکلِ پیچان ہیں بابا ولی شاہ
علی احمدؒ کے مے خانے کے یہ مے خوار ہیں انوار
جبھی تو منبعِ فیضان ہیں بابا ولی شاہ

## نوحۂ وفات از سید انوار گیلانی

لو ختم ہوا شکوۂ بیدادِ یار آج
اک مرد ہوا واصلِ پروردگار آج
ہر دل ہے بے قرار تو سینہ فگار آج
مہرِ منیر چل بسا زیرِ مزار آج
رونق تھا لالہ زار کی دورِ خزاں میں جو
رخصت ہوا وہ موجۂ صبحِ بہار آج
تاریک ہو گیا ہے تصوف کا مے کدہ
ساقی اٹھا فسردہ ہیں بادہ گسار آج

## تاریخ ہائے وصال از صاحبزادہ سید نور العالم القادری

رونق فزائے دین شہ دوسرا گیا
یکتائے عصر سایۂ مشکل کشا گیا
دل رو رہے ہیں پیکر عالم و ہدیٰ گیا
بزم جہاں سے اٹھ کے سوئے کبریا گیا
فخر نبی صلی اللہ علیہ وسلم چراغ شبستان مرتضیٰؓ
جان حسینؓ نائب غوث الوریٰؒ گیا
آزردہ دل کو جس سے میسر تھا اطمینان
وہ دل نشین صاحب نور و ضیا گیا
فسق و فجور و بدعت و شورش کے دور میں
جو تھا فدائے سنت خیر الوریٰؐ گیا
تخلیق آرزو کا سبب جس کی ذات تھی
وہ گنج حلم مخزن مہر و وفا گیا
تاریخ وصل پیر ولی شاہ کی اب کہو
خلق خدا کا ہادی و حاجت روا گیا

۳۴ - ۲۰۳۲ = ۱۹۹۸ء

# ماہ تمام

ہے تو اہل دل کا امام اللہ اللہ
ولی شاہؒ تیرا مقام اللہ اللہ
ہو بزم نبیؐ کا درخشاں ستارا
ولایت کا ماہ تمام اللہ اللہ
ہے تجھ پر نگاہ عنایت علیؑ کی
ہے سب پر ترا لطف عام اللہ اللہ
اے توحید و عرفاں کے مشرب کے ساقی
پلا دے حقیقت کا جام اللہ اللہ
سب اس دور کے اولیاء اصفیاء کا
تیرے ہاتھ میں ہے نظام اللہ اللہ
ولی کی حقیقت کو کیا پوچھتے ہو
سراسر خدا کا انعام اللہ اللہ
ہو کیونکر نہ انوار رشکِ سکندر
ہے تیرا ازل سے غلام اللہ اللہ

## بارگاہ

تنویرِ کبریا ہے ولی شاہ کی بارگاہ
کیتھل کا آئنہ ہے ولی شاہ کی بارگاہ
بے کس کا آسرا ہے ولی شاہ کی بارگاہ
ہر دل کا مدعا ہے ولی شاہ کی بارگاہ
محبوب غوث پاک ولی شاہ کی ذات ہے
مطلوب اولیاء ہے ولی شاہ کی بارگاہ
روضہء پاک گنبد خضریٰ کا نور ہے
فردوس کی ہوا ہے ولی شاہ کی بارگاہ
دونوں جہاں کے غم سے نہ کیوں وہ ہو بے نیاز
جس جس کی تکیہ گاہ ہے ولی شاہ کی بارگاہ
ویسے تو بارگاہیں ہیں ولیوں کی اور بھی
سب سے مگر جدا ہے ولی شاہ کی بارگاہ
اس مادیت کے دور میں اور اب سکوں کہاں
دل میرا ڈھونڈتا ہے ولی شاہ کی بارگاہ
''جیلاں'' کے آفتاب سے چمکی جو ''ہند'' میں
انوارؔ وہ ضیاء ہے ولی شاہ کی بارگاہ

# لج پال

اعلیٰ حضرت شاہ محمد احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ کے مصرعے پر کاوش حقیر

ذکر نبیؐ کا بڑھاتے یہ ہیں
ادب رسالت سکھاتے یہ ہیں
راز حقیقت بتاتے یہ ہیں
جام ھــول ھــو پلاتے یہ ہیں
مردہ دلوں کو جلاتے یہ ہیں
سوئے مقدر جگاتے یہ ہیں
آل نبیؐ اولاد علی ہیں
بار ولایت اٹھاتے یہ ہیں
دراصل میں اللہ کے ولی ہیں
اور ولی نام بھی پاتے یہ ہیں
دید ولی دیدار علیؓ ہے
دیدار ان کا کراتے یہ ہیں
مظہر سراپا ہیں غوث الوریٰؒ کے
تصویر ان کی دکھاتے یہ ہیں
اپنے مریدوں کو پل دو پل میں
رنج و الم سے چھڑاتے یہ ہیں
ناشاد کو شاد کرتے ہیں پھر سے
روتوں کو پھر سے ہنساتے یہ ہیں
جس کو ہر اک شخص دھتکارتا ہے

اس کو گلے سے لگاتے یہ ہیں
توحید کی ضرب لاالہ سے
باطل کو یکسر مٹاتے یہ ہیں
جب لوحِ دل پہ پڑتا ہے کوئی
داغِ کدورت مٹاتے یہ ہیں
منہ مانگی پاتا ہے ہر اک مرادیں
گنجِ سخاوت لٹاتے یہ ہیں
گرداب جرم و خطا سے ہماری
کشتی پار لگاتے یہ ہیں
انوارؔ مجھ سے' گرتے ہوؤں کو
کون اٹھائے' اٹھاتے یہ ہیں

## پیرِ عالم گیر از سید انوار گیلانی

ولی شاہؒ پیر عالم گیر ہو تم
نبیؐ کے دین کی توقیر ہو تم
نبیؐ کے باغ کا تم ہو گلِ تر
علیؑ کے حُسن کی تنویر ہو تم
حسنؑ کے لعل ہو گہرِ حسینؑ
جمالِ غوثؓ کی تفسیر ہو تم
تمہی ہو نغمۂ شمشیرِ حیدرؑ
اسیرِ گیسوئے شبیرؑ ہو تم
ملاتے سالکوں کو حق سے تم ہو

بڑے ہی صاحب تدبیر ہو تم
حریم ناز کے محرم ہو واللہ
کتاب عشق کی تحریر ہو تم
ہے بندہ پروری شیوہ تمہارا
مسیحائے غم دلگیر ہو تم
شریعت معرفت عرفاں کے ماہر
فقر کے تاجدار اے پیر ہو تم
ولی کا ہے کرم انوآر تم پر
وگرنہ قابل تعزیر ہو تم

## نوائے غم

ہم پر تھے مہربان ابھی کل کی بات ہے
تھے اپنے درمیان ابھی کل کی بات ہے
جلوہ نما ہوا تھا طریقت کا شہسوار
غوث الوریٰؓ کی جان ابھی کل کی بات ہے
احباب ذی شعور تھے سب ان کے معترف
گنگ تھی ہر اک زبان ابھی کل کی بات ہے
شاعرؔ ادیبؔ صاحب دانش عوام و خاص
تھے ان کے مدح خوان ابھی کل کی بات ہے
حسنِ رخِ حبیب سے سب طالبان شوق
پاتے تھے اطمینان ابھی کل کی بات ہے
ہر اک کے درد مند تھے ہر اک کے چارہ گر

رکھتے تھے سب کا مان ابھی کل کی بات ہے
باب المراد تھا ہر اک محروم کے لیے
آقا کا آستان ابھی کل کی بات ہے
تشکیک و گمرہی کی کڑی دھوپ میں تھے آپ
رحمت کا سائباں ابھی کل کی بات ہے
آگاہ ہر اک کو سنت و قرآن سے کر دیا
تازہ کیا ایمان ابھی کل کی بات ہے
عشق نبیؐ میں ہر گھڑی رہتا تھا بے قرار
سالارِ عاشقاں ابھی کل کی بات ہے
نمناک تھی بروزِ وصالِ ولیؒ فضا
رویا تھا آسمان ابھی کل کی بات ہے
جلوہ ہے ان کا آج بھی ہم سب کے روبرو
کیسے کہے زبان ابھی کل کی بات ہے
المختصر تھا عہد صحابہؓ کی یادگار
وہ مردِ حق نشان ابھی کل کی بات ہے
سیّد ہَوا کی موج کا بدلا نہ تھا کبھی
اندازِ گُل فشان ابھی کل کی بات ہے
انوؔار جو بھی کچھ ہوں ولی شاہؒ کا فیض ہے
ورنہ تھا میں نادان ابھی کل کی بات ہے

## مناقب سلطان العصرؒ از منشی عبدالسلام احسان القادری

کیا عجب منظر ہے دیکھو کیا حسیں دربار ہے
صاحب دربار آل سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم ہے
تیرے فیضان کرم سے اک جہاں ہے فیض یاب
صاحبِ عرفان ہے تو صاحب اسرار ہے
روئے انور سے ذرا پردہ اٹھا کر دیکھیے
کس قدر خلقِ خدا آہ طالبِ دیدار ہے
مرحبا صد مرحبا شانِ ولایت آپ کی
باخدا، مرقد پہ ہر دم بارشِ انوار ہے
آستاں پر کیوں نہ ہو آقا ہجومِ عاشقاں
عاشقوں کا ایک تو ہی مونس و غمخوار ہے
سائلِ درجو بھی آیا در سے خالی نہ گیا
ہے عنایت آپؒ کی یہ آپؒ کا ایثار ہے
کیوں نہ خوشبو سے معطر ہو فضائے آستاں
آستانِ عالیہ فردوس کا گلزار ہے
ساقی محفل تیرے مے خانۂ عرفاں کی خیر
منتظر جامِ محبت کا ہر اک مے خوار ہے
خواہش دولت نہ دل میں تاج شاہی کی طلب
ہم غلاموں کو تیری چشم کرم درکار ہے
شاہ کمال قادریؒ کی تو سراپا یادگار
محفلِ شاہِ سکندرؒ کا حسیں شہکار ہے

ناز کیوں نہ ہو بھلا احساں کو تیری ذات پر
مرشد کامل کے گلشن کا گلِ بے خار ہے

## مدحتِ غوثِ پیر شاہ

ولی شاہؒ غوث اعظمؒ کا دلارا
غریبوں بے نواؤں کا سہارا
مری بگڑی بنا دیجیے خدارا
ہے گردش میں مقدر کا ستارا
خبر لیجیے غریبانِ وطن کی
غریبانِ وطن نے ہے پکارا
پھنسی طوفاں میں ہائے!! کشتی دل
عطا کیجیے اسے آقا کنارا
تیرے بابِ کرم سے آج اٹھ کر
کہاں جائے کہو یہ غم کا مارا
گل رحمت سے بھر دیجیے گا دامن
در اقدس پہ ہے دامن پسارا
کرم کیجیے مرے حال زبوں پر
غلامِ در ہے یہ احساں تمہارا

## نوحہ شام غم از احسان القادری

مونس تھے مہرباں تھے بڑے غمگسار تھے
دکھی دلوں کا چین تھے آقا قرار تھے
عشاقِ آستاں کی پریشانیاں نہ پوچھ
غم میں نڈھال آپؒ کے سب اشکبار تھے
گل ہی نہ تھے عزیز گلستاں میں آپؒ کو
جاں سے عزیز آپؒ کو سب برگ و بار تھے
کیوں نہ ہو ناز ہم کو ولایت پہ آپؒ کی
میدان معرفت کے تم اک شہسوار تھے
ممکن نہیں صفات کروں آپؒ کی بیاں
بزمِ وفا کی جان تھے نازِ بہار تھے
جب آپؒ کے وصال کی آقا خبر سنی
دیوانے مضطرب تھے بڑے بے قرار تھے
سنئے بغور دوستو یہ کل کی بات ہے
احساںؔ تھا اور سامنے صاحب مزار تھے

## غوث العباد از احسان قادری

مثل فردوس بریں دربار ہے
اللہ اللہ کیا عجب سرکار ہے
خالق اکبر کا ہے بندۂ خاص
اور غلامِ سیدِ ابرار صلی اللہ علیہ وسلم ہے

ہو صفت ہم سے بیاں ممکن نہیں
باغِ جیلاں کا گل بے خار ہے
کیوں نہ ہو در پر ہجومِ بیکساں
بیکسوں کا مونس و غم خوار ہے
رخ سے پردہ تو اٹھا کر دیکھیے
اک زمانہ طالبِ دیدار ہے
غم زدوں کے کام آیا ہے سدا
میرا آقاؒ پیکرِ ایثار ہے
دل میں احساںؔ کے نہیں خواہش زر
اک تری چشم کرم درکار ہے

## قاسم فیضان مصطفیٰ ؐ

ولایت آپؒ کی ہے آپؒ مالک ہیں ولایت کے
ابلتے ہیں یہیں سے رات دن چشمے محبت کے
دکھائے راستے مخلوق کو حق و صداقت کے
بیاں کس سے بھلا اوصاف ہوں فخر ولایت کے
سجائیں آپؒ نے روحانیت کی محفلیں ہر سو
مراکز دہر میں قائم کیے رشد و ہدایت کے
مقرب خاص ہو تم بارگاہ ربِّ اکبر میں
ہیں چرچے دہر میں ہر سو تیری فہم و فراست کے
بنائے آپ نے جنگل میں صحرا میں چمن ہر سو
میں قرباں جاؤں آقاؒ آپ کے حسن کرامت کے

جہاں والوں واللہ بادشاہی کیا ہے مرے آقا
بجے ڈنکے سر عرش بریں تیری شرافت کے
نہ چھوڑا ہاتھ سے ہرگز کبھی دامان درویشی
سبحان اللہ بحمدللہ تیری صبرو قناعت کے
لگایا ہے کسان وقت کو باشوق سینے سے
نقارے بج رہے ہیں آپ کی جودو سخاوت کے
ہوئے خوش اہل جنت دیکھ کر صورت یہ نورانی
ہوئے جیسے ہی داخل خلد میں پیکر محبت کے
غلام آستاں کی ہے یہی اک آرزوئے دل
میرے بھی سر پہ ہو سایہء رحمت دن قیامت کے
علالت میں بھی تو پہنچا قدم بوسیٔ سیدؒ کو
ارے احسآن کیا کہنے تیرے حسنِ عقیدت کے

## مدحت سلطان العصر از احسان قادری

ولی ابن ولی حق کا ولی ہے
یہ نور مصطفیٰؐ بوئے علیؑ ہے
معطر ہے فضائے آستانہ
نہ ہو کیوں یہ تو گلزار نبیؐ ہے
سراپا حضرتِ زہرا سلام اللہ علیہا کا دلبر
شمعِ بزمِ حسینؑ ابن علیؑ ہے
کمالیؒ گلستاں کا ہے گل تر
بہار گلشن غوث جلیؓ ہے

رؤس الاولیاءؒ کا ہے دلارا
گلِ شاخِ علی احمد ولیؒ ہے

ہجومِ عاشقاں ہے آستاں پر
ولایت کی خصوصیّت یہی ہے

ولیؒ ابن ولیؒ کے آستاں پر
نزولِ رحمتِ حق ہر گھڑی ہے

مقرب خاص ہے خالق کا میرے
بظاہر دیکھنے میں آدمی ہے

عطا ہو بابِ اقدس کی گدائی
تمنا اب تو احساںؔ کی یہی ہے

## پنجابی اشعار

ازصاجزادہ سیّد نور عالم القادری عفی عنہٗ

★.... مرشد میل دلاں دے دھوندا مرشد کردا واصل
مرشد باہجوں کوئی منصب کسے نہ کیتا حاصل

★.... پیر ولی شاہؒ مرشد کامل اچیاں شاناں والے
نظرکرم نال اجلے کردے ہون جے دل دے کالے

★.... رسول پاکؐ دیاں نظراں جس تے مولا علیؑ دا سایہ
کنڈ تے غوثؓ دا دست شفقت لے کے سوہنا آیا

★.... بڈھڑے ہو گئے جوان جیالے اللہ اللہ کردے
پیر ولیؒ جے نظر چا پاوَن واصل باللہ کر دے

★.... حاجت پوری اس دی ہوندی جو وی در تے آوے
پیر ولی شاہؒ دے دربارے بخشش پھیرا پاوے

★... رہبر میرے ہادی میرے، میں قربان تساندے
اونہاں تے آج بخششں کردے مندے حال جہناندے

★... جس دن دی توں سوہنیا ولیا کیتی پردہ داری
درد ہجر دا کھاندا جاوے میری جان ایہہ ساری

★... وچ گرداب دے کشتی پے گئی خوف ڈبن دا مارے
چادر پوش ولیؒ لج پالا مینوں لاویں کنارے

## ثمرہٗ باغ ولایت از سید انوار گیلانی

ولیؒ باغ ولایت کا ثمر ہے
ولی شاہؒ اولیاء کا تاجور ہے
ولیؒ ہے مظہر ذات الٰہی
ولیؒ کی دید معراجِ نظر ہے
ولیؒ پر مدنی آقاؐ کا ہے سایہ
ولیؒ بحرِ حقیقت کا گہر ہے
ولی شاہؒ نورِ عینِ پنجتنؑ ہے
ولی شاہؒ راہ حق کا راہبر ہے
ولیؒ شیدا علی المرتضیٰؑ کا
مہر غوث الوریٰؓ کی ہاتھ پر ہے
ولیؒ ہے ماہتابِ قادریت
کمالیؒ حسن کا رنگِ دگر ہے
ولیؒ ہے غوث اعظمؓ کا دلارا
علی احمدؒ کا منظور نظر ہے

ولیؒ کی انتہا ہے کیا نہ پوچھو
صفات مصطفیٰ سے بہرہ ور ہے
ادائے خُلقِ شہ موسیٰؑ سراپا
کُلاہِ شاہ سکندرؒ کا گہر ہے
ولیؒ کی پانیوں پر حکمرانی
ولیؒ شاہ شہنشاہ بحر و بر ہے
''مریدی لاتخف'' اب بے فکر رہو
علیؑ کا لعل جب امداد پر ہے
ولی شہؒ صبح بطحا کی کرن ہے
ولیؒ کا حسن ہی نور سحر ہے
ولیؒ کا ہاتھ نبض دو جہاں پر
ولیؒ شاہ غمزدوں کا چارہ گر ہے
ولیؒ کے در پہ آ کر جھکنے والے
تیری قسمت کا تارا اوج پر ہے
جہاں پہنچے نہیں صدیوں کے راہی
ولیؒ کی نظر کا ادنیٰ سفر ہے
جسے منزل سمجھ بیٹھے ہیں زاہد
ولیؒ کے واسطے اک راہگزر ہے
سہل انوآر ہر منزل ہے جب سے
ولیؒ کی یاد میری ہم سفر ہے

# چادرِ مہتاب

واہ اے مہر کرم نور کا جھلکا تیرا
رونقِ بزمِ ولایت ہے سراپا تیرا
غوثِ اعظمؒ کے سمندر میں دریا تیرا
کیسے رہ سکتا ہے محروم پیاسا تیرا
بقعہء نور ہے واللہ علاقہ تیرا
بٹ رہا آج بھی ہے نور کا باڑا تیرا
گل کھلیں کھل کے ذرا دیر میں مرجھا جائیں
تو وہ خوشبو ہے کہ گل اب بھی شگفتہ تیرا
تیری درگاہ پہ برستے ہیں کرم کے بادل
رات کو چادر مہتاب ہے روضہ تیرا
تجھ کو چھوڑے تو کہاں چھوڑ کے جائے کوئی
قافلے تیرے گلستاں ترا صحرا تیرا
ایسا لگتا ہے کہ نزدیک سے دیکھا سورج
جب بھی دیکھا ہے ولی شہؒ رخ زیبا تیرا
جب تلک نہ تیرا الطاف و کرم ہو شامل
کیسے لکھ سکتا ہے انوآر قصیدہ تیرا

## مردِقلندر

چوکھٹ کی بات ہے تو میرے سر کی بات ہے
اس در کی حاضری بھی مقدر کی بات ہے
اٹھتے ہی دل پہ گھاؤ سا کر گئی
تیری نگاہ کی نہیں خنجر کی بات ہے
آیا تھا پیر شاہ میں آ کر چلا گیا
یہ بات ایک مرد قلندر کی بات ہے
عرفان و حسن و کشف و کرامات سر بسر
اس صاحبِ کمال کے پیکر کی بات ہے
نجم و قمر کی چاندنی' تابانیٔ مہر
انوار ان کے روئے منور کی بات ہے

# تشکر

حدیثِ دل کچھ یوں ہے کہ میری زندگی ہمیشہ سے ہی دو پاٹوں کے بیچ گھن کی طرح پستی آئی ہے- گویا ایک الجھی ہوئی گتھی ہے-- جس کا سرا نہیں ملتا- اس الجھی ہوئی گتھی کو سلجھانے کی کوشش بھی کی جائے تو بھی ناکامی اور سعی لاحاصل کے عذاب سے دوچار ہونا ہی مقدر ٹھہرتا ہے- حالانکہ میں نہ تو بے حس ہوں اور نہ ہی سنگدل لیکن عذاب نارسائی گویا میرے مقدر کی طرح میرے ساتھ منسوب رہا- یہ کیسے ہوتا ہے جو نہیں ہوتا اور جو نہیں ہوتا وہ ہوتا ہے- یہ کیسی خلش ہے یہ کیسی آتش ہے جو اندر ہی اندر جوالامکھی کی طرح پل رہی ہے- یہ مجھے خاکستر کیوں نہیں کر دیتی- ؎

دل کے شکستہ ساز سے نغمے ابل پڑے
پوچھا کس نے حال تو آنسو نکلے پڑے
اس طرح پی رہا ہوں ہنس ہنس کے آج غم
کوئی دوسرا پیئے تو کلیجہ نکل پڑے

بات کڑوی سہی مگر سچ ہے کہ آج کا انسان فطری جذبات سے محروم ہو چکا ہے- مکانوں میں چراغاں ہے فانوس اور قمقمے روشن ہیں لیکن دل کی دنیا میں یکسر اندھیرا ہے- ایک دوسرے کے قریب

رہنے والے ایک دوسرے سے نا آشنا ہیں- دل سے دور ہیں کوئی کسی کے اندر نہیں جھانکتا لیکن کیا سب کے سب اجنبی ہیں بے گانے ہیں- انجمنیں تو بہت ہیں لیکن پس آئینہ پر آزار تنہائیوں کے مہیب سائے رقصاں ہیں- آج کے انسان مصروف رہنے کو کامیابی سمجھنے لگے ہیں- گویا اپنی زندگی بیچ دی ہے- ہمہ حال مصروفیت مشین کی طرح عمل ہی عمل بھیڑ ہی بھیڑ ہے کچھ سمجھ میں آتا کچھ دکھائی نہیں دیتا- جائیں تو کدھر جائیں اور یہ آنے جانے کی ہی سمجھ نہیں آتی کہ آنا جانا ہی کیا ہے؟ کیوں ہے-

میں سوچتا ہوں کہ کوئی ہو جو میرے درد کا درماں بنے جیسے میں اپنا دل کھول کر دکھاؤں کہ اس میں کتنے آتش فشاں لاوا ابلنے کو تیار ہیں- مگر کیا عجیب کہ یہ لاوا ابلتا نہیں- کیسی بے بسی سی بے بسی ہے- کیسی مجبوری سی مجبوری ہے- سوچتا ہوں کہوں تو کس سے کہوں- ہر طرف مشین ہیں ہر کوئی کما رہا ہے- دھڑا دھڑ کما رہا ہے- لیکن کیا کیجیے کہ وہ کمائی خرچ کرنے کا کسی کے پاس وقت نہیں-

دستر خوان کشادہ ہیں لیکن عجب یہ کہ ان کا ذائقہ ختم ہو چکا ہے- باغ باغیچے بہت ہیں لیکن سکوت لالہ و گل سے کلام کرنے والا کوئی نہیں- بے نور آنکھیں بے حضور قلب الجھنیں بلاوجہ اندیشے خوف آزار بے لگام سفر یہ سب کیا ہے؟ دل نام کی چیز تو شاید کچھ عرصہ پہلے ان چلتی پھرتی مشینوں سے فالتو پرزہ سمجھ کے نکال دی گئی ہے کیا واقعی ایسا ہے؟ لیکن سوچنے کا وقت بھی کس کے پاس ہے- یا کوئی سوچنا بھی گوارا نہیں کرتا- شاید یہ سوچ ہی عذاب ہے جس سے دنیا والوں نے پیچھا چھڑا لیا ہے اور اب عمل ہی عمل ہے چاہے وہ اندھے غار میں ہی کیوں نہ دھکیل دے- سبحان اللہ وقت بہت قیمتی ہے اور ہر کوئی ہر لمحے ہر ساعت ہر گھڑی کی کما حقہ قیمت وصول کرنا چاہتا ہے- ایسے میں فکر اور سوچ جیسے مہلک عوارض کی بیخ کنی واقع ضرور ہو جاتی ہے-

لیکن عجب نہیں کہ ہر طرف بھیڑ جو مسلمان' ہندو' کافر' عیسائی کے تشخص سے بے نیاز' بے زار سب گلوبل ویلیج کے شیدائی ہوں- آوازیں ہی آوازیں ہوں چہرے ہی چہرے ہوں- احساس مر چکا ہو- ہر شخص اپنے لیے زندہ ہو دریا' سورج' چاند اور ستاروں کی طرح مسافت میں ہو آنا جانا ہو- ہونا نہ ہونا ہو- سفر ہی سفر ہو اور منزل کا لفظ خارج ہو جائے- ہر شخص ہوس کی کھوج میں ہے- اس راہ میں دوسروں کو روندتا ہوا گزر جاتا ہے- کیا یہی ہمارا حاصل ہے؟ بے چہرگی کا دکھ بے جان حرکتیں بے منزل سفر بے نصیب جستجوئیں بے لگام آرزوئیں اور پھر سعی لا حاصل-

آج کا انسان اپنے دیس میں اجنبی ہے- بلکہ اپنے گھر میں اپنی ذات میں اجنبی ہے- ہمسایہ ہمسائے سے گریزاں ہے- درحقیقت انسان خود سے فرار چاہتا ہے اور اتنی ہنگامہ خیز چیختی چلاتی محفلوں میں خود کو تنہا محسوس کرتا ہے اور تنہائی کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے- یہ سارے عذاب اس کے اپنے پیدا کیے ہوئے ہیں- سچ پوچھیں تو انسان معاشرے سے کٹ کر زندگی نہیں گزار سکتا- اسے ہر حال میں ایک درد آشنا کی ضرورت پڑتی ہے- ہماری گفتگو کسی رفیق، کسی آشنا کی سماعت کی محتاج ہے- دیواروں سے باتیں کرنا تو حماقت ہی ہے- جس طرح خوشیاں دوستوں کی موجودگی سے ان کی سنگت سے دوبالا ہو جاتی ہیں اسی طرح درد وغم میں کوئی غم گسار قریب ہو تو ان کی شدت میں کمی آ جاتی ہے- دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے اور کوئی ہم خیال ہم مزاج ہم سفر رفیق ہو تو زندگی کا یہ سفر سہل ہو جاتا ہے- بعض عزیز اجالے کی حد تک ہوتے ہیں- جونہی ہم تاریکی میں آتے ہیں یہ ساتھ چھوڑ جاتے ہیں- بقول شاعر

بات چلی تو نیل گگن سے توڑے تارے لوگوں نے

کام پڑا تو آنکھ چرا لی جان سے پیارے لوگوں نے

ایسے حالات میں کیا جائے ایسے حالات سے دوچار کرنے والے پارسائی کا لبادہ اوڑھ کر خود کو بری الذمہ قرار دیتے ہیں- بات احساس کی ہے- بات ظرف والے کے لیے ذرہ پہاڑ ہے رائی پربت کم ظرف کے لیے دریا بھی بوند کی حیثیت رکھتا ہے- حقیر سے جگنو کو دیکھیے تو وہ تاریک رات میں راہنما بن جاتا ہے- کہیں جلتی ہوئی مشعل تباہ کن ثابت ہوتی ہے جب وہ بھڑکتی ہے تو سب کچھ خاکستر کر دیتی ہے ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی بولے تو اس کے الفاظ موتی کہلائیں اور کوئی روئے تو آنسو پیوندِ خاک ہو جائیں-

کون جانے کہ کون سا عمل کس قسم کے نتائج کو جنم دے گا- انسان اپنی دانست میں کتنا انجان بنتا ہے- کبھی کوئی دل جیتا ہے کبھی چشم آہو کے اسرار کو سمجھا ہے- ہمیشہ ہرن کے گوشت کو ترجیح دی ہے- اللہ رے خوش فہمی ہم کون سی پونجی کی تلاش میں ہیں- بھولے سے کوئی نیکی کر لیں تو خود کو طرّم خاں سمجھنے لگتے ہیں- یہ نہیں جانتے کہ صلہ دینے والی ذات کو یہ عمل پسند بھی ہے یا نہیں- یہ سب مقدر باتیں ہیں کسی کو کیا ملا یہ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا جو منہ میں سونے کا چمچہ لے کر پیدا ہوتے ہیں- وہ بھی مٹی کا حصہ بنیں گے اور غربت کی چکی میں پستے ہوئے بھی پیوند خاک ہو جائیں گے- ایسے لوگ جن کی سندر آشائیں اور رنگین تمنائیں تشنہ لب رہ جاتی ہیں- ان کی سسکیوں، حسرتوں اور ارمانوں کا

مداوا کرنے والا کوئی نہیں ہوتا- ان کے لبوں پر مسکراہٹوں کی خوشبو بکھیرنا بڑا عذاب ناک عمل ہے

ز قید دو جہاں آزاد گشتم
اگر تو ہمنیش بندہ باشی

صد شکر کہ آج مجھے دل کا ترجمان مل گیا اور وہ میرا قلم ہے میں خدا کا شکر گزار ہوں کہ میرا قلم ایک بزرگ کی چوکھٹ کی طرف جھکا دنیا کے ناخداؤں کی طرف نہیں جو دوسروں کے حق پر ڈاکا ڈالتے ہیں- یہ قلم اپنے دل کے خون سے دوسروں کے دلوں کی ترجمانی کرتا ہے- مجازی شاعری کے اساسی موضوعات کائنات انسانی اور ان دونوں کے درمیان پیدا ہونے والے سوالات و واقعات ہیں- تاحال مجازی شاعری محض زلف و رخسار چشم سرگیں کاکل شب رنگ اور گل و بلبل کی قصیدہ خوانی کے علاوہ کوئی اور نتیجہ برآمد نہیں کر سکتی- فن وہ ہے جس کے ساتھ معرفت کا عنصر وابستہ ہو- بلکہ فن وہ ہے جو خود معرفت سے وابستہ ہو- تاہم اولیاء کرام ایسا موضوع ہے جو مقصد حیات ہے شاعر ادیب دانشور کتنی ہی بام عروج پر پہنچے محض وقتی طور پر تعریفوں کے ڈونگرے برسائے گئے- وہ وقت آیا جب وہ معزور ہو گئے ان کے ہاتھوں میں اتنی سکت باقی نہیں رہی کہ وہ قلم تھام کر چند لفظ لکھ سکیں تو انہیں گزشتہ گمنامی میں دھیل دیا جاتا ہے اور کسمپرسی کی حالت میں تڑپتے ہوئے رخصت ہو جاتے ہیں- بعد میں ان کا کوئی نام لینا بھی گوارا نہیں کرتا- ان کے اشعار نئے شعراء کے ہجوم میں گم ہو جاتے ہیں- ایسے میں ان سے کوئی پوچھے کہ ان کے دل پر کیا گزری- کوئی غم خوار نہ ہو تو خود کو تماشہ بنانے کا فائدہ کیا- کچھ شعراء کو حالات نے فن بیچنے پر مجبور کر دیا- آخر کار وہ چراغ بجھ گئے-

جب تک ہیر کو وارث شاہ نہیں ملتا اس کے مجازی عشق کا ناطہ عشق حقیقی سے نہیں جڑ سکتا- وارث شاہ کے بغیر یہ عشق مجازی ہے- وارث شاہ نے اس داستاں کو طالبان حق کے لیے مشعل راہ بنا دیا-

اولیاء کرام نے حق تعالیٰ کی راہ میں جدوجہد کی حبیب حق کے راستے پر چلے تو خالق کائنات نے انہیں صراط مستقیم قرار دیا- اپنا رستہ انہیں بنا دیا- ان بزرگوں نے کشف المحجوب جیسی قندیل روشن کی عوارف المعارف کی شمع جلائی- فتوحات مکیہ کے نام سے اسرار و معرفت کے چراغ جلائے اور حال سفر کے نام سے حضورؐ کی محبتوں کے اجالے بکھیرے ان کی محنتیں دنیاوی عزت و منصب کی طالب و محتاج نہ تھیں- رضائے حق کے لیے تھیں- پھر خدا نے ان پر مہربانی فرمائی حضورؐ کی نگاہ کرم

نے انہیں نوازا تو انہیں آنے والے زمانوں کے مشعل راہ بنا دیا- آج تک امراؤ سلاطین کے سر داتا گنج بخشؒ کی چوکھٹ سے ٹکراتے ہیں- معین الدین اجمیریؒ آ کر گنج بخشؒ سے فیوض و برکات لے کر جاتے ہیں- تبریز کی نگاہ جلال الدین کو مولائے روم کرتی ہے- دراصل جو خنجر تسلیم سے قتل ہو گئے ان کو غیب سے نئی زندگی بخش دی جاتی ہے- نورٌ علیٰ نور کر دیا جاتا ہے-

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو وہ شان محبوبیت عطا فرمائی ہے کہ جی چاہتا ہے کہ ان کے اوصاف میں دنیا کے سارے کاغذات ختم کر دوں- تاہم یہ ایسا موضوع ہے جس کی انفرادیت کو جس کی یکتائی کو اور جس کی بے کناری کو ان اسالیب میں لکھنے کے بعد بھی کوئی قلم اپنی تحریر سے آسودگی محسوس نہیں کرتا- پھر کمی باقی رہ جاتی ہے- خود باری تعالیٰ کا فرمان ہے ولی میری قبا میں ہے- اسے میرے سوا کوئی نہیں جانتا- میں اس میدان میں نو وارد ہوں- البتہ لفظوں سے موتیوں کی مالا بنانے میں اپنی تمام توانائیوں کو صرف کیا ہے مگر لفظ تو لفظ ہیں- ادھر سے ادھر ہو سکتے ہیں جس سے موضوعِ سخن بھی بدل سکتا ہے- اب یہی دیکھئے بات کہاں سے چلی کہاں آ رکی- بلاشبہ یہ وہ مقام ہے جہاں آغاز ہی اختتام ہے اور اختتام حسرت آغاز یہ بھی حقیقت ہے کہ جب تک حسرتیں اور آرزوئیں تحت الشعور میں پنہاں رہتی ہیں تو انسان بھی پر سکوں رہتا ہے- مگر جب بیدار ہو کر دل کا دامن تھام لیتی ہیں تو انسان کے لیے چیلنج بن جاتی ہیں- کسی طور چین سے بیٹھنے نہیں دیتی- اس موضوع پر تحریر کرنے کی حسرت تو ایک مدت سے تھی لیکن معاشی پریشانیاں آڑے آتی رہیں- اب کچھ دوست احباب کی حوصلہ افزائی سے اپنے اندر ایک نئی ہمت اور ولولہ محسوس کرتے ہوئے حضرت سید ولی محمد شاہؒ کے حالات زندگی کو قلم بند کرنے کی جسارت کر رہا ہوں- جتنے حالات و واقعات علم میں آئے صفحہء قرطاس پر ثبت کر دیئے- میری نظر میں محض بزرگان دین کی یاد منانے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا- جب تک کہ ان کی با مقصد زندگی کے حالات اور تعلیمات سے طالبان حق کو آگاہ نہ کیا جائے اور تعلق باللہ کی اہمیت کو اجاگر نہ کیا جائے-

میں رانا راشد جیسے مخلص رفیق کے لیے اللہ تعالیٰ سے بہتر اجر کی دعا کرتا ہوں جن کی تجاویز اور مشاورت نے میری معاونت کی- دعا ہے کہ اے ارحم الراحمین ؎

اس شخص کی توقیر رسالتؐ کی نگاہ میں
قرآن کی آیات کے صدقے میں بڑھا دے

ان دوستوں کا "اقبال بلند" ہو جو میرے معاون "و محسن" ہیں- جن کے "اعجاز نظر" نے مجھے "خضر راہ"

بھائی اور جن کی سعی جمیلہ اور تعاون سے یہ کتاب آپ تک پہنچانے میں کامیابی حاصل ہوئی۔ میں خاص طور پر سید انوار گیلانی کا بے حد مشکور ہوں جس نے اس تحفۂ عقیدت کو سجانے میں میری مدد کی ؎

اب جس کے دل میں آئے وہی پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کے سر بام رکھ دیا

خاکپائے خورشید گیلانیؒ
سید نور عالم القادری
دربار عالیہ قادریہ پیر شاہ بہاول نگر



بحالتِ دُعا

# دعا

یاالٰہی! اپنی برگزیدہ ہستیوں کے صدقے اپنی محبت دے۔ اے حسن کے سرمایہ رکھنے والے مولا! ان پاک لوگوں کے صدقے جن پر تیرا خاص کرم ہے ہماری پیاسی آنکھوں کو اپنے دیدار سے سیراب کردے تاکہ آنکھوں میں نور کی بارش سے محبت کا کھیت ہرا بھرا ہو جائے۔ ہماری آنکھوں کو اپنے رخ روشن کی شعاعوں سے آفتاب کی طرح منور فرما تاکہ کوئی پردہ درمیان میں نہ رہے۔ وصل کی شراب دے اپنی رحمت سے بخش دے۔ اپنی محبت سے سینہ روشن کردے۔ سیاہ کاروں کو اپنی رحمت کی چادر میں چھپانے والے معبود مصیبت کی تاریکی کو اپنی تجلی میں فنا کر دینے والے مولا تیرے سوا کون معاون و مددگار ہے۔ تیرے سوا کون پردہ پوش ہے۔ تیرے سوا درد بھری داستاں سننے والا کوئی نہیں۔ اپنے پیارے محبوبؐ کے صدقے ہماری مشکل آسان فرما۔ یہ خاکی پتلا اپنی گردن تیرے روبرو جھکائے ہوئے ہے۔ کندھوں پر گناہوں کا بار لیے حاضر ہیں۔ تیرے سوا کون ہے جو اس بار سے آزاد کرے ہم کوتاہیوں، خطاؤں کی معافی مانگنے کے لیے دربار میں حاضر ہیں۔ گناہ کی تاریکیوں سے پاک کر اپنی تجلیوں سے معمور کر۔ اے زمین و آسمان پر حکومت کرنے والے مولا پانی کی موجوں میں تموج پیدا کرنے والے ہمارے دل کی آنکھوں کو ایسی بینائی عطا فرما جو تیرے سوا کچھ نہ دیکھ سکے۔ مولا تو گنج بخشنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ بس اب اتنی دیر کس واسطے ہے۔ اے اللہ تو حی و قیوم ہے تو گرتے ہوؤں کو سنبھالنے والا ہے۔ اپنے درد کا تیر اُن کی جان کے نشانے پر مار اپنے دیدار کی شراب سے محروم نہ رکھ اور ہماری امیدوں آشاؤں کو پورا فرما اور اپنے وصل کی خوشخبری دے آمین۔

بجاہ النبی الامینؐ و نائبہ میراں محی الدینؓ
سید نور عالم قادری عفی عنہ

# اللہ کی منشا

یہ ہے کہ اے میرے بندے

تو میرے لیے سب رشتے توڑ کر آ ............... ساری دنیا تیرے ساتھ نہ جوڑ دوں تو پھر کہنا!

تو کاسئہ دل ہر تمنا سے خالی کر آ ............... تیرے دل کو شاہ وو الی نہ بنادوں تو پھر کہنا!

تو اپنی گردن نیچی کر کے آ ............... تیری ٹوپی جہاں بھر میں اونچی نہ کردوں تو پھر کہنا!

تو خواہشوں کے آنگن میں جھاڑو پھیر کے آ ........ میں اس میں بے نیازی کا چاند نہ اتاردوں تو پھر کہنا!

تو ایک بار پلکیں بھگو کے آ ............... تیرے سارے دھونے نہ دھودوں تو پھر کہنا!

تو رشتہ و پیوند کو بھول کے آ ............... میں تجھے کونین میں ارجمند نہ کردوں تو پھر کہنا!

تو ایک بار صرف میرا بن کے آ ............... راحت وعظمت دارین تیرے نام نہ کردوں تو پھر کہنا!

☆ صاحبزادہ سید خورشید گیلانی

مرتب: سید نور عالم القادری

